حلقہ اکھنڈ نگر پروانچل ایکسپریس وے سنگ میل کلومیٹر ۱۷۳/ پر
دردناک حادثے میں شہید ایک عالم باعمل

ڈاکٹر شکیل احمد گھوسوی رحمہ اللہ الشکور

۲۰۲۱ء

احوال و آثار

از

محمد ابو الوفا رضوی

تصحیح وتقدیم

ادیب شہیر علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی النورانی مدظلہ

واسطی فاؤنڈیشن (شعبۂ تصنیف واشاعت)

ناشر

دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور یوپی

اکھنڈ نگر پروانچل ایکسپریس وے سنگ میل کلومیٹر ۱۷۳ر پر

دردناک حادثے میں شہید ایک عالم باعمل

ڈاکٹر شکیل احمد گھوسوی رحمۃ اللہ الشکور

۲۰۲۱ء

احوال و آثار

از

محمد ابوالوفا رضوی

تصحیح و تقدیم

ادیب شہیر علامہ

فروغ احمد اعظمی مصباحی مدظلہ النورانی

ناشر: واسطی فاؤنڈیشن: (شعبۂ تصنیف و اشاعت)

دارالعلوم مدینۃ العربیہ قصبہ دوست پور، سلطان پور، یوپی

سلسلہ اشاعت نمبر:5

نام کتاب : ڈاکٹر شکیل احمد گھوسوی رحمۃ اللہ الشکور، احوال و آثار

تصحیح و تقدیم : حضرت علامہ الحاج فروغ احمد اعظمی مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ
شیخ الحدیث دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، سلطان پور

ترتیب : محمد ابوالوفا رضوی

دارالعلوم حق الاسلام لال گنج، بستی- متوطن بھیرہ ولید پور مئو

ای میل : WAFARAZWI@GMAIL.COM

کمپوزنگ : مولانا غلام سید علی علیمی، مولانا افتخار احمد علیمی نظامی

پروف ریڈنگ : مولانا عبدالاحد بستوی، مولانا محمد یٰسین نظامی

ناشر : واسطی فاؤنڈیشن: (شعبۂ تصنیف و اشاعت)

دارالعلوم مدینۃ العربیہ قصبہ دوست پور، سلطان پور، یوپی

طبع اول : ۱۴۴۳ھ/ ۲۰۲۲ء

صفحات : 216

تعداد : 1000

ملنے کے پتے

- **واسطی فاؤنڈیشن:** (شعبۂ تصنیف و اشاعت) دارالعلوم مدینۃ العربیہ قصبہ دوست پور، ضلع سلطان پور، یوپی-9839091246
- **الوفا لائبریری:** بھیرہ ولید پور، ضلع مئو-9935237845
- **مصباحی پبلی کیشن:** فیض العلوم محمد آباد گوہنہ، ضلع مئو
- **کمال بک ڈپو:** متصل جامعہ شمس العلوم، گھوسی، ضلع مئو

✦✦✦

فہرست

نقوش حیات

مناقب

تعزیت نامے اور رپوٹس

آثار وتبرکات

مؤرخ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

عالم نبیل مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر ان کے مخلص رفیق مولانا محمد ابوالوفا رضوی شمسی نے ایک کتاب مرتب کی ہے، جس میں علما ومشائخ کے تاثرات اوران کے مضامین جمع کیے ہیں، بلاشبہ ابوالوفا کا یہ سلوک وفا اور مرحوم محب کے تئیں حق رفاقت کی سوغات ہے، جو خلوص ووفا کی صورت میں قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔

دعا ہے کہ رب کائنات عزوجل اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل اس کوشش کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دے، مولانا شکیل اعظمی کی علمی ودینی خدمات کے روشن پہلوؤں کے نقوش کو لوگوں کے لوح دل پر منقوش فرما دے اور مولانا محمد ابوالوفا رضوی کو ان کی وفا شعاری کا اجر جمیل عطا کر دے۔ آمین

محمد عاصم اعظمی

بیت الحکمت کریم الدین پور گھوسی مئو یوپی

✦✦✦

محب گرامی قدر حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد مصباحی علیہ الرحمہ کے مرشد کریم

● شیخ طریقت، سید العلما حضرت سید حسنین میاں نظمی علیہ الرحمہ، مارہرہ شریف

اور مرشدین اجازت

● نجم الاصفیا حضرت صوفی الحاج سید نجم الدین احمد قادری سہروردی دامت برکاتہم القدسیہ جھونسی شریف (مقیم حال بیوہرہ کرچھنا الہ آباد)

● مفکر اسلام، سلطان القلم حضرت علامہ بدر القادری مصباحی علیہ الرحمہ

● پیر طریقت حضرت علامہ مفتی عبد الرحمن المعروف مقری علی حسن نعیمی علیہ الرحمہ سابق شیخ التجوید دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند، حضور سید العلما، حضور مجاہد ملت علیہم الرحمہ

کی بابرکات بارگاہوں میں عقیدت کی نذر پیش ہے۔

:

محمد ابوالوفا رضوی غفرلہ

8-2-2022

✦✦✦

شرف انتساب

● صاحب تصانیف کثیرہ، مؤرخ اسلام، استاذ محترم حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی دامت برکاتہم القدسیہ شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم گھوسی مئو

● استاذ الاساتذہ، ادیب شہیر حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی دام ظلہ الاقدس شیخ الحدیث دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور، سلطان پور

کے نام

اپنی اس حقیر کاوش کو منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں

گر قبول افتد زہے عز و شرف

نیاز کیش

محمد ابوالوفا رضوی غفرلہ

2-8-2022

✦✦✦

منافع بخشش

۱۴۴۳ھ

بندۂ حق واصف شاہ امم حضرت شکیل
عالم دیں خسروِ لطف و کرم حضرت شکیل
اے وفاؔ رضوی صلے میں خدمت اسلام کے
ہے شہادت آپ کی زادِ ارم حضرت شکیل

۲۰۲۱ء

....

شکیل علم و ہنر کا تھا، فکر و فن کا رئیس
تخیلات و تفکر بھی تھے بلند و نفیس
بوقت مرگ تھی تسبیح جو وفاؔ رضوی
بغور دیکھا تو تھا نو ہزار چھ سو پچیس

....

شہ دیں کا فدائی، بندۂ حق، علم کا پیکر
شکیل اعظمی کو یاد یوں کرتے ہیں دیدہ ور
وفاؔ رضوی ملی خدمات کے بدلے میں دنیا بھی
ادھر نکلا شہادت کے جلو میں سرخ رو ہو کر

محمد ابوالوفا رضوی

پیش لفظ

محمد ابوالوفا رضوی (مرتب) دارالعلوم اہل سنت حق الاسلام لال گنج بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہ الکریم

کتاب،،ڈاکٹر شکیل احمد گھوسوی رحمہ اللہ الشکور احوال وآثار،، پریس جانے کی تیاری میں ہے۔ محب گرامی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر مشائخ اہل سنت اور اکابر علمائے کرام کے تاثرات گرامی اور افکار عالیہ کافی تسلی بخش ہیں اس سلسلے میں مزید کچھ کہنے کی یہاں گنجائش نہیں۔لیکن شروع سے آخر تک جن اساتذہ، مشائخ، احباب اور تلامذہ نے اپنی کرم نوازیوں سے مجھے حوصلہ دیا ان سب حضرات کا تہ دل سے شکر گزار ہوں خصوصا شہزادہ صدر ملت، نجم الاصفیا حضرت صوفی الحاج سید نجم الدین احمد قادری سہروردی جھونسی شریف الہ آباد، خسر کریم خیر الازکیا، حضرت علامہ محمد احمد مصباحی ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ اور استاذ محترم، مورخ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم گھوسی دامت برکاتھم القدسیہ کی بے پناہ شفقتوں اور عنایتوں کا جنھوں نے دوہری مصیبت کی گھڑی میں میری دستگیری فرمائی ایک تو محب گرامی علیہ الرحمہ کی ناگہانی وفات کا غم دوسرے اہلیہ محترمہ کی سخت بیماری کا صدمہ اس کٹھن موڑ پر کچھ کرنا میرے بس کی بات نہیں تھی لیکن ان برگزیدہ شخصیات نے ڈھیر ساری دعائیں دے کر میری ہمت بڑھائی ساتھ ہی حضور خیر الازکیا نے بغور مطالعہ فرما کر جگہ جگہ اصلاح فرمائی اور حضرت مؤرخ اسلام نے ایک جامع تحریر پرتنویر بھی قلم بند فرما کر کتاب کو اعتبار کا درجہ بخشا۔

سراپا ممنون اور احسان مند ہوں نازش علم وفن، استاذ العلما، ادیب شہیر حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی دام ظلہ الاقدس شیخ الحدیث دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور کا جنھوں نے اس کام کے لیے مجھے حکم فرمایا اور پھر خود ہی اس کے لیے راہ استوار فرمائی، لوگوں سے رابطہ کر کے میرے وہاٹس ایپ پر مضامین بھجوائے اور پوری کتاب پڑھ کر نہ صرف یہ کہ آپ نے اس کی اصلاح فرمائی بلکہ ایک گراں قدر تقدیم رقم فرما کر کتاب کو اشاعت کے قابل بنایا۔خلاصہ یہ کہ پوری کتاب حضرت ہی کی مرہون منت ہے۔

داعی اسلام، محسن ملت حضرت علامہ حافظ سراج احمد مصباحی بستوی مقیم حال امریکہ کی خصوصی معاونت اور دیگر معاونین کی مخلصانہ امداد سے کتاب منظر عام پر آرہی ہے جس کے لیے ناشر اور مرتب سب شکر گزار ہیں اور دعا گو بھی کہ اللہ کریم قبول فرما کر سعادت دارین عطا فرمائے۔آمین، جملہ معاونین کے ناموں کی فہرست شکریے کے ساتھ اخیر صفحہ پر درج ہے۔

رفیق محترم حضرت مولانا محب احمد علیمی قادری دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، محب گرامی حضرت مولانا محمد سعید صاحب نورانی، حضرت مولانا غلام سید علی صاحب دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور، حضرت مولانا افتخار ندیم صاحب جامعہ شمس العلوم گھوسی، حضرت مولانا محمد احسان شمسی گھوسی، حضرت مولانا افتخار احمد خان علیمی نظامی بستی، ان حضرات کا بھی میں شکریہ ادا کیے بغیر نہیں رہ سکتا جو مواد کی فراہمی کے ساتھ اپنے قیمتی مشوروں سے میرے دست وبازو بنے رہے۔

اخیر میں تمام اکابر علما ومشائخ اور دیگر علمی شخصیتوں میں سے جن لوگوں نے بھی نظم یا نثر کی صورت میں اپنی نگارشات عطا فرمائیں ناچیز ان سب حضرات کا شکر گزار ہے اور ساتھ ہی سراپا ملتجی بھی کہ اگر ترتیب یا کتاب میں کسی طرح کی کوئی کمی نظر آئے تو اطلاع فرمائیں تا کہ اگلے ایڈیشن میں درست کر لیا جائے۔

صاحبان فضل وکمال سے مجھ ہیچ مداں کے لیے دعائے خیر کی درخواست ہے اور الطاف خسروانہ کی امید بھی۔ **واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔**

محمد ابوالوفا رضوی غفرلہ

۱۵/ رجب المرجب ۱۴۴۳ھ ۱۷/ فروری ۲۰۲۲ء

ڈاکٹر شکیل احمد گھوسوی: ایک مختصر تعارف

محمد ابوالوفا رضوی

مدینۃ العلما گھوسی اپنی علمی، دینی خدمات اور تاریخی جہتوں سے بھی کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ ماضی قریب میں صدر الشریعہ، ابوالعلی مفتی امجد علی قادری علیہ الرحمہ مصنف بہار شریعت کے بعد بھی علما، فقہا، محدثین، شعرا اور اہل فضل و کمال کی ایک طویل فہرست ہے جسے استاذی الکریم مورخ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی دامت برکاتہم القدسیہ شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم گھوسی نے اہم ترین مطبوعات میں تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ انھیں علمی شخصیات میں ایک نمایاں نام محب گرامی حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد قادری برکاتی مصباحی علیہ الرحمہ کا بھی ہے۔

ولادت: حضرت ڈاکٹر شکیل احمد قادری برکاتی علیہ الرحمہ یکم جنوری ۱۹۷۶ء میں [بمطابق مندرجات سند] ملک پورہ قصبہ خاص گھوسی ضلع مئو میں پیدا ہوئے۔ والد محترم کا نام جناب الحاج امیر احمد بن جناب محمد عظیم اللہ مرحوم ابن جناب محمد حفیظ اللہ مرحوم ہے۔

خاندانی تعارف: جناب محمد عظیم اللہ مرحوم کے تین صاحب زادے اور پانچ صاحب زادیاں تھیں پہلا صاحب زادہ امیر احمد نامی بچپن ہی میں انتقال کر گیا پھر دوسری ولادت ہوئی تو انھیں کے نام پر دوسرے صاحب زادے کا نام بھی امیر احمد رکھا گیا اور سب سے چھوٹے بصیر احمد صاحب ہیں جو انتقال کر گئے۔ جناب امیر احمد صاحب کی متعدد شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی حافظ محمد دین صاحب بلتھرا روڈ کی صاحب زادی سے ہوئی اور ان سے کوئی اولاد نہ تھی اور پھر اس اہلیہ سے علحدگی بھی ہوگئی۔ پھر حافظ وحید صاحب (مداپور چھاؤنی، گھوسی) کی صاحب زادی سے دوسرا نکاح ہوا جن کے بطن سے جناب انیس احمد صاحب اور ایک اور لڑکے کی ولادت ہوئی، لیکن دوسرے لڑکے کا انتقال ہوگیا اور اہلیہ بھی فوت ہوگئیں۔ پھر جناب مولوی قمر الدین اعظمی اشرفی صاحب [کریم الدین پور، گھوسی] کی صاحب زادی سیّدہ خاتون سے عقد ہوا، جن سے تین لڑکے جناب نصیر احمد صاحب، ڈاکٹر مولانا شکیل احمد مرحوم، جناب نفیس احمد صاحب اور تین لڑکیاں تولد ہوئیں۔

تعلیم: ڈاکٹر شکیل احمد قادری برکاتی علیہ الرحمہ کا گھرانا خوشحال مذہبی گھرانا تھا اسی دینی ماحول میں

آپ نے آنکھیں کھولیں ماں باپ اور ننیہال کے لوگوں کا پیار پایا جب شعور بیدار ہوا تو آپ کے والد محترم نے مدرسہ رضویہ بدر العلوم قصبہ خاص گھوسی میں پڑھنے کے لیے بٹھا دیا مدرسہ رضویہ بدر العلوم قصبہ خاص اور مدرسہ خیریہ فیض عام مداپور شمس پور گھوسی میں آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی پھر جامعہ شمس العلوم گھوسی میں آپ نے عالمیت کی تکمیل کی۔ جن نابغہ روزگار علما و فضلا سے آپ نے اکتساب علم کیا ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

قمر العلما حضرت علامہ قمر الدین اشرفی علیہ الرحمہ، مورخ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی دامت برکاتہم القدسیہ، حضرت علامہ مفتی عبد الرشید صاحب، حضرت علامہ شفیق احمد صاحب عزیزی علیہ الرحمہ، حضرت علامہ ممتاز عالم صاحب مصباحی، حضرت علامہ منشی سیف الدین صاحب شمسی علیہ الرحمہ حضرت علامہ فداء المصطفیٰ صاحب قادری، حضرت علامہ نثار احمد صاحب اعظمی، حضرت قاری محمد یونس صاحب قابل ذکر ہیں۔

جامعہ شمس العلوم میں عالمیت کی تکمیل کے بعد آپ نے ازہر ہند جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا رخ کیا اور سابعہ، ثامنہ دو سال پوری لگن اور دلجمعی کے ساتھ فضیلت کی تعلیم حاصل کی اور یکم جمادی الآخرہ ۱۴۱۶ھ ۲۶/ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو سالانہ جلسہ دستار بندی و عرس حضور حافظ ملت میں مقتدر علما و مشائخ کے مبارک ہاتھوں آپ کو دستار فضیلت سے نوازا گیا۔ آپ کی فضیلت کا سال فراغت نشاط علم و فضل ۱۴۱۶ھ اور فیضان احمد رضا ۱۹۹۵ء سے نکلتا ہے۔ جامعہ اشرفیہ کے اساتذہ کرام میں محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفےٰ قادری، حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی، خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی، سراج الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی، حضرت علامہ نصیر الدین صاحب پلاموی، حضرت علامہ اسرار احمد صاحب کُھراوی، جناب ماسٹر آفتاب احمد خان مرحوم۔

فراغت کے بعد ۱۹۹۶ء میں مزید حصول علم کے لیے آپ جامعہ نظام الدین اولیا ذاکر نگر دہلی گئے اور وہاں پر رئیس القلم سلطان المناظرین حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ، حضرت علامہ محمد حسین صاحب مقیم حال قطر، حضرت علامہ ڈاکٹر غلام زرقانی صاحب قبلہ مقیم حال امریکہ اور جناب ماسٹر برکت علی صاحب سے تخصص فی الادب کا کورس مکمل کیا۔

اسناد: آپ نے مختلف جامعات اور اداروں سے جو ڈگریاں حاصل کیں وہ یہ ہیں۔

عربی فارسی بورڈ اتر پردیش منشی ۱۹۸۹ء کامل ۱۹۹۰ء عالم ۱۹۹۴ء فاضل ادب ۱۹۹۶ء فاضل طب ۱۹۹۸ء فاضل دینیات ۲۰۰۰ء فاضل معقولات ۲۰۱۲ء جامعہ اردو علی گڑھ ادیب ماہر ۱۹۸۸ء ادیب کامل ۱۹۹۰ء معلم اردو ۱۹۹۲ء۔ لکھنؤ تعلیم گھر بی ٹی سی، پروانچل یونیورسٹی جون پور بی اے ۱۹۹۴ء ایم اے ۱۹۹۶ء۔ پنجاب یونیورسٹی چنڈی گڑھ پی ایچ ڈی ۲۰۰۵ء۔ پی ایچ ڈی کا موضوع۔ اردو نثر کے فروغ میں فقہی لٹریچر کا حصہ، صفحات۔ ۵۷۶، زیر نگرانی؛ صدر شعبہ اردو پروفیسر محمد شکیل خان۔ مقالہ جمع کرنے کی تاریخ؛ ۱۹/ستمبر ۲۰۰۳ء جمعہ۔ ممتحنین؛ پروفیسر عبد الحامد صاحب صدر شعبہ اردو الہ آباد یونیورسٹی، و پروفیسر برکت علی صاحب صدر شعبہ اردو امرتسر یونیورسٹی (اول الذکر نے ۷/مارچ ۲۰۰۵ء کو "وائیوا" لیا) تفویض سند؛ ۴/فروری ۲۰۰۶ء کو یونیورسٹی کے سالانہ کنووکیشن میں مہمان خصوصی وائی کے سبھوال چیف جسٹس آف انڈیا کے ہاتھ سند دی گئی۔

رفقائے درس علما: حضرت مولانا حافظ سراج احمد مصباحی مقیم حال امریکہ، حضرت مولانا فیضان المصطفےٰ مصباحی قادری، حضرت مولانا عابد رضا مصباحی ادروی، حضرت مولانا ابرار احمد مصباحی فیض آباد، حضرت مولانا برکت علی مصباحی سدھارتھ نگر، حضرت مولانا ڈاکٹر سجاد عالم مصباحی دیناج پور، حضرت مولانا رئیس احمد مصباحی گورکھپور، حضرت مولانا فضیل احمد مصباحی رائے بریلی، حضرت مولانا محمد ناظم علی مصباحی رام پور استاذ تنویر الاسلام امرڈوبھا سنت کبیر نگر، حضرت مولانا محمد مجیب اللہ مصباحی بستوی، حضرت مولانا محمد نسیم مصباحی بریلی، حضرت مولانا کمال اختر شمسی گھوسوی، حضرت مولانا امیر احمد شمسی گھوسوی وغیرہ علمائے کرام آپ کے ہم درس رہے۔

تدریسی خدمات: اشرفیہ سے فراغتِ فضیلت کے بعد جامعہ نظام الدین اولیا ذاکر نگر دہلی میں ایک سال [۱۹۹۶ء] گزارنے کے بعد ۱۹۹۷ء میں آپ نے مسند تدریس کو زینت بخشی اور سب سے پہلے جامعہ حنفیہ رحمت گنج بستی میں جولائی ۱۹۹۷ء میں آپ کی تقرری عمل میں آئی اس وقت حضرت مولانا ریاض احمد صاحب برکاتی مصباحی ادارے کے پرنسپل تھے، لیکن جب مولانا ریاض احمد صاحب کو اپریل ۲۰۰۴ء میں امریکہ کا سفر درپیش ہوا تو پھر مولانا ڈاکٹر شکیل احمد صاحب، جامعہ حنفیہ کے مستقل پرنسپل ہوگئے اور تقریباً نو سال اپنی انتھک کوششوں سے جامعہ کو بام عروج تک پہنچایا۔ پھر یکم جولائی ۲۰۰۶ء میں اراکین دار العلوم حق الاسلام لال گنج بستی کے پیہم اصرار اور مخلصانہ دعوت پر صدر المدرسین کی

حیثیت سے وابستہ ہوگئے۔ حق الاسلام میں آپ کی آمد کے بعد ادارے کو کافی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ درس گاہی نظام کو بہتر سے بہتر بنایا اور جامعہ اشرفیہ کا نصاب نافذ کیا۔ ابھی دو سال کا عرصہ گزر پایا تھا کہ آپ کی محبت وشفقت ایک بڑے بھائی کی طرح ابر کرم بن کر برسی اور مجھ گنہ گار کو اپنے ادارے کی خدمت کے لیے حکم دیا اور ساتھ ہی تمام اراکین کے ساتھ دار العلوم صدر العلوم سسوا بازار سنت کبیر نگر میرے پاس تشریف لائے اور پھر پیر طریقت نجم الاصفیا حضرت صوفی الحاج سید نجم الدین احمد قادری سہروردی جھونسوی دامت برکاتہم القدسیہ سرپرست ادارہ کی اجازت وعنایت اور حضرت ڈاکٹر صاحب کی مخلصانہ دعوت واعانت سے ۲/فروری ۲۰۰۸ء میں میرا تقرر بھی دار العلوم حق الاسلام میں نائب فوقانیہ کی جگہ ہوگیا اس طرح ہم دونوں ساتھ ساتھ رہنے لگے اور تقریباً چار سال تک مجھے ان کے ساتھ مل کر کام کرنے اور بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ پھر ۵رجولائی ۲۰۱۰ء کو دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور آپ کا ٹرانسفر ہوگیا اس جدائی کا مجھے کافی قلق تھا، جسے میں نے شدت سے محسوس کیا اور حضرت سے برابر اس کا اظہار بھی کرتا رہا، لیکن آپ مجھے ہمیشہ سمجھاتے رہے۔ آخر کار آپ نے دار العلوم مدینۃ العربیہ میں عہدۂ صدارت سنبھالا اور تعلیمی بہتری کے ساتھ دیگر شعبہ جات کی ترقی کے لیے ہمہ تن کوشاں رہے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ بہترین مدرس، اور ذمہ دار پرنسپل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑے مصنف، زود گو شاعر، کہنہ مشق ادیب ونقیب تھے۔ آپ نے بہت ساری کتب مرتب فرمائیں گو کہ زیادہ تر تشنہ طباعت ہیں، مگر دو کتاب فضائل رمضان وعید اور تذکرۂ صدر ملت شائع ہو چکی ہیں۔ تدریس کے ساتھ تحریر سے آپ کو جنون کی حد تک شغف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی رہے، مضامین، مقالات، مقدمے، تقریظات لکھتے اور کتابوں کی اصلاح کرتے رہے۔ اور وہاں کی لائبریری پر خاص دھیان دیا۔ مدینۃ العربیہ میں بھی آپ نے لائبریری کو کافی وسعت بخشی اور ایک مستقل شعبہ تصنیف و تالیف بنام واسطی فاؤنڈیشن کی داغ بیل ڈالی جس سے اب تک کئی کتابیں طبع ہو چکی ہیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ کے کام کرنے کی لگن اور دھن کو محب گرامی حضرت مولانا محمد سعید نورانی مدظلہ استاذ دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

حضرت کے کچھ ایسے کمالات تھے جنھیں یاد کر کے آج بھی مسرت کے آنسو چھلک پڑتے ہیں۔

ہمیشہ انھوں نے خود بھی نماز باجماعت کی پابندی کی اور طلبہ کو بھی اس کا عادی بنایا، نظام الاوقات رات کے کس حصے میں تیار کر لیتے کہ ہم لوگوں کو کچھ پتہ ہی نہ چل پاتا صبح پہنچتے تو چسپاں پاتے، زیادہ تر اپنا کام خود کر لیتے، بچوں کو خارج وقت میں بھی بلا بلا کر پڑھاتے اور ان کی تربیت بھی فرماتے، پرنسپل ہونے کے باوجود آپ نے ہمیشہ اساتذہ کی دلجوئی کی اور ان پر مشفق ومہربان رہے، کبھی کسی کو سخت وسست نہیں کہا، سالانہ جلسوں اور دوسری مجالس میں اکثر آپ خود ہی نقابت کے فرائض انجام دیتے، مہمانوں کی ضیافت اور دیگر مصروفیات میں پیش پیش رہتے، اپنے سے بڑوں کا حد درجہ ادب واحترام بجالاتے، مدینۃ العربیہ میں آپ کا عہد بلاشبہ عہد زریں تھا۔ آپ کی قیادت میں بہت سارے دینی ملی سماجی کام ہوئے اور بہت سے ادھورے رہ گئے، لیکن اللہ کی مرضی یہی تھی، وقت اجل آپہنچا اور ۴؍دسمبر ۲۰۲۱ء کو اپنی بساط علم وحیات لپیٹ کر ہم سبھوں سے ہمیشہ کے لیے روپوش ہو گئے۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے، جو دین وسنیت کے فروغ واستحکام میں ملک کے مختلف مقامات میں خدمات انجام دے رہے ہیں، سب کے نام تو معلوم نہیں تاہم جن لوگوں کے نام معلوم ہو سکے وہ یہ ہیں۔

مولانا حیدر علی خان صدر المدرسین دار العلوم اہل سنت گلشن طیبہ کھرہواں بستی، حافظ وقاری محمد یوسف اشرفی دار العلوم حق الاسلام لال گنج بستی، مولانا نثار حسین صاحب خطیب وامام مسجد سید نثار حسین پکا بازار شہر بستی، مولانا جان محمد برکاتی خطیب وامام جامع مسجد کٹرہ کچہری شہر بستی، مولانا غلام نبی صاحب استاذ دار العلوم اہل سنت رضائے مصطفےٰ دکھن دوارہ گنیش پور، مولانا محمد احمد خطیب وامام گڑگڑیا شہر بستی، مولانا جمال احمد صاحب استاذ مدرسہ عربیہ اہل سنت گلزار محمدی ضلع گونڈہ، مولانا وجہ القمر صاحب استاذ الجامعۃ الیار علویہ فیض العلوم قصبہ سکندر پور، مولانا غیاث الدین صاحب سنت کبیر نگر، مولانا محمد احمد دہلی، مولانا اختر حسین خطیب وامام محمود پور بستی، مولانا اختر رضا لوکی لالہ سنت کبیر نگر، مولانا محمد ایوب بہرائچی، مولانا جابر حسین حسنی، مولانا مبارک حسین بانسی، مولانا نازبیر احمد بستی، مولانا مشتاق احمد خطیب وامام مدینہ مسجد پرانی بستی، مولانا اشتیاق علی لوکی لالہ سنت کبیر نگر، مولانا شعیب رضا محبوبی کپتان گنج بستی، مولانا شکیل احمد مرسٹھوا بستی، مولانا رحمت اللہ موضع غوث پور سنت کبیر نگر، مولانا ریاض احمد خلیل آباد سنت کبیر نگر، مولانا غیاث الدین ضلع بستی، مولانا سراج احمد عین پور، مولانا عبد القیوم بستی، مولانا جنید اشرف

چتوڑ راجستھان، مولانا عمیر اشرف راجستھان، مولانا سید شان محمد کالپی شریف، مولانا صدام حسین جون پور، مولانا معین الدین پرتاب گڑھ، مولانا عبد الحق پرتاب گڑھ، مولانا مقصود رضا فیض آباد، مولانا محمد شمیم میر گنج جون پور، مولانا حیدر حسن الہ آباد، مولانا فرقان حیدر آباد، مولانا عبد الرحمن کدیہ پورا مبیڈکر نگر، مولانا جمشید بستی، مولانا شیخ تعبیر احمد لمبھوا سلطان پور، مولانا عبد الرؤف کان پور، مولانا نظام الدین ٹیکم گڑھ ایم پی، مولانا مہتاب سلطان پور، مولانا فیض مصطفےٰ کلکتہ، مولانا محمد سفیان سلطان پور وغیرہ شامل ہیں۔

قلمی خدمات: آپ نے دو ضخیم کتابیں تحریر فرمائیں، ایک تو آپ کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے جو ۵۷۶ صفحات پر مشتمل ہے اور دوسری کتاب، ،ہالینڈ میں فروغ نعت اور علامہ بدر القادری کی خدمات،، فل اسکیپ سائز میں قلمی نسخہ تقریبا ۸۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ آخر الذکر کتاب پر ہی وصال سے پہلے حضرت ڈاکٹر صاحب کام کر رہے تھے اور الحمد للہ یہ کام بھی آپ کی زندگی ہی میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا، اس کے علاوہ آپ کا نعتیہ مجموعہ، فانوس حجاز، تذکرہ علمائے اہل سنت گھوسی، تجلیات شیخ العلما، چند نعت گو علما، فرہنگ اصطلاحات، پیکر ایمان، بزم نظامت بھی مرتب ہیں اور دو کتاب فضائل رمضان وعید اور تذکرہ صدر ملت مطبوعہ ہیں۔ اس کے علاوہ درجنوں مضامین مقالات مختصر اور طویل آپ نے قلم بند فرمائے اور دوسروں کی کتابوں پر تبصرے اور مقدمے بھی تحریر فرمائے، جن کی تفصیل نیچے نقشے میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

کتب ورسائل:

۱ فضائل ومسائل رمضان وعید (طبع)
۲ تذکرہ صدر ملت (طبع) ص:۱۳۶
۳ اردو نثر کے فروغ میں فقہی لٹریچر کا حصہ ص:۵۷۶
۴ ہالینڈ میں فروغ نعت اور علامہ بدر القادری کی خدمات ص:۷۰۰
۵ تذکرہ علمائے اہل سنت گھوسی
۶ چند نعت گو علما
۷ پیکر ایمان
۸ فانوس حجاز (مجموعہ نعت)
۹ تجلیات شیخ العلما
۱۰ فرہنگ اصطلاحات
۱۱ بزم نظامت

مقالات ومضامین

۱۲ اسلام میں قیادت کی اہمیت ص:۷
۱۳ نعت گوئی کی ابتدا ص:۸

۱۴ فقیہ ملت کی ہمہ جہت شخصیت ص:۳

۱۵ علامہ بدر القادری ایک نعت گو شاعر ص:۶

۱۶ بستی کی ادبی دنیا کل اور آج ص:۶

۱۷ ماہ ربیع الاول کے فضائل

۱۸ سیدنا مخدوم اشرف اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی ص:۱۰

۱۹ علامہ قمر الدین قمر اشرفی علیہ الرحمہ

۲۰ قبلہ عالم اور اعلیٰ حضرت

۲۱ اردو نظم میں فقہ نگاری ص:۴

۲۲ خواجہ محمود بہرنگ بلالی کرامات کی روشنی میں ص:۴

۲۳ روحانیت کا علم بردار (حالات حاجی ملنگ)

۲۴ عزیز العلما علیہ الرحمہ ص:۶

۲۵ ڈاکٹر سراج احمد قادری کی نعت شناسی ص:۸

۲۶ علامہ قاری حسن نعیمی اور فن تجوید ص:۷

۲۷ علامہ محمد نعمان خان قادری کچھ یادیں کچھ باتیں ص:۶

۲۸ حضرت شارح بخاری کی ادبی و لسانی خدمات ص:۷

۲۹ مفتی اعظم ہند کے کلام میں عشق رسول کے زمزمے ص:۶

۳۰ محسن کاکوروی کی نعتیہ شاعری ص:۴

۳۱ مضطر اعظمی کی نعتیہ شاعری ص:۹

۳۲ علامہ نسیم بستوی کا اسلوب تحریر ص:۷

۳۳ آہ! مفتی عبد الحلیم اشرفی

۳۴ آہ! معین العلما

۳۵ آہ! استاذ العلما علامہ اعجاز احمد خاں

۳۶ نعتیہ شاعری کا تاریخی جائزہ

۳۷ مبلغ اسلام کی میلاد نگاری ص:۲۲

۳۸ ڈاکٹر اختر بستوی حیات و خدمات ص:۳

۳۹ شیخ الاکابر حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمہ اور ان کی کرامات ص:۸

تبصرے مقدمے

۴۰ نقش وفا گنجینۂ نعت ص:۳

۴۱ کوزے میں سمندر ص:۳

۴۲ نشان منزل ص:۶

۴۳ نزہۃ القاری کی نمایاں خصوصیات ص:۷

۴۴ بزرگوں کے اخلاق ص:۳

۴۵ قادیانیت اور تحفظ ختم نبوت ص:۳

۴۶ تحریک وہابیت ص:۲

۴۷ تذکرہ علامہ اعجاز احمد ص:۴

۴۸ کیف و کم ایک تجزیاتی مطالعہ ص:۲

۴۹ حیات مؤرخ اسلام

۵۰ الصلاۃ والسلام کا تجزیاتی مطالعہ ص:۶

۵۱ عشرہ مبشرہ کی حیات و خدمات ص:۷

۵۲ جادۂ نعت، حضرت مقبول ادریسی

۵۳ تذکرہ علمائے بھیرہ ص:۳

۵۴ بحر زخار جلد سوم ص:۴

ان قلمی خدمات کے علاوہ حضرت ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ سہ ماہی ”نوری نکات“، بستی کے ایک زمانے تک معاون ایڈیٹر بھی رہے۔

زیارت حرمین طیبین: ۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء میں پہلی بار آپ نے اپنے والدین کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچ کر فریضہ حج ادا فرمایا۔ جناب مختار احمد خاں متولی غریب نواز جامع مسجد بڑی بازار قصبہ خاص گھوسی بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ جس وقت آپ گھر سے نکلے چاہنے والوں کا ایک جم غفیر تھا ہر ایک سے سلام مصافحہ کرتے اور دعائیں لیتے ہوئے آگے بڑھے آج کا منظر دیدنی تھا مدینۃ الرسول کا یہ مسافر سراپا ادب بن کر روتے بلکتے اور اپنی نگاہوں میں مقدس مقامات کی حاضری کا تصور لیے ہوئے چل رہا تھا اور لوگ عقیدت کے پھول نچھاور کر رہے تھے۔ بنارس ایر پوٹ سے آپ کا جہاز تھا۔ شام چار بجے کے قریب آپ بنارس مسافر خانہ پہنچے اور پھر وہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز آپ حضرات پہلے مدینہ شریف گئے۔ مدینہ شریف میں ایک ہفتہ قیام رہا گنبد خضرا کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں نہ جانے کتنی بار والہانہ انداز میں آپ کی حاضری ہوئی ہوگی اور خدا بہتر جانے کون کون سی دعائیں مانگی ہوں گی۔ آپ کی بے لوث خدمات اور پر وقار شخصیت کو دیکھ کر اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ آپ کی ہر دعا مقبول تھی، جس کا اثر پوری زندگی نمایاں طور پر ظاہر تھا مدینہ شریف سے پروانہ نجات لے کر پھر آپ مکہ شریف پہنچے اور عزیزیہ میں قیام کیا پھر والدین کی معیت میں سارے ارکان حج ادا فرمائے اور مختلف زیارت گاہوں کی حاضری دی۔

شعر وسخن: شاعری میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ آپ ایک زود گو شاعر تھے۔ آپ کے اشعار ادبیت اور سلاست وروانی سے لبریز ہوتے تھے۔ چھوٹی بڑی بہت سی بحروں میں آپ نے کلام کہے۔ حمد، نعت، قصیدہ، اور مختلف نظموں پر آپ نے طبع آزمائی کی ہے۔ غزلیہ اور نعتیہ دونوں مجموعہ آپ نے مجھے دیکھنے کے لیے عطا فرمائے اور اصرار کے ساتھ مجھے حکم دیا کہ آپ دونوں مجموعے بالاستیعاب دیکھ لیں۔ چناں چہ میں نے آپ کے حکم پر مکمل پڑھا بھی اور جہاں کہیں میری ناقص فہم میں کچھ باتیں آئیں بطور مشورہ حضرت کو بتا بھی دیا۔ حضرت نے نہ صرف یہ کہ خندہ پیشانی کے ساتھ اسے قبول فرمایا

بلکہ برابر شکر گزار بھی رہے۔

آپ اپنا کلام جناب مضطر اعظمی مرحوم کو دکھاتے پھر ان کے انتقال کے بعد حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی دامت برکاتہ سے اصلاح لی۔ آپ کا کلام نہایت معیاری ہوتا ہے۔ عشق رسول سے لبریز کلام اور موزوں تعبیرات سے مزین اشعار آپ کے ذوق شعری کی بین دلیل ہیں بطور نمونہ کچھ اشعار نذر قارئین ہیں:

خدا کے نام سے ہر ابتدا ہے　　وہی تو مہرباں بے انتہا ہے
چلا ہم کو جو سیدھا راستہ ہے　　شکیل احمد کی بس یہ التجا ہے

ملے گا سکوں مجھ کو جا کر مدینہ　　صبا ہم کو لے چل اڑا کر مدینہ
تمنا شکیل اعظمی کی ہو پوری　　کرم جو کریں وہ دکھا کر مدینہ

روداد کربلا ہے صداقت کا آئینہ　　ذکر حسین خود ہے محبت کا آئینہ
توصیف میں حسین کی کیسے کروں شکیل　　جن کی ہر اک ادا ہے امامت کا آئینہ

بات کچھ انقلاب کی سی ہے　　ذات مرسل کتاب کی سی ہے
جان ان پر شکیل کر قرباں　　جن کی سیرت نصاب کی سی ہے

رسول کے سوا خیال غیر دل میں آئے کیوں　　بغیر یاد مصطفیٰ یہ دل قرار پائے کیوں
کریں گے ہم مجاہدہ سبھی کریں مشاہدہ　　مزا عقیدتوں کا بس شکیل ہی اٹھائے کیوں

پورا نعتیہ مجموعہ فانوس حجاز کے نام سے مرتب ہے، جن میں کل اکاون [۵۱] کلام شامل ہیں اور اس پر مورخ سلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی دامت برکاتہ کی تقریظ بھی موجود ہے۔ ان کی غزلیہ نظموں کا مجموعہ ان کی ذاتی لائبریری سے مجھے دستیاب نہ ہو سکا ورنہ ان غزلوں اور نظموں کے انقلابی اشعار بھی اس جگہ ضرور پیش کر دیے جاتے۔

شادی: حضرت حافظ عبداللہ مرحوم (سابق استاذ جامعہ شمس العلوم گھوسی) پرائمری اسکول امجدی روڈ بڑا گاؤں گھوسی کی دختر نیک اختر محترمہ عالمہ سنبل فاطمہ صاحبہ سے مورخہ ۱۵ رمئی ۲۰۰۷ء میں آپ کا عقد

ہوا۔ حضرت مورخ اسلام دامت برکاتہ نے آپ کا نکاح پڑھایا۔ محفل نکاح میں علمائے کرام اور عوام اہل سنت کثیر تعداد میں شریک رہے، اس موقع پر شادی کا سہرا ناچیز نے اپنی طرف سے لکھ کر لوگوں میں تقسیم کیا جس کا مقطع والا بند یہ تھا۔

ذات مولانا شکیل احمد کی ہے اک باکمال　　ڈاکٹر شاعر ادیب و واعظ شیریں مقال
صاحب علم و عمل آئینۂ حسن و جمال　　اے وفا رضوی حسیں صورت ہے سیرت خوب ہے

اولاد: آپ کے دو صاحب زادے اور دو صاحب زادیاں ہیں، سب سے بڑی بچی ہے، جس کا نام عنبرین فاطمہ ہے اور عمر تقریباً بارہ سال ہے پھر دو صاحب زادے ہیں، ایک کا نام طفیل احمد اور دوسرے لڑکے کا نام عبید احمد ہے اور سب سے چھوٹی بھی بچی ہے، جس کا نام آفرین خاتون ہے اور عمر لگ بھگ پانچ برس ہے۔ سارے بچے بڑے ہی ہونہار، بھولے بھالے اور مہذب ہیں، جو حضرت ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ کی تربیت کا نتیجہ ہے۔ میں دونوں بچوں سے گزشتہ تعطیل سرما دسمبر ۲۰۲۱ء میں مل کر آیا ہوں، بلکہ ایک بچے کو ساتھ میں لے کر کریم الدین پور حضرت مورخ اسلام دامت برکاتہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا تھا، ساتھ میں حضرت ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ کے چھوٹے بھائی جناب نفیس احمد صاحب بھی تھے۔ حضرت مورخ اسلام نے بچے کے سر پر دست شفقت پھیرا اور ڈھیر ساری دعائیں بھی دیں۔ اور پھر میں بچے کو چھوڑ کر اپنے گھر بھیرہ آ گیا۔ صبح دس بجے سے ظہر تک میں ڈاکٹر شکیل احمد علیہ الرحمہ کے گھر ہی تھا، بچہ بھی ساتھ ساتھ رہا، میٹھی میٹھی باتیں کرتا، میرے کھانے پینے کے انتظام میں اپنے چچا کا ہاتھ بٹاتا اور برابر میری فکر کرتا رہا۔ دسترخوان پر ایک ننھے میزبان نے میرا دل جیت لیا یہ کہہ کہہ کر کے کہ حضرت یہ کھائیے وہ کھائیے۔ ماشاء اللہ بہت ہی ہونہار پیارا سا بچہ ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ کی زبان میں اگر کہوں تو یہ کہوں گا۔

بالائے سرش زہوش مندی　　می تافت ستارہ بلندی

حضرت کے والد صاحب سے ملا، دیکھتے ہی مولانا ابوالوفا کہہ کر بلک پڑے، ناچیز بھی اپنے جذبات کو نہ روک سکا، اپنے ٹوٹے پھوٹے انداز میں انھیں تسلی دی، بھائیوں کو بھی سمجھایا۔ اور بچوں سے متعلق انھیں تاکید بھی کی کہ انھیں بہترین عالم بنائیں۔ اور ان کا ہر طرح سے خیال رکھیں۔ اللہ کریم بچے، ان کی بیوہ ماں، دادا، دادی اور جملہ اہل خانہ پر اپنا خاص فضل و کرم نازل فرمائے۔ آمین

بیعت و خلافت: ۱۹۹۷ء میں بموقع عرس قاسمی مارہرہ مطہرہ حضرت سید حسنین میاں نظمی علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر آپ بیعت ہوئے۔ اسی مناسبت سے آپ اپنے نام کے آگے برکاتی بھی لکھا کرتے تھے۔

تین بزرگوں نے آپ کو خلافت عطا فرمائی سب سے پہلے حضرت علامہ قاری مقری مفتی عبدالرحمن صاحب المعروف قاری علی حسن نعیمی علیہ الرحمہ سابق شیخ التجوید دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف (خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند وحضور سید العلما وحضور مجاہد ملت علیہم الرحمہ) نے آپ کو خلافت عطا فرمائی، پھر ۱۳/ ربیع النور شریف ۱۴۳۰ھ کو مفکر اسلام علامہ بدر القادری مصباحی علیہ الرحمہ نے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی خلافت عطا فرمائی اور ۵ رصفر ۱۴۲۱ھ/ ۲۲رجنوری ۲۰۱۰ء کو نجم الاصفیا حضرت صوفی الحاج سید نجم الدین احمد قادری سہروردی دامت برکاتہم القدسیہ جھونسی شریف الہ آباد نے سلسلہ عالیہ قادریہ سہروردیہ کی خلافت عطا فرمائی۔ آخر الذکر دونوں بزرگوں سے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ناچیز کو بھی اجازت وخلافت حاصل ہے۔ **فالحمدلله علىٰ ذالك**

اجازت دلائل الخیرات: خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی نظام الدین بستوی علیہ الرحمہ سے دلائل الخیرات شریف کی اجازت حاصل ہے۔

سند حدیث: شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ اور محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفے قادری دامت برکاتہم القدسیہ سے سند حدیث کی اجازت بھی حاصل ہے۔[1]

وصال: ۲۹ر ربیع الغوث ۱۴۴۳ھ ۴ردسمبر ۲۰۲۱ء شنبہ کے دن مغرب کے بعد اچانک موبائل کی گھنٹی بجی، فون اٹھایا، تو یہ خبر جانکاہ سنی کہ حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی پرنسپل دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور ایک سڑک حادثے میں شہید ہو گئے۔ خبر سنتے ہی جیسے کہ بجلی گر گئی ہو، مگر یقین نہیں آیا، تفتیش کے لیے حضرت مولانا محمد سعید نورانی استاذ دارالعلوم مدینۃ العربیہ کو فون کیا، تو پتہ چلا کہ ہاں بات صحیح ہے اور حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ ایکسیڈنٹ میں شہید ہو گئے ہیں۔ یقین تو اب بھی نہیں ہو رہا تھا، لیکن یقین کرنا پڑا بے ساختہ کلمہ ترجیع پڑھا اور فون رکھ دیا اور ان کے وطن مالوف گھوسی میں جناب الحاج

[1] اجازت علوم دینیہ: تمام علوم دینیہ بشمول تصوف کی اجازت ناچیز سے حاصل ہے جو اسے علامہ شرف قادری اور دوسرے بزرگوں سے حاصل ہے، جن کا ذکر ''الجواہر الغالیہ'' میں مذکور ہے۔ (فروغ)

محی الدین بھائی کو فون لگایا تو پوری صورت حال سے آگاہی ہوئی، جس کی تفصیل یہ ہے۔

محترم بھائی جناب الحاج محی الدین ادریسی صاحب کا بیان ہے کہ ۴ر دسمبر کی صبح کو ڈاکٹر صاحب سے گوشت کی دکان پر ملاقات ہوئی تھی، انھوں نے بتایا کہ محی الدین بھائی آج گھر پر بہن کو لینے کے لیے کادی پور سلطان پور سے اس کی سسرال سے رشتہ دار لوگ آرہے ہیں، انھیں لوگوں کی ضیافت کے لیے انتظام میں لگا ہوں اور گوشت لینے آیا ہوں۔ بس اتنی بات ہوئی پھر شام کو قریب چار بجے یہ لوگ واپس جانے لگے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ہم بھی اسی فور ویلر سے ہو لیتے ہیں۔ چناں چہ ڈاکٹر صاحب، ان کی بہن، بہن کے سسر اور دو دیور گھوسی سے کادی پور، سلطان پور کے لیے نکل پڑے، لیکن جب تھانہ حلقہ اکھنڈ نگر پروانچل ایکسپریس وے سنگ میل کلومیٹر ۱۷۳/ پر رات میں چھ یا ساڑھے چھ بجے پہنچے تو اچانک سامنے موجود ٹریلر یوپی ۴۴ رٹی ۰۹۱۳ر سے بولیرو یوپی ۴۴ راے ایکس ۳۴۰۲ر کو اتنی زبردست ٹکر ہوئی کہ بولیرو کا اگلا حصہ ٹریلر میں گھس گیا اور موقع پر ہی حضرت ڈاکٹر صاحب اور بہن کے سسر جناب محمود علی صاحب جاں بحق ہو گئے اور بولیرو سوار چار لوگ بری طرح زخمی ہو گئے۔

زخمیوں میں چاند بابو بن محمود علی، ٹیپو بن محمود علی، فیضیہ بانو ہمشیرہ ڈاکٹر صاحب (اہلیہ سراج الدین ابن محمود علی) لعل محمد بن انسان علی کادی پور، سلطان پور شامل ہیں۔ زخمیوں کو اکبر پور ہاسپیٹل میں بھرتی کرایا گیا، ڈرائیور بھی رات میں چل بسا۔

موقع پر پہنچے تھانہ انچارج جناب محمد تنویر صاحب داروغہ اور ان کے ہمراہی دو مسلم سپاہیوں نے ایکسیڈنٹ کے بعد بکھرے سامان اور زیورات کو سمیٹ کر اپنے قبضے میں لے لیا اور پوری دیانت داری کے ساتھ منیجر دارالعلوم مدینۃ العربیہ کو واپس کر دیا اس طرح وہ زیورات اور دیگر سامان موبائل وغیرہ اہل خانہ تک بحفاظت پہنچ سکے۔

داروغہ محمد تنویر صاحب کا بیان ہے کہ سب سے پہلے ایکسیڈنٹ کے بعد میں موقع پر پہنچا اور دیکھا کہ مولانا صاحب آگے کی سیٹ پر ہیں اور ایسے بیٹھے ہیں جیسے کہ رکوع میں، بحالت نماز ایک نمازی ہوتا ہے۔ اور ان کے ہاتھ میں الیکٹرانک تسبیح تھی جس پر ۹۶۲۵ر کی تعداد پرنٹ تھی۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ بحالت سفر بھی حضرت تسبیح وتہلیل اور ذکر الہی میں مصروف تھے۔ یقینا یہ ایک دل دہلا دینے والا سانحہ تھا، ہم سب کے لیے، لیکن دوسری طرف اگر دیکھیے تو یہ ایک حکمی شہادت کی موت تھی، دین کی راہ میں اور علم دین کی راہ میں وہ بھی بے وطنی میں۔

انتقال کی خبر فوراً ہی پورے علاقہ میں بجلی کی طرح پھیل گئی اور ڈاکٹر صاحب کے گھر کے لوگ جناب محی الدین بھائی کے ساتھ دوست پور کے لیے نکل پڑے اور شب میں ڈیڑھ بجے دوست پور پہنچے۔ زخمیوں کی عیادت کی۔ اور رات میں ضروری کارروائی کے بعد اکھنڈ نگر اسپتال اور اکھنڈ نگر تھانے لے جایا گیا اس کے بعد جاں بحق افراد کو پوسٹ مارٹم کے لیے ضلع اسپتال سلطان پور لے جایا گیا۔

۵ر دسمبر کو قریب ۱۲ر بجے دن میں اہل خانہ کو پوسٹ مارٹم کے بعد لاش ملی، اشک بار آنکھوں سے دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور لایا گیا اور دوست پور میں ہی غسل و تجہیز و تکفین ہوئی اور نماز جنازہ بعد نماز ظہر دو بجے ادا کی گئی، جس میں کئی سو علما، طلبہ شریک ہوئے اور حضرت علامہ فروغ احمد کے حکم پر حضرت مولانا عبد الرشید برکاتی نائب پرنسپل دار العلوم مدینۃ العربیہ متوطن نواری جہاں گیر گنج ضلع امبیڈکر نگر نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور پھر اہل خانہ جنازے کو لے کر مغرب سے قبل گھوسی پہنچ گئے۔ جنازہ دیکھ کر اہل خانہ نے ہوش کھو دیے اور لوگوں کی چیخیں نکل گئیں، دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں کی تعداد میں لوگ اکٹھا ہو گئے اور اپنے محسن حضرت ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ کی زیارت کے لیے ایک سیلاب امنڈ پڑا۔

رات ساڑھے آٹھ بجے وطن میں دوسری نماز جنازہ کا اعلان تھا، قرب و جوار کے علاوہ دور دور سے لوگ جنازے میں شرکت کے لیے پہنچے۔ خیر آباد، محمد آباد، گھوسی، بھیرہ، مبارک پور دوست پور وغیرہ جگہوں کے لوگ جنازے میں شریک رہے۔ اور یہ گنہ گار بھی مدرسہ حق الاسلام لال گنج بستی سے حضرت مولانا عبد الاحد لال گنج بستوی کے ساتھ پہلے گھر پہنچا اور پھر اپنے اہل خانہ اور دیگر احباب کے ساتھ ساڑھے سات بجے قریب شب میں گھوسی پہنچا۔ سب سے پہلے اپنے محسن اور کریم دوست حضرت ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ کا آخری دیدار کیا اور پھر کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد قریب سوا آٹھ بجے حضرت کا جنازہ اٹھایا گیا۔ سینکڑوں آنکھیں پیچھے پیچھے برستی رہیں۔

آستانہ حضرت خواجہ محمود بہرنگ بلالی علیہ الرحمہ مجھواڑہ موڑ گھوسی کے پاس جامعہ رضویہ بدر العلوم کی نئی عمارت میں مورخ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر الحاج محمد عاصم اعظمی دامت برکاتہم القدسیہ شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم گھوسی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور پھر نمناک آنکھوں سے آپ کے جسد کو سپرد خاک کیا گیا۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے — حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

بعد تدفین حضرت مؤرخ اسلام نے باہر نکل کر ہم تمام لوگوں کو تعزیت پیش فرمائی اور رو رو کر حضرت کے حق میں دعائے مغفرت کی۔ اور ایصال ثواب فرمایا۔

ربط باہم: مدرسہ رضویہ بدر العلوم قصبہ خاص گھوسی کے زمانہ تدریس سے لے کر تادم زیست حضرت سے گنہ گار کے بڑے ہی خوشگوار تعلقات اور دوستانہ مراسم تھے۔ باوجودیکہ آپ علم و فضل اور عمر و مرتبہ میں ہر ایک اعتبار سے بڑے تھے تاہم ایک چھوٹے بھائی اور عزیز دوست کی طرح شفقت فرماتے۔ آپ نے قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائی۔ مصائب و آلام میں دکھ درد بانٹے۔ خوشیوں میں شریک رہے اور سب سے اہم یہ کہ میری خوش حال زندگی آپ ہی کی مرہون منت ہے، سفر و حضر میں بار ہا ساتھ رہے۔ میرا مجموعہ کلام،، نقش وفا،، کی ترتیب اور اس پر مقدمہ اور،، تذکرہ علمائے بھیرہ،، پر آپ کے گراں قدر تاثرات اور اس کی نوک پلک سنوارنے میں آپ کا اہم رول رہا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کو میری نظموں پر کافی اعتماد تھا اور مجھے ان کی نثر نگاری پر، یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی کل نظموں کے لیے میرے ناقص مشورے اور اصلاحات قبول فرمائیں اور اپنا پورا نعتیہ مجموعہ بھی میرے انکار کے باوجود اصرار کر کے مجھے عطا فرمایا اور اصلاح کا حکم دیا الحکم فوق الادب کے تحت میں نے یہ سعادت بھی حاصل کی لیکن ملال اس بات کا ہے کہ بہت سارے ادبی، فنی، نثری شہ پارے اور منظوم کاوشیں جو مشہور و معروف رسالوں کی زینت بنتی رہیں اور خود ان کا پی ایچ ڈی کا مقالہ اب تک طبع نہ ہو سکا۔ پوری زندگی دوسرے لوگوں کی کتابوں کی اصلاح اور ان پر مقدمے، تقریظات اور گراں قدر تبصرے تحریر فرمائے اور خاکساری کے سبب اپنی کتب کی اشاعت پر توجہ نہیں فرمائی۔

ابھی لاک ڈاؤن کی دوسری لہر میں برسوں کے تقاضے کے بعد اپنی مصروف زندگی میں سے کچھ وقت نکال کر مرشد اجازت نجم الاصفیا حضرت صوفی الحاج سید نجم الدین احمد قادری سہروردی دامت برکاتہم القدسیہ جھونسی شریف الہ آباد کے والد محترم سرکار صدر ملت کے احوال و کوائف پر کتاب بنام تذکرۂ صدر ملت تصنیف فرمائی اور پھر اس کی اشاعت میں بھی خاص تعاون فرمایا۔ جب کتاب چھپ کر آ گئی تو ہم دونوں اور برادر عزیز مولانا فیضان رضا مصباحی (بن علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ) کتاب لے کر الہ آباد پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہی ہماری اور ڈاکٹر صاحب کی لمبی اور آخری ملاقات رہی۔ اس دوران مختلف پہلوؤں پر گفتگو ہوئی۔ یوں تو اس کے بعد بھی فون پر

برابر رابطے رہے، کہیں کہیں ملاقاتیں بھی ہوتی رہیں۔لیکن اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر گفت وشنید کا موقع نصیب نہ ہوسکا، جس کا مجھے بے حد افسوس ہے اور قلق بھی۔

یکم نومبر کو اپنی بہن کی شادی کی دعوت کے لیے بھی آپ نے مدعو فرمایا، لیکن افسوس کہ حاضری نہ ہوسکی اور پھر ۲۲ نومبر کو صبح ساڑھے سات بجے کے قریب فون پر میری اور آپ کی آخری گفتگو قریب آدھے گھنٹے تک ہوتی رہی۔ ہر بار کی طرح اس بار بھی پوری متانت وسنجیدگی کے ساتھ گفتگو فرماتے رہے، لیکن اس آخری گفتگو میں جو خاص بات میں نے نوٹ کی وہ یہ ہے کہ آپ نے باتیں صرف سنیں اس پر کوئی تبصرہ نہیں فرمایا اور میں جو کچھ پوچھتا بس اسی کا جواب دیدیتے، اپنی طرف سے کچھ نہ کہتے جیسے بہن کی شادی کے تعلق سے پوچھا کہ خیریت سے بیت گئی تو فرمایا ہاں بیت گئی اور بھی بہت ساری باتوں کے مختصر جواب دیتے رہے۔فون نہ کرنے کے حوالے سے پوچھنے پر فرمایا، مدرسہ میں مصروفیت بہت رہتی ہے، وقت نہیں مل پاتا کسی سے بات کرنے کے لیے، لیکن پھر بھی آدھے گھنٹے تک مصروف گفتگو رہے اور دعا سلام کے بعد بات ختم ہوگئی۔

اللہ اکبر! کیا معلوم تھا میرا یہ ہمدرد ومسیحا بڑا بھائی جس نے بہت سارے پر پیچ مسائل میں میری رہنمائی فرمائی ایک ہفتہ بعد ہی ہمیشہ کے لیے داغ مفارقت دے کر چلا جائے گا اور وہ بھی اس طرح سب کو روتا بلکتا ہوا چھوڑ کر۔

علامہ بدرالقادری علیہ الرحمہ کے بعد آپ کی ذات ہی اہل قصبہ وملک پورہ گھوسی کے لیے مرجع تھی، لوگ آپ سے ہی اپنے دینی ودنیاوی مسائل کا حل معلوم کرتے ،میلاد وجلسہ کے پروگراموں کے لیے آپ ہی کی خدمت میں دستک دیتے، لیکن اب علم وحکمت اور فضل وکمال کے اس بے تاج بادشاہ نے ۲۹ ربیع الغوث ۱۴۴۳ھ مطابق ۴ دسمبر ۲۰۲۱ء کو رات ساڑھے چھ بجے کے قریب ناگہانی موت کے سبب شہادت کا جام نوش فرمایا اور اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون۔**

اللہ کریم حضرت کو غریق رحمت فرمائے، قبر پاک پر رحمت وانوار کی بارش نازل فرمائے اور پسماندگان میں آپ کی اہلیہ محترمہ چھوٹے چھوٹے بچوں، والدین اور بھائی بہن سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین

✦✦✦

کلمات سید

نجم الاصفیا حضرت صوفی نجم الدین احمد قادری سہروردی دامت برکاتہم القدسیہ
بیوہرہ، پوسٹ رام پور تحصیل کرچھنا الہ آباد

رات کے قریب آٹھ بجے موبائل کی گھنٹی بجی، فون اٹھایا تو ادھر سے مولانا ابوالوفا رضوی کی رقت بھری آواز کانوں میں گونجی، سلام دعا کے بعد یہ خبر جانکاہ ملی کہ ڈاکٹر شکیل احمد صاحب جو تذکرہ صدر ملت کے مصنف ہیں، ایک سڑک حادثے میں شہید ہوگئے، اتنا سننا تھا کہ طبیعت بے چین ہوگئی، بے ساختہ زبان سے اناللہ وانا الیہ راجعون نکلا اور مولانا جو خود فون پر بے حال ہورہے تھے، انھیں صبر کی تلقین کی اور مولانا مرحوم کے لیے مغفرت کی دعائیں کیں۔

مولانا مرحوم میرے دل سے بہت قریب تھے اور ابھی کچھ ماہ قبل ہی غالبا ۲۴ مارچ ۲۰۲۱ کو فقیر سے ملنے کے لیے مولانا ابوالوفا رضوی اور صاحب زادہ علامہ محمد احمد مصباحی، عزیزی مولانا فیضان رضا مصباحی کے ہمراہ اپنی نئی تصنیف تذکرہ صدر ملت لے کر غریب خانہ پر الہ آباد بھی تشریف لائے تھے اور بہت خوش تھے۔

میں وہ دن کیسے بھول سکتا ہوں، ابھی تو کچھ ماہ پہلے ہی کی بات ہے۔آہ وہ اپنے بزرگوں کا ادب شناس پیکر مہر ووفا، مسکراتا ہوا چہرا ابھری جوانی میں داغ مفارقت دے گیا، ایسا لگتا ہے کہ میری برسوں کی خواہش جو تذکرہ صدر ملت کی صورت میں آپ کی محنت ولگن سے پوری ہوئی گویا مولانا مرحوم کی زندگی اس کام کے لیے مستعار تھی جیسا کہ مولانا ابوالوفا صاحب نے مجھے بتایا کہ مولانا مرحوم کتاب کے لیے اتنے فکر مند تھے کہ کہ بار بار ذکر کرتے کہ یار یہ کام پیر صاحب کی زندگی میں اگر پورا نہ کرسکا تو میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کر پاؤں گا ۔کتاب تو چھپ گئی، مگر افسوس کہ صاحب کتاب میرا وہ چہیتا خلیفہ جسے میں نے از خود اہل سمجھتے ہوئے خلافت دی اور ان کی فرمائش پر مفکر اسلام علامہ بدرالقادری مصباحی علیہ الرحمہ کو بھی اپنا خلیفہ مجاز بنایا مجھ سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ان سے بہت سی دینی خدمات کی توقعات وابستہ تھیں۔

فقیر کی عمر بھی اس وقت ۹۶ برس سے متجاوز ہے اور طبیعت بھی برابر نہیں رہتی، سفر کرنا اب میرے بس کی بات نہیں، ورنہ تو میں چل کر خود فاتحہ چہلم میں شریک ہوتا، بس دعا ہی دعا ہے، اللہ کریم تمام مشائخ قادریہ سہروردیہ کے صدقے مولانا ڈاکٹر شکیل احمد مصباحی علیہ الرحمہ کی بے حساب مغفرت فرمائے اور جملہ لواحقین متوسلین خصوصا ان کے غمزدہ والدین دکھی اہلیہ اور یتیم بچوں، بچیوں کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے، اللہ کریم سب کا بھلا فرمائے، آمین، بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم۔

فقیر نجم الدین احمد قادری سہروردی عفی عنہ- خادم آستانہ سرکار صدر ملت علیہ الرحمہ بیوہرہ، کرچھنا الہ آباد

تعزیتی شذرہ

حضرت علامہ الحاج سید احمد صاحب قبلہ مقام درگاہ، امبیڈکر نگر

بڑی ہی افسوسناک خبر مجھے موصول ہوئی کہ میرے نہایت ہی عزیز مخلص حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی سابق صدر المدرسین دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور ایک سڑک حادثے میں شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دار العلوم مدینۃ العربیہ سے پہلے حضرت دار العلوم حق الاسلام لال گنج بستی بھی کچھ سال پرنسپل تھے، جو بلا مبالغہ حق الاسلام کے لیے ایک عہد زریں تھا، تعلیمی نظم ونسق خوب سے خوب تر فرمایا، مجھے بھی آپ کی سربراہی میں کچھ عرصہ کام کرنے کا موقع ملا، عمر میں تو آپ مجھ سے بہت چھوٹے تھے، لیکن علم وہنر، حکمت ودانائی، معاملہ فہمی ودور اندیشی میں اپنی مثال آپ تھے۔ میں نے آپ کو ہمیشہ کام کرتے ہوئے دیکھا، بڑی مصروف ترین آپ کی زندگی تھی، پرائمری درجات میں بھی اگر کوئی گھنٹی خالی دیکھتے تو بلا جھجک پڑھانے لگ جاتے۔ بہت ساری خوبیوں کے امین اور عہدہ اعلیٰ پر فائز ہونے کے باوجود انتہائی منکسر المزاج اور صبر وتحمل کے حامل رہے، ٹرانسفر کے بعد بھی لال گنج کے عوام وخواص آپ سے استصواب رائے کرتے اور گاہے بگاہے لوگوں کی دعوت پر تشریف بھی لاتے، لیکن افسوس اب یہ علاقہ بھی حضرت کی رہنمائی سے محروم ہو گیا۔

دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کی تمام دینی ملی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد!

فقیر سید احمد اشرفی مقام درگاہ التفات گنج امبیڈکر نگر

◆◆◆

تأثر گرامی

مؤرخ اسلام علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم گھوسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

درسگاہوں میں طلبہ کی بھیڑ ہوا کرتی ہے، طلبہ آتے ہیں، تعلیم حاصل کرتے ہیں، فارغ التحصیل ہو کر یا اس سے قبل ہی رخصت ہو جاتے ہیں، پھر مشاغل حیات یا درس وتدریس میں اس قدر منہمک ہو جاتے ہیں کہ اپنی مادر علمی اور اساتذہ کی یادیں پردۂ ذہن سے اتر جاتی ہیں، یہاں تک کہ وہ ماضی کو تقریباً فراموش کر دیتے ہیں یا ان کے دل میں مادر علمی کی محبت باقی رہتی ہے، اساتذہ کی بعض یادیں نہاں خانۂ دل میں گوشہ گزیں ہوتی ہیں، مگر گوناگوں مصروفیتوں یا دیگر رکاوٹوں کے سبب وہ اپنی محبوب درسگاہوں سے خواہش وتمنا کے باوجود مربوط نہیں ہو پاتے، ادھر اساتذہ کے حافظے سے بھی ان کی شباہتوں کے نقوش دھندلے پڑ جاتے ہیں۔ مگر انھیں طلبہ میں کچھ ایسے باسعادت بھی ہوتے ہیں، جو زمانہ طالب علمی میں اپنی فطری استعداد وذہانت کے سبب اساتذہ کی نگاہوں کا مرکز بن جاتے ہیں، شرافت ومتانت اور تعلیمی ذوق وشوق کی بنا پر اپنا مقام بنا لیتے ہیں، وہ فراغت کے بعد مادر علمی اور شفیق اساتذہ کو الوداع کہتے ہیں، تو یہ دائمی مفارقت نہیں ہوتی، وہ رخصت ہوتے ہیں، کاروبار زندگی کی گہما گہمی، دینی تبلیغی انہماک کے باوجود اپنے لوح دل پر ماضی کی یادوں کو نقش حجر کی طرح زندگی کے آخری لمحوں تک محفوظ رکھتے ہیں، ان کا ربط وتعلق مادر علمی اور اساتذہ سے نہیں ٹوٹتا، وہ مادر علمی کی زیارت اور اساتذہ سے شرف لقا کو فرض منصبی سمجھ کر ہزار موانع کے باوجود قائم رکھتے اور ربط وتعلق کی فضا کو خوش گوار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایسے ہی فرض شناس، سعادت مند تلامذہ میں عزیز گرامی مولانا الحاج ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ بھی تھے، وہ جامعہ شمس العلوم گھوسی کے حوزۂ علمی سے وابستہ ہوئے، تو اپنے علمی ذوق اور جبلی شرافت کی بنا پر اساتذہ کے نزدیک انفرادی شناخت قائم کر لی، جس کا رنگ روز بروز شوخ سے شوخ تر ہوتا چلا گیا، دوسرے طلبہ کی طرح انھوں نے بھی جامعہ کو الوداع کہا، مگر یہ جدائی دائمی نہیں تھی، وہ جہاں بھی رہے،

اپنی درسی، غیر درسی، تنظیمی وتبلیغی سرگرمیوں کے باوجود نہ صرف مادر علمی کی یادوں کو گوشۂ دل میں سجا کر رکھا، بلکہ اساتذہ سے عقیدت وارادت کے چراغ ہمیشہ ان کے سینے میں فروزاں رہے، مادر علمی اور شفیق اساتذہ سے ربط وتعلق کا جو عہد وفا باندھا تھا، تمام زندگی اسے پورا کرتے رہے۔

اس ہیچ مداں کی درسگاہ سے سالہا سال وابستہ رہے، دوران درس ان کی لیاقت اور سنجیدگی سے میں متاثر ہوتا رہا اور ربط وتعلق اخیر عمر تک بڑھتا چلا گیا، وہ جب بھی مکان آتے، مجھ سے ملاقات کے لیے ضرور زحمت کرتے۔

مولانا مرحوم رسمی تعلیم سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد محدود چوکھٹے سے نکل کر لامحدود فضا کی جستجو میں سرگرداں رہے، تاکہ فکروشعور کے ارتقا کے لیے وسیع جولان گاہ میسر آجائے، انھوں نے عصری دانش گاہوں کا رخ کیا، سرودے ڈگری کالج گھوسی سے فرسٹ ڈویزن میں بی۔ اے پاس کیا، پھر نیشنل شبلی پوسٹ گریجویٹ کالج اعظم گڑھ سے ایم۔ اے اردو کی ڈگری حاصل کی، ان درسگاہوں کے فیض سے انھیں اردو شعروادب کا صالح ذوق پیدا ہوا اور ان کی ادبی صلاحیتوں کے جوہر نکھرنے لگے، پھر پنجاب یونیورسٹی چنڈی گڑھ سے اردو میں فقہ نگاری کے موضوع پر محنت وکاوش کے ساتھ اپنا تحقیقی مقالہ تیار کیا، لیلائے مقصود کی تلاش میں صحراؤں میں خاک بیزی کی، کوہ وبیابان کی دشوار گزار وادیوں اور پرخار راہوں میں جادہ پیما رہے، سچی لگن اور ان تھک جدوجہد سے مقصد کی تکمیل کی اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کرلی ؂

میں کہاں رکتا ہوں عرش وفرش کی آواز سے — مجھ کو جانا ہے بہت اونچا حد پرواز سے

تحقیق وتفحص کا ایسا بے کراں جذبہ ان کی رگ وپے میں رچ بس گیا، کہ تعلیم گاہ کے فرائض منصبی کی بجا آوری کے بعد انھوں نے ہمیشہ نئے نئے موضوعات پر کام کرنے کے لیے اپنی کاوش فکر وقلم کو وقف کردیا، مطالعے کی وسعت نے شعور وآگہی کو بلند اور فکرونظر کو وسعت سے ہم کنار کردیا، اپنی خداداد ذہانت اور پاکیزہ ملکۂ تحریر وتقریر سے نئی نسل کے دانشور علما میں انفرادی شناخت قائم کرلی۔

مولانا شکیل اعظمی کسی ایک موضوع کے پابند نہیں رہے، مذہبی، علمی، ادبی، سماجی عناوین پر قلم اٹھایا اور اپنے رشحات قلم کی سوغات اہل علم وہنر کے سامنے پیش کرکے داد تحسین وآفرین وصول کرتے رہے۔ نثر نگاری ہی ان کا محبوب شیوہ نہیں رہا، بلکہ فکر وتخیل کی سرحدوں میں قدم رکھا، تو اپنی پاکیزہ سیرت اور

عالمانہ وقار کے ساتھ جذبات شوق کی زمام نعت محبوب کردگار صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب موڑ دی۔ حضرت حسان بن ثابت انصاری، جامی وقدسی اور امام احمد رضا خاں علیہم الرحمۃ والرضوان کی مقدس سنتوں کے تتبع میں رہوار شعر کو آگے بڑھایا۔ جو کچھ لکھا، اس میں جذبات عشق وارادت کی صداقتوں کا نور چمکتا ہے۔ اپنی نعتوں کا مجموعہ ''فانوس حجاز'' کے نام سے مرتب کرچکے تھے، مگر اشاعت سے پہلے ہی غریق رحمت ایزدی ہوگئے۔

ان کی دردناک حادثاتی موت نے دل کو پارہ پارہ کردیا، مستقبل کی علمی وادبی تحقیقات کی جو امیدیں ان کی ذات سے وابستہ تھیں، وہ تشنۂ تکمیل رہ گئیں، بلاشبہ ان کا دنیا سے اٹھ جانا ایک ایسا نقصان ہے، جس سے دنیائے علم وادب درد والم میں مبتلا ہوگئی ہے ؂

رہنے کو سدا دہر میں آتا نہیں کوئی
تم جیسے گئے ایسے بھی جاتا نہیں کوئی

عزیز گرامی مرحوم ناچیز کے تحریری کاموں میں اخلاص کے ساتھ معاونت کرتے، کتابوں کی طباعت واشاعت میں بھی پیش پیش رہتے، انھوں نے ''خلفائے راشدین'' کے مسودے کی تبییض کا کام بھی بڑی حسن وخوبی کے ساتھ کیا، علاوہ ازیں جب بھی سفر میں رفاقت کی ضرورت پیش آتی، اپنی مصروفیات ترک کرکے ہم رکاب ہوجاتے، شعیب الاولیا سیمینار کے لیے براؤں شریف جانا تھا، وہاں کے پرپیچ مراحل طے کرنا ناچیز کے بس میں نہ تھا، ان سے تذکرہ کیا، تو فوراً تیار ہوگئے، حق رفاقت اس خوبی سے ادا کیا، کہ مجھے سفر کا احساس بھی نہ ہوا۔ ''تاریخ داؤدی'' کی طباعت کے لیے قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی نے جزوی مالی رقم منظور کی، جس کی طباعت کے لیے وقت تنگ تھا، رمضان المبارک کا مہینہ تھا، میں نے تذکرہ کیا، خود ہی ریزرویشن کرایا اور ہم رکاب ہوگئے۔ کتب خانہ امجدیہ کی معرفت کتاب چھپنی تھی، اس کے مالک مولانا انوار احمد امجدی صاحب دہلی میں موجود نہ تھے، تیسرے دن دہلی پہنچے، تین دن انتظار کی مشقت گوارا کرنی پڑی، نہایت خوش دلی کے ساتھ زحمت برداشت کی، قیام دہلی کے دوران کچھ خریداری بھی کی، ذوق کے مطابق کتابیں خریدیں، واپسی کے لیے ٹکٹ کا مسئلہ تھا، اپنی سعی مسلسل سے یہ مرحلہ بھی آسان کردیا۔ روانگی کے وقت سامان کی کمیت وکیفیت پر نظر ڈالی، تو دو مسافروں کی بساط سے کہیں زیادہ تھا، نئی دہلی ریلوے اسٹیشن پہنچے، تو ابھی ٹرین پلیٹ فارم پر نہیں آئی تھی،

ہجوم اتنا کہ چلنا دشوار، معلوم نہیں کہ مقررہ بوگی کہاں لگے گی، اندازہ کے مطابق ایک جگہ کھڑے ہو گئے، ٹرین پلیٹ فارم پر پہنچی، تو ہماری بوگی بہت آگے لگی، لوگ اپنی اپنی بوگی کی طرف تیز گامی کے ساتھ ادھر ادھر ہو رہے تھے، تصادم کی کیفیت تھی، خالی ہاتھ آگے بڑھنا مشکل تھا، جوان ہمت مولانا شکیل نے ایک دو ہلکے سامان میرے حوالے کیے اور خود وزنی سامان دونوں ہاتھوں میں لے کر بچتے بچاتے بوگی تک پہنچ گئے۔ آج بھی اس سفر کی پریشانی اور عزیز مرحوم کی دوڑ دھوپ کو یاد کرتا ہوں تو پسینہ آنے لگتا ہے، گرمی کا موسم دوپہر کا وقت، جم غفیر، روزے کی حالت اور تگ ودو کا مرحلہ، میں تنہا ہوتا تو پلیٹ فارم پر ہی رہ جاتا اور ٹرین روانہ ہو جاتی۔

عظمت کردار، انسانیت کا جوہر خاص ہے، یہ پاکیزہ صفت جس انسان کے اندر جتنی زیادہ ہوتی ہے، اسی لحاظ سے اس کے مرتبے کا تعین بھی ہوگا، اسی شفاف آئینہ میں شخصیت کے صحیح خد و خال نمایاں ہوتے ہیں، علم و فن سے بلاشبہ انسان کا قد بلند ہوتا ہے، مگر اس کی حقیقی قدر و منزلت کی شناخت اس کے اعلیٰ اخلاق و کردار سے ہوتی ہے، علم و دانش کا مقصود حقیقی بھی ایمان کی پختگی اور اخلاق حسنہ کی جامعیت میں مضمر ہے۔ اس نقطہ نظر سے اگر مولانا شکیل اعظمی مرحوم کی شخصیت کا جائزہ لیا جائے تو وہ علم و دانش اور فکر و فن کی دولت سے بہرہ مند ہونے کے ساتھ مقصود علم و فن کے حصول میں ہمیشہ کوشاں رہے۔ نفس کی پاکیزگی، قلب و نظر کی طہارت، لغویات سے اجتناب، اپنوں بے گانوں کی ہمدردی و تعاون، سماج و معاشرہ کے الجھاؤ سے دور اپنے علمی و عملی مشاغل میں مگن، عبادت و طاعت الٰہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ صادق ان کے رگ و ریشہ میں رچا بسا ہوا تھا۔

ارشادات نبوی کے مطابق بڑوں کی تعظیم و توقیر، چھوٹوں پر شفقت و مروت، لوگوں سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا، سلام میں سبقت، قرابت داروں اور پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک، ان کے دکھ درد میں شرکت، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پاسداری، ان اوصاف حمیدہ نے ان کی شخصیت کو برگزیدہ بنا دیا تھا۔

ع دل کو اپنا یا انھوں نے خوبی کردار سے

پیغام اجل آیا، تو ان کے ہاتھ میں تسبیح تھی، انھوں نے دم آخر تک تسبیح و تقدیس الٰہی کی پاکیزہ لے لبوں پر سجائے رکھی، پیک اجل نے جسم سے روح جدا کر دی، مگر ذاکر کے ہاتھ سے تسبیح شماری کا آلہ جدا نہ ہو سکا۔

خدائے رحیم و کریم مغفرت فرمائے، درجات بلند کرے اور رحمت و غفران کا سائبان ہمیشہ ان کی قبر پر سایہ فگن رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

✦✦✦

مقدمہ فانوس حجاز سے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ✦ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جب نعت نگاری کا قافلۂ نور گھوسی کی معارف پرور سرزمین میں داخل ہوا، تو یہاں کے عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعت گوئی کے چمن میں اپنی نغمہ سنجیوں سے جذبات عشق و محبت کی لو کو تیز کیا، متاع حیات آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں نثار کر دی، یہاں کی خاک سے جو شعرا پیدا ہوئے، انھوں نے گلہائے عقیدت و محبت کے نذرانے جس حسن اخلاص کے ساتھ پیش کیے، اردو نعت گوئی کی تاریخ میں ان کو بلند مقام عطا کرتے ہیں۔

صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کے والد گرامی مولانا حکیم جمال الدین عروجؔ اعظمی علیہ الرحمہ دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی کو نجات اخروی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

یا نبی ہم سے نہ چھوٹے گا تمھارا دامن — ہم غریبوں کی ہے بخشش کا سہارا دامن
اک نظر رحم کی ہو سوئے عروجؔ مسکیں — جرم عصیاں سے ہے آلودہ ہمارا دامن

حسن عالم تاب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت اور مدینہ منورہ کی حاضری کا شوق مولانا نذیر احمد نوشہؔ برکاتی علیہ الرحمہ کے اشعار میں ملاحظہ فرمائیں۔

فروغ چہرہ قرآں ہے بسم اللہ کی صورت — ہے زیب عالم امکاں رسول اللہ کی صورت
زمانے کو بہت دیکھا چلو نوشہ مدینے کو — نکالو اب تو کوئی ان کے گھر کی راہ کی صورت

علامہ غلام جیلانی اویس برکاتی علیہ الرحمہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور کی توصیف یوں بیان کرتے ہیں۔

جو بلبل ہے گلستان محمد کے گل تر کا — مزہ آتا ہے اس کو نعت میں قند مکرر کا
رخ پر نور احمد سے جہاں پردہ ذرا سرکا — زمانہ ہو گیا روشن کھلا دروازہ خاور کا

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ کے اشعار میں دربار مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کا ذوق ملاحظہ کریں ۔

حاجیو! اب گنبد سرکار تھوڑی دور ہے   رحمت حق کا علمبردار تھوڑی دور ہے

ہے خریدار گنہ رحمت کا تاجر جس جگہ   عاصیو! وہ مصطفی بازار تھوڑی دور ہے

علامہ عبدالمصطفیٰ ماجدؔ ازہری علیہ الرحمہ کہتے ہیں، کہ دیدار مصطفی کے تمنائی کے لیے موت آب حیات پیش کرتی ہے ۔

ید موسیٰ نے تیری ضو سے ضیا پائی ہے   ترے ہی دم سے مسیحا کی مسیحائی ہے

ترے دیدار کا جو شخص تمنائی ہے   لے کے موت اس کے لیے آب حیات آئی ہے

مولانا محمد رمضان مسلمؔ علیہ الرحمہ نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا یوں کھینچتے ہیں ۔

شاہ مدینہ شاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم   نور مجسم ذات مکرم صلی اللہ علیہ وسلم

تیری نگہ دل چھیننے والی تیری ادا جاں لینے والی   بزم حسیں میں شاہ معظم صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا قاری محمد عثمان اعظمی علیہ الرحمہ نے حسن وجمال مصطفی کی رعنائیوں کی ترجمانی اس طرح کی ۔

محمد سا حسیں دیکھا نہ ایسی دلبری دیکھی   خدا نے مصطفی میں اپنی خود جلوہ گری دیکھی

دو عالم ان کے شائق انبیا ان کے ثنا خواں ہیں   دو عالم میں کہیں ہم نے نہ ایسی سروری دیکھی

نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو زندگی کا شعور عطا کیا، یہ پاکیزہ نظام حشر تک قائم رہے گا، مولانا مفتی حفیظ اللہ عاصم القادری علیہ الرحمہ کہتے ہیں ۔

ناتواں مجبور و بیکس پا گئے جینے کا حق   مصطفی لائے جہاں میں ایسا پاکیزہ نظام

کیا مٹائیں گے عدوئے دین تنظیم رسول   حشر تک باقی رہے گا میرے آقا کا نظام

ارض بطحا کی ہر شے ایک عاشق کے نزدیک نظر نواز ہوتی ہے، مولانا مفتی مجیب اشرف رضوی مدظلہ العالی[علیہ الرحمۃ والرضوان، فروغ] کے احساسات ۔

یہ وہ مدینہ ہے پاس ادب ضروری ہے   لگے نہ ٹھیس کہیں عشق کے قرینے کو

نظر نواز ہے ہر ایک شے مدینے کی   چمن بنا دیا کانٹوں نے میرے سینے کو

دربار رسالت میں حاضری کی تمنا مولانا مظفرالدین سحر اعظمی علیہ الرحمہ کے کلام میں دیکھیں ۔

لب کے بوسے فرشتے لیتے ہیں   جب گہر نعت کے لٹاتے ہیں

یا نبی اذن حاضری دیجے   ہجر میں اشک خوں بہاتے ہیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ان کی رضا شادکامی حیات اور رنج والم سے آزادی کی ضمانت ہے، ڈاکٹر اخلاق احمد بشیری کے الفاظ میں ۔

اے مسلماں! تمہیں فرمان خدا یاد رہے   کر نبی سے تو محبت کہ سدا شاد رہے

جو کرے نیک عمل سے شہ دیں کو راضی   رنج وغم سے وہ بشر دہر میں آزاد رہے

چھا گئے سارے زمانے میں بشیریؔ کیسے   یاد اصحاب شہ دیں کی وہ روداد رہے

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی شاہکار تخلیقات داور اور سراپا معجزہ ہے، ڈاکٹر شکیل اعظمی یوں نغمہ سرا ہیں ۔

وہ جس کے فیض سے اب تک مشام جاں معطر ہے   وہ خوشبوئے بدن ہے نکہت زلف پیمبر ہے

سراپا معجزہ ہے عقل انسانی سے برتر ہے   محمد مصطفی شہکار تخلیقات داور ہے

بہار لالہ وگل جلوۂ مہر ومہ وانجم   غبار رہ گزر ہے پرتو روئے منور ہے

ولادت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نور بھری فضا اور سرکار کے پیکر نورانی کی مرقع کشی نثار کریمی کچھ اس انداز سے کرتے ہیں ۔

تھا زمیں سے تا فلک اک شامیانہ نور کا   آمنہ کی گود میں آیا جو ٹکڑا نور کا

نور کے گیسو و عارض ناخن پا نور کا   سر سے پا تک میرا آقا میرا مولا نور کا

مضطرؔ اعظمی اپنی متاع جان، سرور کونین کے قدموں میں نثار کرنے کی پرخلوص تمنا کرتے ہیں، یہی سودا انھیں دارین کی سعادتوں اور کامرانیوں سے بہرہ مند کرنے والا ہے ۔

سرور دیں پر متاع جاں فدا کرتا ہوں میں   زندگی کی اس طرح قیمت ادا کرتا ہوں میں

ہر نفس محبوب رب کا تذکرہ کرتا ہوں میں   مبتلائے درد عصیاں ہوں دوا کرتا ہوں میں

تو مجھے ناداں سونے کی ترازو میں نہ تول   ایک مٹھی خاک طیبہ پر بکا کرتا ہوں میں

اقبال اعظمی کی محبت وشیفتگی کا یہ منظر دیدنی ہے، وہ ایسا عاشق صادق ہے جو کوچہ جاناں کے خار وخس کو اپنی آنکھوں میں رکھنے کی تمنا کرتا ہے اور وہ جس مقام پر بھی ہو گلستان مدینہ کے مناظر میں گم رہنے کی

آرزو اس طرح کرتا ہے ؎

مری آنکھوں میں خار کوئے سرور رکھ دیا جائے	مجھے مرقد میں بسم اللہ پڑھ کر رکھ دیا جائے
کہیں بھی میں رہوں آقا فقط اتنی گزارش ہے	نگاہوں میں مری طیبہ کا منظر رکھ دیا جائے

مختار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات سرتاپا معجزہ ہے، معجزۂ شق القمر، سنگ ریزوں کا کلمہ پڑھنا، شجر کا آپ کی بارگاہ ناز میں چل کر آنا، ان معجزات کی پاکیزہ ترجمانی علامہ بدرالقادری نے کیا خوب فرمائی ہے ؎

محبوب رب کا فیض نظر بولنے لگا	لب چپ ہوئے تو ان کا اثر بولنے لگا
چل مصطفی بلاتے ہیں یہ سن کے وجد میں	پڑھتا سلام ان پہ شجر بولنے لگا
مختار کائنات کی اٹھیں جب انگلیاں	شق ہو کے آسماں کا قمر بولنے لگا
ام القریٰ کی وادی و کہسار ہیں گواہ	قدموں کا بوسہ پا کے حجر بولنے لگا

مولانا ڈاکٹر شکیل اعظمی مصباحی پرنسپل دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور نے علامہ بدرالقادری کے پڑوس میں آنکھ کھولی، بچپن ہی سے ایک عالم اور شاعر کی صحبت کا موقع میسر آیا، اخاذ طبیعت نے بدرالقادری کے شعری آہنگ اور اسلوب شاعری سے اثر قبول کیا، زمانۂ طالب علمی سے شعر گوئی کا آغاز ہوا اور یہ جذبہ آہستہ آہستہ پروان چڑھتا رہا، مضطر اعظمی اور مولانا فروغ احمد اعظمی سے اصلاح لیتے رہے، ان فن کاروں کے مشورۂ سخن نے فکر ونظر کو جلا بخشی، علامہ بدرالقادری کی نعتیہ شاعری کو آپ نے سر مشق سخن بنایا اور اپنے کلام پر آخری اصلاح انھیں سے لی۔ پاکیزہ طبیعت اور مزاج نے کوچہ جاناں کے طواف اور غزل کی گھسی پٹی ڈگر پر چلنے سے ابا کیا، آپ نے سبزہ زار مدینہ کا رخ کیا اور مظہر جمال وکمال ذات مقدس کو اپنی شاعری کا مرکز قرار دیا۔ عشق رسالت اور صفات محمدی کو نعتوں کا موضوع بنایا ؎

شکیل اعظمی تم نہ غزلیں سناؤ	میں نعت نبی کا مزہ چاہتا ہوں
حمد خدا ہو مدحت خیر الانام ہو	میری تمام عمر اسی میں تمام ہو

ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت ومحبت نے شاعر کی زندگی کو ایسی صالح ڈگر پر لگا دیا ہے، جہاں وہ شام وسحر اپنی دنیائے تصورات میں آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت وشمائل اور

سیرت واخلاق کو جلوہ گر دیکھتا ہے۔ جب سرمستی وسرشاری حد سے بڑھنے لگتی ہے، تو وہ شعر کا پیکر اختیار کر لیتی ہے۔ ایک ایک مصرع محبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔ کسی شعر میں آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومناقب بیان کرتے ہیں، کسی موقع پر جمال صوری وکمال معنوی کی تعبیر کرتے ہیں، کبھی جذبات کی رو میں بہہ کر اپنا سب کچھ نبی کے قدموں میں نچھاور کرتے چلے جاتے ہیں، کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی مقام کے عظیم مرتبے سے دنیا والوں کو روشناس کراتے ہیں ؎

عشق سرکار میں جینے کی ادا دی جائے	نیند طیبہ میں ہمیشہ کی سلا دی جائے
رب کے محبوب کی سیرت کو سبھی اپنائیں	دشمنوں کو بھی ہدایت کی دعا دی جائے
آج بھی ہم سے صحابہ کا عمل کہتا ہے	دین اسلام پہ ہر پونجی لٹا دی جائے
ہر طرف امن کا ہو جائے سویرا لوگو!	دہر کو سیرت سرکار سکھا دی جائے

مرحبا جلوہ سبز گنبد
ہند میں بیٹھ کر دیکھتا ہوں

دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری ہر عاشق صادق کا مقصود ومدعا ہوتا ہے، مدینے کی چاہت ہمیشہ دل ودماغ میں رچی بسی ہوتی ہے، شکیل اعظمی بھی فرقت طیبہ میں بے قرار ہو کر کہتے ہیں ؎

غم فرقت سے دل ہے پارہ پارہ یا رسول اللہ	کرا دیں مجھ کو طیبہ کا نظارا یا رسول اللہ

بارگاہ الٰہی میں عرض پرداز ہیں ؎

میری قسمت میں لکھ دے در مصطفی	دوسرا کوئی یارب نہ در چاہیے
یا خدا میرے ماں باپ ہوں ہم سفر	ایسا طیبہ کا مجھ کو سفر چاہیے

[الحمد للہ! شاعر کی یہ آرزو پوری ہوئی اور ۲۰۱۱ء میں والدین کے ساتھ سفر حرمین شریفین گئے، فروغ]

ہے عاشق کی خواہش کہ میں بھی تو دیکھوں	محمد کا پیارا وطن دھیرے دھیرے

در رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کا مقصد رو رو کر آقا سے حال دل زار بیان کرنا ہے ؎

ہم اگر قسمت سے جا پہنچے مدینہ اے شکیلؔ	حال غم رو رو کے آقا کو سناتے جائیں گے

بیابان حرم کی جاذبیت اس شعر میں دیکھیں ؎

کیا کریں گے وہ بھلا خلد کے باغات کی بات　　دیکھ کر جو بھی بیابان حرم آتے ہیں

آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سرمایہ جان وایمان ہے، ہر مومن کا قلب عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہوتا ہے اور روح حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تازگی پاتی ہے۔شاعر نے بھی اپنے جذبات محبت کو بڑے دلکش اور حسین پیرائے میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے ۔

حسن عقبی کے لیے حب نبی پیدا کر　　جان ایماں ہے حقیقت میں محبت ان کی

بادشاہت سے بڑی دولت کا وہ مالک ہوا　　مل گئی جس شخص کو الفت رسول اللہ کی

رسول کے سوا خیال غیر دل میں آئے کیوں　　بغیر یاد مصطفی یہ دل قرار پائے کیوں

نہ غافل ہو دل ذکر احمد سے یارب　　میں دل صورت آئینہ چاہتا ہوں

وجہ تخلیق کائنات حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت اور نعت ہر سچے عاشق کا مطمح نظر اور مدعائے شوق ہوتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے مقدس پیغمبروں نے کی ۔

ان کی آمد کی بشارت ہر صحیفے میں ملی　　ہر نبی کرتا رہا مدحت رسول اللہ کی

شکیل اعظمی نے اپنی کاوش فکر کی عنان پاکیزہ صنف نعت کی طرف موڑی اور اس میدان میں قدم رکھ کر اپنے شعری سفر کو آگے بڑھایا، جس کے طفیل ان کو شعور فن کی دولت میسر آئی، اپنے کلام میں جس کا اظہار انھوں نے جا بجا کیا ہے ۔

نعتیہ شعر میں پڑھتا ہوں عقیدت سے شکیلؔ　　تاکہ مل جائے مرے فن کو ضمانت ان کی

سرور دوجہاں کا تصدق ہے یہ　　دیکھیے مجھ کو بھی شاعری آگئی

نام کیا آگیا لب پہ سرکار کا　　فکر وفن میں مرے تازگی آگئی

نعت ہی کی بدولت شکیلؔ اعظمی　　تیرے اشعار میں پختگی آگئی

شکیل کی نعت نگاری کا مقصد رضائے محبوب کردگار ہے ۔

آپ ہی کی رضا کے لیے یہ شکیلؔ　　کرتا ہے نعتیہ شاعری یا نبی

بلاشبہ انسان شعر اور شعر کی تمام آفاقی وسعتوں اور لطافتوں کو وجدانی طور پر حاصل کر لینے اور دل ودماغ پر اس کی تمام تر پہنائیاں عیاں ہو جانے کے باوجود یا بلفظ دیگر انسان زبان وبیان کی قدرت اور علوم وفنون پر دستگاہ کے باوجود کما حقہ جذبات قلب کی ترجمانی سے بھی قاصر رہ جاتا ہے، تاہم فکر وفن کے مخصوص ومحدود پیرائے میں اپنے آفاقی تخیل کو سمونے کی سعادت حاصل کر کے قلبی راحت وسکون ضرور پالیتا ہے اور جب یہ فکر وشعور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات کا احاطہ کرنا چاہتی ہے تو اس کو عجز ودرماندگی کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے ۔

شکیلؔ اب کون کرسکتا ہے مدحت ایسے آقا کی　　زمیں سے عرش تک شہرہ ہو جس کی مصطفائی کا

عزیز گرامی مولانا شکیل اعظمی اپنی نعت ومنقبت کا حسین گلدستہ لے کر شعر وسخن کی بزم میں وارد ہو رہے ہیں، امید ہے کہ ان کی سوغات بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں مقبول اور ارباب علم وفن کے نزدیک قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔ دست بہ دعا ہوں کہ یہ مجموعہ کلام ''فانوس حجاز'' جلد تر شائع ہو کر باذوق قارئین کے ہاتھوں کی زینت بنے اور شاعر کو اس کے صلے میں دارین کی سعادتیں نصیب ہوں۔ آمین

محمد عاصم اعظمی

۲۹ رشوال المکرم ۱۴۴۱ھ/ ۲۲ رجون ۲۰۲۰ء بروز پیر

✦✦✦

صاحب اخلاق وکردار

سراج الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی دامت برکاتہم

سرزمین گھوسی میں تعلیم وتعلم سے تعلق رکھنے والے علما کی تعداد بہت زیادہ ہے۔اسی لیے اہل علم ودانش گھوسی کو مدینۃ العلماء کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔محب مکرم جناب مولانا ڈاکٹر شکیل احمد مصباحی سابق صدر المدرسین دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور، سلطان پور اسی مردم خیز آبادی سے تعلق رکھتے تھے۔دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم بھی پائی۔بی اے اور ایم اے کیا، پھر پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کی۔اس طرح ڈاکٹر کا لاحقہ بھی ان کے نام کا جز بن گیا۔

دو دہائی سے زائد عرصے تک موصوف درس وتدریس سے منسلک رہے۔کثیر تلامذہ کی جماعت تیار کی، جو اپنے اپنے طور پر دین کی خدمات انجام دے رہی ہے۔ڈاکٹر شکیل احمد مصباحی مرحوم عالم دین ہونے کے ساتھ اچھے قلم کار اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔عمدہ عادات واطوار اور بہترین اخلاق وکردار والے تھے۔بڑے ملنسار، خوش طبع، مودب اور بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔بارہا مولانا مرحوم سے ان کی فراغت کے بعد ملاقات رہی ہے۔بڑی اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا جس سے میں کافی متاثر ہوا۔موصوف دین وسنیت کی بہترین خدمات انجام دے رہے تھے۔اپنے وطن مالوف سے اپنے تدریسی مرکز جارہے تھے کہ منزل کے قریب گاڑی حادثہ کا شکار ہوگئی اور مولانا موصوف راہی ملک عدم ہوگئے۔ابھی ان سے اہل سنت وجماعت کو بہت سی امیدیں وابستہ تھیں۔بہت ساری علمی تحریریں آنا باقی تھیں۔لیکن سب کچھ چھوڑ کر سوئے آخرت روانہ ہوگئے۔خدائے کریم مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے، انھیں اپنے جوار رحمت میں خاص مقام عطا فرمائے اور ان کے جملہ پس ماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل سے نوازے اور ان کا نعم البدل مرحمت فرمائے۔آمین! بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

محمد نظام الدین رضوی

شیخ الحدیث وصدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور

۸ر جمادی الآخرہ ۱۴۴۳ھ/ ۱۲ر جنوری ۲۰۲۲ء بعد ظہر

◆◆◆

پیغام تعزیت

ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر مصباحی الہ آبادی

حضرت گرامی مولانا محمد احسان صاحب مدظلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی (علیہ الرحمۃ والرضوان) ایک بلند پایہ عالم دین، محقق اور صاحب قلم دانشور تھے۔4 دسمبر 2021 کو ایک کرب ناک حادثے کی زد میں مدرسہ آتے ہوئے شہید ہوگئے۔**اناللہ وانا الیہ راجعون۔**

مرحوم ومغفور کی دینی وعلمی خدمات، تدریسی مصروفیات اور سرگرم عمل زندگی کی مبارک رفتار ایک مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے، تقریباً 46 سال کی عمر میں ان کے کارناموں کی فہرست طویل ہے، اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں مراتب ودرجات سے نوازے اور ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر لمحہ لمحہ رحمتوں کے پھول برسائے۔آمین

تحقیقی مقالہ نویسی کے دوران تبادلہ خیال کے لیے خاکسار کے پاس خانقاہ حلیمیہ الہ آباد بھی تشریف لائے تھے، انتہائی منکسر المزاج، سلیم الطبع اور نیک دل عالم ومدبر اور جذبۂ بے کراں کی راہ پر گامزن رہنے والے مسافر تھے، ہر گھنی چھاؤں کو چھوڑ کر ہمیشہ سنگلاخ راستوں اور خار مغیلاں پر چلنا پسند کیا، تاکہ مقاصد زندگانی کسی بھی منزل پر کمزور نہ ہونے پائیں۔

ایسے مرد مجاہد کی جدائی پر نہ صرف اہل خانہ، نہ صرف اہل خاندان بلکہ ساری جماعت اپنی آنکھ نم کرنے پر مجبور ہوجاتی ہے، اللہ تعالیٰ خدمات کو قبول فرمائے اور اجر عطا کرے۔آمین

غم زدہ

ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر مصباحی الہ آبادی

سجادہ نشیں: خانقاہ عالیہ حلیمیہ پریاگ راج

30/01/2022

◆◆◆

تقدیم

ادیب شہیر حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مدظلہ العالی

شیخ الحدیث دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

موت ایک اٹل حقیقت ہے، ہر ایک جاندار کو آئے گی اور اپنے وقت پر آئے گی، حدیث شریف میں امت محمدیہ کی طبعی عمر ساٹھ سے ستر سال بیان کی گئی ہے، مگر ضروری نہیں کہ سب کو عمر طبعی مل ہی جائے، بہت سے لوگ ۶۰ (ساٹھ) سال سے پہلے ہی دنیا چھوڑ جاتے ہیں، اس لیے اگر کسی کو ۶۰ (ساٹھ) سال سے پہلے موت آجائے تو نہیں کہیں گے کہ بے وقت مرگیا، ہر شخص کو اپنے وقت پر ہی موت آتی ہے، اور ایک منٹ، ایک سکنڈ کی بھی تقدیم وتاخیر نہیں ہوسکتی۔

خلد آشیاں ہمارے ہم وطن، عزیز برادر دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور کے پرنسپل حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد قادری اعظمی ساکن محلہ ملک پورہ قصبہ خاص گھوسی ضلع مئو، یوپی عمر طبعی سے پہلے تقریباً پچاس سال کی عمر میں اپنے حصّے کا مقدر کام اور خدمت جلدی جلدی انجام دے کر ۴ر دسمبر ۲۰۲۱ء بعد غروب آفتاب، حالت سفر میں ایک حادثے میں دنیا سے چلے گئے۔

چوں کہ یہ حادثاتی موت تھی، اور اتنی جلدی موت کا کسی کو ذرہ برابر بھی گمان نہیں تھا، کیوں کہ انہیں کوئی مہلک بیماری بھی نہیں تھی اس لیے اظہار افسوس اور تعزیت میں سب کی زبان سے یہی نکلا کہ وقت سے پہلے چلے گئے، بے وقت موت آگئی، انھیں ابھی اور زندہ رہنا چاہیے تھا، وغیرہ وغیرہ، سچ یہ ہے کہ موت کا ایک دن معین ہے، اور وہ اپنے اسی وقت پر آجائے گی اور کسی کو بتا کر نہیں آئے گی یہاں بھی ایسا ہی ہوا، وہ آگئی۔

بوڑھے ماں باپ، چھ بھائی بہن، جوان بیوی، چار چھوٹے چھوٹے بچے، سب سکتے میں اور حد درجہ حیران وپریشان، یہ کیا ہوگیا؟ اور اب کیا ہوگا؟ مدرسے کے ذمہ داران، اساتذہ، طلبہ، معاونین ومتعلقین اور دیگر اقربا، احباب اور قدردانوں پر بھی یہ خبر بجلی بن کر گری، تھوڑی دیر کے لیے کسی کو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا، یہ کیسے ہوگیا؟ مگر جو ہونا تھا، ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

سب کہتے ہیں، وہ بہت اچھے انسان تھے، ایک سچے مسلمان، ایک اچھے سچے عالم دین، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عالم ربانی تھے، کام کے آدمی تھے، اچھی زندگی گزاری اور اچھی موت پائی۔

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ. ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (الفجر: ۲۷-۲۸)

ع خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

لیکن وہ مرے کہاں؟ وہ تو مر کر زندۂ جاوید ہوگئے، ان کا کام زندہ ہے، ان کی خدمات زندہ ہیں، یہی انھیں ہمیشہ زندہ رکھیں گے، زندگی بھر خود کام کیا اور دوسروں کو کام سکھا کر کام کا آدمی بنایا، وہ اپنی مختصر حیات مستعار کا کوئی وقت ضائع نہیں کرتے تھے، ہر دم کام میں لگے رہتے تھے، وقت کی بڑی قدر کرتے تھے، وقت ضائع نہیں کرتے تھے، بلکہ کام میں اور اہم سے اہم کام میں استعمال کرتے تھے، فرائض دینی کی ادائیگی اور طبعی ضروریات پوری کرنے کے بعد ان کا سارا وقت پڑھنے پڑھانے، لکھنے لکھانے اور عہدے کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں گزرتا تھا، آپ نے بڑی مصروف زندگی گزاری۔

وہ عموماً ہر طرح کا اپنا سارا کام خود کر لیتے تھے، دوسروں سے نہیں کہتے تھے، چاہے ذاتی کام ہو، چاہے منصبی فرائض کا، بلکہ اپنے ماتحتوں کا نا تمام کام بھی شکوہ کیے بغیر خود ہی انجام دے لیتے تھے، کوتاہی پر ناراضگی کے اظہار اور جھڑکی سے بھی بچتے تھے، ہاں کبھی کبھار حیثیت عرفی کا لحاظ رکھ کر نرم لہجے میں اپنی بات ضرور کہہ دیتے تھے، انھیں مصروفیات کی وجہ سے لمبے اوراد ووظائف کا وقت کم ملتا تھا لیکن کل سے فارغ ہوکر رات گئے اور سحر گاہی اوقات میں یا دوران سفر اپنے مولیٰ کی یاد میں گم ہوجاتے تھے، مراقبات اور حبس دم کے عمل میں کبھی کبھار کسی کسی نے دیکھ بھی لیا ہے۔

پنج وقتہ نماز باجماعت کے عادی تھے، روزانہ بعد فجر مختصر وظیفہ اور تلاوت کی بھی عادت تھی، سفر میں خالی نہیں بیٹھتے تھے، دل کے ساتھ زبان اور انگلیاں ذاکر وشاغل رہتی تھیں، اپنے آخری سفر میں (جو سفر آخرت بھی ثابت ہوا) لوگوں کا بیان ہے کہ یادِ مولا میں ذاکر وشاغل ہی تھے، ان کی انگلیوں سے الیکٹرانک تسبیح وصال کے بعد دوسروں نے نکالی۔

خدا کے فضل سے ذکر مولیٰ کا ہی نتیجہ ہے، دنیا سے عالم برزخ سدھار جانے کے بعد اب تک انھیں زبان وقلم کے ذریعے بہت زیادہ یاد کیا جارہا ہے۔ فَاذْكُرُوْنِيْۤ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ

وَلَا تَكْفُرُونِ کا یہی تو مطلب ہے۔

وہ فطرۃً کم گو تھے، مگر پُرگو تھے، ضرورت پر ہی بولتے اور ضرورت بھر ہی بولتے تھے، اس لیے جھوٹ، غیبت، چغلی، شکوہ شکایت، بے جا تعریف و تنقیص اور غیر ضروری اعتراض و تنقید، فحش گوئی اور دل آزاری جیسے لسانی گناہوں سے بڑی حد تک دور تھے، انھیں ان بری عادتوں سے طبعی نفرت تھی، یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا خاص انعام تھا، سب کو عموماً یہ دولت نصیب نہیں ہوتی:

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

وہ شروع ہی سے بہت شریف اور سنجیدہ تھے، ان کی پوری زندگی میں یہ بات پائی گئی خود میں نے بھی دیکھی، ان کی پوری زندگی میرے سامنے ہے، خاص طور سے ان کا بچپنا، ابتدائی تعلیمی ایام۔ اور ان کی زندگی کے آخری تقریباً ساڑھے تین سال۔

ہمارا گھر مولانا کا ننیہال تھا، ان کی والدہ میری مہربان پھوپھی ہیں، میری والدہ محترمہ مرحومہ کا انتقال ۴-۵ سال کی درمیانی عمر میں ہو گیا، تو میری پرورش کا زیادہ بوجھ میری دادی اور میری انہی پھوپھی صاحبہ پر پڑا اور دونوں نے بڑی شفقت اور ذمہ داری سے تربیت فرمائی، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، آمین!

ایک گھریلو روایت کے مطابق ان کا حقیقی سال پیدائش ۱۹۷۲ء ہے، اور میرے عزیز بھائی مولانا افتخار ندیم اعظمی کا سال پیدائش مجھے یقین کے ساتھ یاد ہے کہ وہ ۱۹۷۵ء ہے اور یہ مولانا شکیل صاحب سے چھوٹے ہیں۔

شعور سنبھالنے اور بالکل ابتدائی تعلیم محلے میں حاصل کرنے کے بعد آگے کی پڑھائی کے لیے مولانا مدرسہ شمس العلوم آگئے اور ہمارے گھر رہنے لگے، یہیں سے شمس العلوم میں پڑھنے جاتے تھے، مولانا افتخار ندیم کا اندازہ یہ ہے کہ درجہ سوم سے ہفتم تک ہمارے گھر پر رہ کر شمس العلوم میں پڑھا، اس دوران ان کو خوب قاعدے سے دیکھا، پھر اپنے گھر قصبہ خاص سے روزانہ مدرسہ آتے تھے، اور عالمیت تک شمس العلوم میں تعلیم حاصل کی۔

۱۸ راگست ۲۰۱۸ء کو جب میں دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی سے دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور

آگیا، تو تین سال سے زیادہ ساتھ میں رہنا، کھانا پینا اور اٹھنا بیٹھنا نصیب ہوا اور مزید بہت غور سے انھیں دیکھنے اور سمجھنے کا ایک اور موقع ملا۔

پھر وہ ۴ر دسمبر ۲۰۲۱ء کو اچانک ساتھ بھی چھوڑ گئے اور دنیا بھی چھوڑ گئے، ان کا بہت سا لکھنے پڑھنے کا کام ادھورا رہ گیا۔

تدریس کے ساتھ اردو نثر و نظم میں خامہ فرسائی کا ذوق بھی قدرت نے بڑی فیاضی سے عطا کیا تھا، نثر بھی اچھی لکھتے تھے اور شعر بھی اچھا کہتے تھے، علامہ عاصم اعظمی کی تعلیم و تربیت سے زیادہ متاثر تھے، انھیں سے زیادہ قریب رہے، اور دینی تعلیم کے ساتھ گریجویشن اور پوسٹ گریجویشن کر کے پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کی، اور اردو زبان و ادب کا بھی دلچسپی اور محنت سے مطالعہ اور ورک کیا اور ایک اچھے سہل نگار مگر ادبی زبان کے قادر الکلام شاعر اور نثر نگار بن گئے، مختصر وقت میں نعت و غزل کے الگ الگ دو مجموعے اور نثر میں چھوٹی بڑی کئی کتابیں اور تحقیقی مقالات یادگار چھوڑے۔

مولانا ڈاکٹر شکیل اعظمی جہاں بھی رہے اپنی ذاتی خوبیوں اور مخلصانہ خدمتوں کی وجہ سے ہر دل عزیز رہے، چاہے گاؤں، محلہ ہو، یا مدرسہ، اکابر و اساتذہ ہوں یا دوست و احباب، اپنے ہوں یا بیگانے۔

جامعہ حنفیہ شہر بستی پھر مدرسہ حق الاسلام لال گنج اور اخیر میں گیارہ سال دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، سلطان پور میں کام کیا اور عوام و خواص میں بہت مقبول رہے۔

انھوں نے بہتوں کو متاثر کیا اور سب کے دلوں میں خاص جگہ بنائی، میں بھی ان کی خوبیوں اور خدمتوں سے بہت متاثر رہا، عظمت اور گوناگوں ذاتی اور کسبی خوبیوں کے باوجود بہت منکسر المزاج اور اپنے بڑوں کے لیے انتہائی مودب، قدرداں اور وفادار رہے۔

وہ میرے بہت قریب تھے، اور میرا بہت لحاظ رکھتے تھے، میری تجویز پر لال گنج گئے اور پھر میرے ہی مشورہ پر دوست پور آئے، دوست پور والوں کی سچی طلب پر میرے سامنے ان کے اور مدرسے کے ذمہ داروں کے درمیان حضرت مولانا محمد نعیم نورانی کے گھر (کمہر یاڈ ہوا، بستی) میں مختصر گفتگو میں معاملے طے پا گئے اور مولانا نے دوست پور میں کام شروع کر دیا اور اچھا کام کیا، پھر میں بھی دوست پوران کے ساتھ آگیا، مگر وہ ہمارا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے
کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

دس سال اور زندگی ملی ہوتی تو خوبیوں اور خدمات میں اور اضافہ ہوا ہوتا اور ہر دل عزیزی اور مقبولیت، محبوبیت کے درجات تک پہنچ گئی ہوتی، اس کے باوجود بھی ان کے بہت سے معاصر ہی نہیں بلکہ عمر میں سینئر، مدرسے کے کئی اساتذہ نے اپنا تاثر ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ میں حضرت موصوف سے متاثر ہی نہیں، بلکہ ان کا معتقد بھی ہو گیا تھا، ادارے کے سربراہِ اعلیٰ عالی جناب حاجی محمد علی رضوی کا مولانا کے انتقال کی خبر پا کر پھوٹ پھوٹ کر رونا مولانا کی محبوبیت ہی کی علامت ہے، جس نے معین المشائخ حضرت سید شاہ معین الدین اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین درگاہ مخدوم اشرف سمنانی کچھوچھہ کو بھی بہت متاثر کیا۔

ہمارے مولانا کم وقت میں بہت اچھے اچھے اور بڑے بڑے کام کر کے دنیا میں نام پیدا کر گئے، کاش! کچھ اور زندگی ملی ہوتی تو کچھ اور اچھا اور بڑے سے بڑا کام کرنے کا موقع ملا ہوتا، مگر اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی آخرت اچھی سے اچھی کرے، ان کی نیکیاں قبول فرمائے اور بلا حساب و کتاب ان کی بخشش فرمائے۔ آمین ثم آمین! ع

خوش درخشید ولے دولت مستعجل بود

سوگوار

فروغ احمد اعظمی مصباحی

◆◆◆

آہ! ادیب شہیر مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی

ماہر رضویات، پیر طریقت حضرت علامہ سید صابر حسین شاہ بخاری قادری مدظلہ النورانی
خلیفہ مجاز بریلی شریف، سرپرست اعلیٰ ماہنامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل و ہماری آواز
مدیر اعلیٰ الحقیقہ، ادارہ فروغ افکار رضا و ختم نبوت اکیڈمی برہان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان
، پوسٹ کوڈ نمبر 43710 / ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ/ ۱۵ دسمبر ۲۰۲۱ء بروز بدھ 9:03

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

دورہ لاہور شریف کے دوران اس خبر وحشت اثر نے غمگین کر دیا کہ ۲۹ / ربیع الغوث ۱۴۴۳ھ ۴ دسمبر ۲۰۲۱ء بروز ہفتہ رات ساڑھے ٦ بجے ادیب شہیر علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی قادری برکاتی مصباحی رحمۃ اللہ علیہ صرف ۴۵ سال ۱۱ ماہ اور ۴ دن کی عمر میں اپنے وطن گھوسی سے دوست پور سلطان پور جاتے ہوئے اکھنڈ نگر پروانچل ایکسپریس وے پر اچانک ایک ٹریفک حادثے میں شہید ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی قادری برکاتی مصباحی رحمۃ اللہ علیہ عصر حاضر کے مصباحی علما میں نہایت فعال اور متحرک تھے آپ ایک ذی شعور مفکر بلند پایہ عالم دین اور قادر الکلام شاعر تھے، عاجزی اور انکساری اور اصاغر نوازی میں اپنی مثال آپ تھے علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی قادری برکاتی مصباحی رحمۃ اللہ علیہ بن امیر احمد بن عظیم اللہ کی ولادت یکم جنوری ۱۹۷٦ء کو قصبہ خاص ملک پورہ گھوسی ضلع مئو یوپی انڈیا میں ہوئی آپ سات بہن بھائی ہیں چار بھائیوں میں آپ تیسرے نمبر پر تھے آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت مدرسہ رضویہ بدر العلوم ملک پورہ گھوسی میں حاصل کی جامعہ شمس العلوم گھوسی مئو میں منتہی درجات [عالمیت] تک پڑھنے کی سعادت حاصل کی آخر میں اہل سنت کی معروف درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے اکتساب فیض کیا اور [درجۂ فضیلت میں] سند فراغت حاصل کی پنجاب یونیورسٹی سے ایک علمی و تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری بھی حاصل کی آپ کے اساتذہ کرام میں محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت برکاتہم العالیہ (صاحبزادہ صدر الشریعہ صاحب بہار شریعت) صدر العلما

علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم العالیہ (ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور) بحر العلوم علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی رحمۃ اللہ علیہ قمر العلما علامہ قمر الدین اشرفی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کے اسمائے گرامی نہایت روشن اور نمایاں ہیں آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں حضور سیدی نظمی میاں قادری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور نجم الاصفیا پیر سید نجم الدین احمد قادری سہروردی دامت برکاتہم العالیہ (جھونسی شریف الہ آباد) سے آپ کو خلافت واجازت حاصل تھی آپ کی ساری زندگی درس وتدریس میں بسر ہوئی، آپ نے جامعہ حنفیہ رحمت گنج ضلع بستی میں نو سال تدریسی فرائض سرانجام دیے۔ 2006ء تا 2010ء مدرسہ حق الاسلام مکتب عربیہ لال گنج ضلع بستی میں اور 2010ء تا 2021ء تادم آخریں دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور میں نہایت احسن انداز میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ آپ کا عقد مسنون حضرت حافظ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سابق استاذ جامعہ شمس العلوم گھوسی مئو کی دختر نیک اختر محترمہ سنبل فاطمہ صاحبہ سے ہوا، ماشاء اللہ آپ بھی عالمہ فاضلہ ہیں اللہ تعالی نے آپ کو دو صاحبزادوں اور دو صاحبزادیوں سے نوازا ہے۔ صاحبزادوں کے اسمائے گرامی طفیل احمد اور عبید احمد ہیں اللہ تعالی آپ کے اس گلشن کو علم وفضل سے ہمیشہ شاد وآباد رکھے۔ آمین، قلم وقرطاس سے آپ کا گہرا تعلق رہا ہے۔ جس پر مختلف موضوعات پر آپ کے لکھے گئے مقالات ومضامین شاہد وناطق ہیں، جو مختلف جرائد ورسائل میں شائع ہوئے ہیں۔ ضرورت ہے کہ آپ کے تمام مضامین ومقالات کو سلک مروارید کی طرح یکجا کر کے کتابی صورت میں شائع کیا جائے تاکہ یہ علمی وتحقیقی ذخیرہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے، اب تک آپ کی دو کتابیں چھپ کر منظر عام پر آئی ہیں، ایک کتاب رمضان اور عید کے فضائل ومسائل جو اپنے موضوع پر مختصر مگر جامع اور پر اثر ہے، یہ کتاب ۲۰۰۳ء میں جامعہ حنفیہ رحمت گنج گاندھی نگر بستی کے زیر اہتمام شائع ہو کر سامنے آئی ہے، دوسری کتاب تذکرہ صدر ملت ہے، جس میں شیخ طریقت صدر ملت حضرت مولانا صوفی سید صدر عالم سید القادری جھونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے صحیفہ حیات کے تابندہ نقوش کچھ اس انداز میں پیش فرمائے ہیں کہ پڑھنے والے کے دل میں یہ نقوش جاوداں بن کررہ جاتے ہیں، یہ ۲۰۲۱ء میں دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور کے شعبہ تصنیف واشاعت واسطی فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام چھپ کر سامنے آئی ہے۔ آپ نے مختلف کتابوں پر تقریظات وتاثرات بھی لکھے ہیں، انھیں یکجا کر کے کتابی صورت میں شائع کرنے کی ضرورت ہے

۔شاعری کے میدان میں بھی آپ کے قلم نے جولانیاں دکھائی ہیں، آپ کا ایک مجموعۂ نعت اور دوسرا مجموعۂ غزلیات مرتب ہے، انھیں شائع کر کے منظر عام پر لانے کی ضرورت ہے۔

آپ کی ناگہانی اور اچانک شہادت سے ہمارا علم وقلم کا ایک آفتاب غروب ہو گیا پھر ایک عالم کے اٹھنے سے علم اٹھتا جا رہا ہے، اسی لیے موت العالم موت العالم کہا جاتا ہے۔ آپ کی پہلی نماز جنازہ ۵ ردسمبر ۲۰۲۱ء بروز اتوار بعد نماز ظہر دو بجے دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور میں حضرت مولانا عبدالرشید برکاتی کی امامت میں ادا کی گئی، دوسری نماز جنازہ ۵ ردسمبر ۲۰۲۱ء بروز اتوار بعد نماز عشا ساڑھے آٹھ بجے آستانہ عالیہ حضرت خواجہ محمود بہرنگ بلالی رحمۃ اللہ علیہ مجھواڑہ موڑ گھوسی میں مؤرخ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی دامت برکاتہم القدسیہ کی اقتدا میں پڑھی گئی اور آستانہ عالیہ کے قرب میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

ع پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

یہ تعزیتی شذرہ مولانا نازش المدنی مرادآبادی زید مجدہ کی وساطت سے مولانا محمد ابو الوفا رضوی زید مجدہ (داماد علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ) کی دی گئی معلومات کی روشنی میں لکھا گیا ہے، فقیران دونوں کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہے۔ جزاہما اللہ خیرا کثیرا کثیرا۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہمارے ممدوح حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی قادری برکاتی مصباحی رحمۃ اللہ علیہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے اور ان کے پسماندگان اور ہم سب غربائے اہل سنت کو بھی صبر جمیل اور صبر جمیل پر اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین! ثم آمین! یارب العالمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

◆◆◆

ایک ہردلعزیز عالم ربانی

حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین قادری

صدر شعبۂ افتادار العلوم علیمیہ جمد اشاہی، بستی

کچھ ایام قبل ایک جانکاہ حادثہ کا شکار ہو کر ایک انوکھی شان سے عالمِ جاودانی کی طرف رحلت کر جانے والے عالم ربانی حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی صدر المدرسین دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور **تغمدہ اللہ الحنان برداء العفو والغفران واسکنہ فسیح الجنان**۔ نوجوان علمائے اہل سنت میں اپنی بہت ساری خوبیوں کی بنا پر ممتاز بلکہ فائق الاقران تھے۔ رب قدیر نے انھیں گونا گوں محاسن وکمالات سے سرفراز فرمایا تھا۔ دنیائے قرطاس وقلم ہو یا بزم شعر وسخن، جہانِ تدریس ہو یا میدان خطابت ونقابت، عوام اہل سنت کی اصلاح ورہبری ہو یا اساتذہ وطلبہ کی قیادت ہر جگہ ایک امتیازی شان سے جلوہ گر نظر آتے تھے۔ اپنی نیکی، بلند سیرت وکردار، ملنساری، سادگی، خاکساری، شیریں گفتار، بڑوں کی غایت درجہ توقیر واحترام، چھوٹوں کا اعزاز واکرام وغیرہ بلند اوصاف وخصائل کی بنا پر وہ علما، طلبہ اور عوام ہر حلقے میں ہر دلعزیز اور یکساں مقبول تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی رحلت پر جہاں ایک طرف متعدد مدارس وجامعات کے اساتذہ وطلبہ حد درجہ رنجیدہ وافسردہ ہیں تو دوسری طرف ادارہ کے انتظام وانصرام سے وابستہ ذمہ داران وکارکنان بھی تصویر غم بنے ہوئے ہیں۔

اس دور میں جب کہ حکومت سے امداد یافتہ کسی بڑے ادارہ کی صدارت بہت کٹھن اور دشوار گزار ذمہ داری مانی جاتی ہے، حضرت مولانا موصوف اپنی مومنانہ فراست اور پختہ اور صائب تدبیر سے بطریق احسن اس عہدہ کی ذمہ داریاں نبھانے میں بھی فائز المرام رہے، اسی وجہ سے ان کے زیر صدارت مصروف تعلیم وتعلم اساتذہ وطلبہ ہوں یا انتظام وانصرام سے وابستہ افراد واشخاص ہر کوئی ان کی صالح قیادت اور حسن انتظام وانصرام کے بارے میں رطب اللسان اور ان کے فراق میں محزون و رنجیدہ نظر آتا ہے۔

خانوادۂ اشرفیہ کے چشم وچراغ معین المشائخ، پیر طریقت حضرت سید معین اشرف اشرفی الجیلانی سجادہ نشین آستانہ عالیہ کچھوچھہ مقدسہ وصدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما دام بالفضل نے ایک مجلسی گفتگو میں

بیان فرمایا کہ حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی کی رحلت پر دار العلوم مدینۃ العربیہ کے بڑے مخلص اور اہم ذمہ دار عالی جناب الحاج محمد علی صاحب کو میں نے بچشمِ خود زار وقطار روتے ہوئے دیکھا۔ ایک عالم کے انتقال پر کسی ادارہ کے اہم ذمہ دار کا اس طرح زار وقطار روتے دیکھنے کا منظر میرے لیے بڑا عجیب تھا، حضرت نے بیان فرمایا کہ دورانِ گریہ حاجی صاحب نے یہ بھی کہا کہ ہمارے مولانا صاحب ادارہ کو جس حسن وخوبی سے چلا رہے تھے اس پر ہمیں مکمل اعتماد واطمینان اور بڑا ناز تھا۔

اساتذہ، طلبہ، انتظامیہ، عوام اہل سنت اور مختلف علمی حلقوں میں ان کی یہ ہر دلعزیزی اور مقبولیت دیکھ کر بے ساختہ آیت کریمہ زبان پر جاری ہو جاتی ہے "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ"۔

شمالی ہند کی معروف اور ممتاز دینی درس گاہ دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی کے اساتذہ سے بھی حضرت مولانا موصوف کے گہرے روابط تھے، بالخصوص ادیب شہیر، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ ومولانا فروغ احمد اعظمی صاحب قبلہ (جنھوں نے ایک تہائی صدی سے زائد عرصہ تک دار العلوم علیمیہ کو بامِ عروج تک پہنچانے میں اپنا خونِ جگر صرف کیا ہے) مولانا موصوف کا ان سے بہت قریبی تعلق ہونے کی وجہ سے دار العلوم علیمیہ میں ان کا اکثر آنا جانا رہتا تھا، یہاں متعدد پروگراموں میں کبھی بحیثیت نقیب اور کبھی بحیثیت خطیب تشریف لائے اور اپنی خوبصورت اور دل آویز نقابت وخطابت سے سامعین طلبہ وعوام کو بہت متاثر اور محظوظ ومسرور کیا۔

جامعہ حنفیہ رحمت گنج بستی ہو، یا مدرسہ حق الاسلام لال گنج بستی، یا جامعہ اہل سنت مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور، حضرت مولانا موصوف جن جن اداروں میں بحیثیت استاذ یا صدر المدرسین مامور رہے پورے اخلاص تن دہی اور محنت وجاں فشانی کے ساتھ مصروف عمل رہے اور اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں کبھی دریغ نہ کیا۔

دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور نے بحمدہ تعالیٰ ان کی مثالی قیادت میں عروج وارتقا کی منزلیں طے کیں، اور بفضلہ تعالیٰ یہ ادارہ بڑی تیزی کے ساتھ شاہراہ ترقی پر محوِ سفر تھا، ابھی چند سال قبل حضرت مولانا موصوف اور ان کے دیگر تدریسی عملہ کی تحریک وکوشش پر اس ادارہ میں بحیثیت شیخ الحدیث حضرت علامہ ومولانا فروغ احمد اعظمی کی تشریف آوری سے ایک تیز رفتار ترقی کا آغاز ہوا۔ یہ ایک سچائی ہے کہ اگر

عالمی وبائی مرض کرونا کی وجہ سے دینی تعلیمی ادارے گزشتہ دوسالوں سے بند نہ ہوئے ہوتے تو آج دارالعلوم مدینۃ العربیہ حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی کی سرپرستی اور حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی اور ان کے رفقائے کار کی قیادت اور شبانہ روز محنت کی بنا پر ایک نمایاں اور ممتاز مقام پر فائز ہوتا۔ رب کریم اس علمی گلشن کو ہمیشہ سرسبز وشاداب رکھے جس کو بہار آشنا بنائے رکھنے میں حضرت مولانا موصوف نے اپنی متاعِ زیست نثار کردی۔

رحلت سے چند ایام قبل ادارہ کے سابق مینیجر عالی جناب محمد رضی خان مرحوم کے سالانہ فاتحہ کے موقع پر ایک ملاقات میں حضرت مولانا موصوف نے بتایا کہ ہم لوگوں نے حکومت کی طرف سے پابندی ہٹائے جانے کی اور مدرسہ کھولے جانے کی مشروط اجازت کے بعد ہی سے بحمدہٖ تعالیٰ پورے نظم کے ساتھ درس گاہوں میں حاضری کے ساتھ ادارہ میں تعلیم جاری کردی ہے، اس موقع پر طلبہ کی خاصی تعداد کو حاضر اور مصروفِ تعلیم دیکھ کر مولانا موصوف اور ذمہ داران ادارہ کا دینی تعلیم کے تئیں مخلصانہ جدوجہد نمایاں نظر آئی، جب کہ کرونا وبائی مرض کو بہانہ بنا کر بڑے بڑے اداروں کے صدور اور ذمہ داران خوابِ غفلت کی لمبی چادریں تانے دادِ عیش دے رہے تھے۔ اس ملاقات پر انھوں نے بڑے پر مسرت انداز میں بچیوں کی تعلیم کے لیے حاصل شدہ ایک قطعہ آراضی اور جدید طرز پر قائم شدہ لائبریری دکھائی اور مستقبل کے اپنے تعلیمی وتعمیری منصوبوں سے روشناس کرایا، لیکن فرمانِ الٰہی ''وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلْعَٰلَمِينَ'' پر لبیک کہتے ہوئے ہاتھ میں تسبیح لیے اور زبان سے پاکیزہ اوراد واذکار میں مصروف انھوں نے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کردی۔

مولائے کریم اپنے حبیب رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل حضرت مولانا موصوف کے ارمانوں اور خوابوں کو تکمیل آشنا فرمائے اور ان کی قبر پر رحمت وانوار کی بارش فرمائے۔ آمین!

محمد نظام الدین قادری

خادم درس وافتا دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

◆◆◆

کلمات دعا

شہزادۂ خطیب البراہین، حبیب العلما حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی محمد حبیب الرحمٰن رضوی

زیب سجادہ خانقاہ عالیہ، قادریہ، برکاتیہ، نوریہ، رضویہ، نظامیہ اگیا، سنت کبیر نگر

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہ الکریم امابعد!

ہفتہ عشرہ قبل یعنی ۱۱؍جنوری ۲۰۲۲ء بروز سہ شنبہ عزیز گرامی جناب مولانا افتخار احمد علیمی نظامی صاحب آئے اور کہا: ابھی چند دنوں پہلے جماعت اہل سنت کے ایک ہونہار، متحرک وفعال اور جفاکش عالم دین حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد صاحب گھوسوی مرحوم ومغفور کا ایک حادثہ میں انتقال پر ملال ہو گیا ہے، جن سے مسلمانوں کو روشناس کرانے کے لیے اُن کی شخصیت پر علمائے کرام کے تاثرات ومضامین کے جمع وترتیب کا کام شروع کر دیا گیا ہے، لہٰذا آپ بھی دعائیہ کلمات تحریر فرمادیں۔

مولانا موصوف خوش اخلاق، متواضع، ملنسار، باشعور وباکمال اور اچھی خصلت کے مالک تھے، اسی لیے نہ صرف عوام بلکہ خواص کی ایک جماعت آپ کی معترف ہے، جس کی شہادت آنے والے اوراق دیں گے۔

بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے، ان کی قبر پر اپنی رحمتوں، عنایتوں اور نوازشات کی موسلادھار بارش فرمائے اور ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے۔

دعا گو

محمد حبیب الرحمن الرضوی

خادم: خانقاہ عالیہ، قادریہ، برکاتیہ، نوریہ، رضویہ، نظامیہ اگیا پوسٹ چھاتا ضلع سنت کبیر نگر یوپی

مورخہ: ۲۱؍جمادی الآخرہ ۱۴۴۳ھ/ ۲۵؍جنوری ۲۰۲۲ء بروز سہ شنبہ

◆◆◆

علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی...ایک بافیض مدرس

جامع معقول ومنقول حضرت مولانا محمد ممتاز عالم مصباحی

پرنسپل جامعہ شمس العلوم، گھوسی

حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی سابق پرنسپل دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور، سلطان پور نامور فرزندان شمس سے تھے، بڑی خوبیوں اور صلاحیتوں کے مالک تھے وہ ایک بافیض مدرس، باصلاحیت پرنسپل اور عصری تقاضوں سے باخبر ذی استعداد عالم دین تھے، اخلاص وللّٰہیت، صبر وجفاکشی، متانت وشرافت، اصابت داری، دوراندیشی، حلیم الطبعی اور خاموش مزاجی ان کی طبیعت کا حصہ تھی، رب تعالیٰ نے انہیں زبان وبیان اور خطابت ونظامت پر قدرت کے ساتھ ساتھ قلم سیال بھی عطا فرمایا تھا، جس موضوع پر بولتے اور جس عنوان پر لکھتے حتی المقدور انصاف کرتے، آپ علمی وادبی اور تصنیف وتالیف کا ستھرا ذوق رکھتے تھے، الغرض اس دور قحط الرجال میں ان کی ذات غنیمت تھی، اچانک ان کے سانحۂ ارتحال سے کافی صدمہ پہنچا۔

مولیٰ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے اور وارثان وپس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور قوم کے لیے ان کے امثال پیدا فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ حبیبک رحمۃ للعالمین۔

محمد ممتاز عالم مصباحی

صدر المدرسین جامعہ شمس العلوم، گھوسی

علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی...صاحب فکر وفن

نائب فقیہ ملت مفتی محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداو مصلیاو مسلما

دنیا دار الفنا ہے یوں تو یہاں ہر کوئی جانے کے لئے آیا ہے، ہر کس وناکس کو ایک نہ ایک دن اس دار فنا سے دار بقا کی جانب کوچ کر جانا ہے۔

موت سے کس کو رستگاری ہے   آج وہ کل ہماری باری ہے

یہ دنیا مثل پلیٹ فارم کے ہے کہ ٹرین آتی ہے اور چند لمحہ ٹھہر کر چلی جاتی ہے، ہمیشہ کے لیے نہیں رکتی۔ یوں ہی صبح قیامت تک لوگوں کی آمد ورفت کا یہ سلسلہ بھی جاری رہے گا، یہ ایک امر حقیقت ہے جو کسی سے مخفی نہیں ہے، مگر اس حقیقت کے اعتراف کے ساتھ یہ حقیقت بھی روز روشن کی طرح سب پر عیاں ہے کہ کبھی کوئی دنیا سے جاتا ہے تو گھر، خاندان اور رشتہ کے لوگ غمزدہ ہوتے ہیں، لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جانے والا جاتا ہے تو ایک جہاں سوگوار، مایوس، غمزدہ اور نڈھال ہو جاتا ہے۔ اور جب کوئی معتبر عالم دین فاضل دنیا سے جاتا ہے تو اپنے پیچھے ایسے ہی غمزدہ ماحول کو چھوڑ کر جاتا ہے۔

ادھر ماضی قریب کے چند سالوں میں کرونا مہاماری کے درمیاں بہت سے علما، فضلا، ادیب، عامل کامل، فقہ وافتا کے ماہرین، دانشوران قوم وملت ہمیں داغ مفارقت دے کر، اس دنیا کو خیر آباد کہہ گئے، اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، اور مجلس وخانقاہ، محراب ومنبر اور درسگاہوں کو سونا کر گئے۔

29 ربیع الغوث 1443ھ مطابق 4 دسمبر 2021ء شنبہ کی شام سوشل میڈیا کے ذریعہ یہ خبر ملی کہ حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد مصباحی گھوسوی صدر المدرسین دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور گھر سے مدرسہ واپسی میں ایک ایکسیڈنٹ حادثہ کے شکار ہو گئے، اور اس دنیا سے رخصت ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ بہت ہی غم ناک اور تکلیف دہ حادثہ تھا جس نے پورے وجود کو ہلا کر رکھ دیا، اور ہر طرف غم وحزن کا ماحول چھا گیا، یقین نہیں ہو رہا تھا کہ واقعی حضرت مولانا شکیل احمد صاحب اب ہمارے درمیان نہیں رہے، اس جانکاہ حادثہ نے دل ودماغ اور ذہن وفکر پر ایسا اثر ڈالا کہ رات کا کافی حصہ گزر جانے کے باوجود نیند نہیں آرہی تھی، رہ رہ کر یہ خیال آتا کہ یہ کیا ہو گیا، جامعہ حنفیہ رحمت گنج بستی سے لے کر دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور کے دور درس وتدریس میں ان کے اعلی کردار وگفتار، عمدہ اطوار، بلند خیالات اور علم دوستی کی یادیں تازہ ہو گئیں۔

آپ مشرقی یوپی کی عظیم دینی مرکزی درسگاہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے قابل قدر، ممتاز اور نمایاں فارغین

میں سے تھے، مشہور ومعروف میخانہ علم وعرفان جامعہ اشرفیہ سے علم وعرفان کا جام طہور نوش کیا، علم وہنر کے نیر تاباں اساتذہ کرام سے خوب اکتساب فیض کیا اور فراغت حاصل کی مختلف علوم وفنون میں مہارت خاص کر علوم دینیہ سے فراغت کے بعد اولا جامعہ حنفیہ رحمت گنج بستی ، پھر مدرسہ حق الاسلام لال گنج بستی ، اور اخیر میں دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور میں رہ کر تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، اور پوری زندگی تشنگان علوم نبویہ کو سیراب کیا۔

آپ بہت ہی خوش مزاج، ہنس مکھ، ملنسار، اور بااخلاق تھے، ہمیشہ ہنستے مسکراتے رہتے ، بہت ہی اعلیٰ اخلاق وکردار کے مالک تھے، میں ذاتی طور پر خود ان کے اخلاق وکردار اور دینی، ملی اور علمی کاموں سے بہت متاثر تھا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، حضور مفتی اعظم ہند، صدر الشریعہ، شیخ العلما، حضور حافظ ملت علیہم الرحمہ اور دیگر اکابرین اہل سنت، خاص کر اپنے اساتذہ کرام سے غایت درجہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے، والد ماجد حضور فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ بانی مرکز تربیت افتا اوجھا گنج سے بھی بہت عقیدت ومحبت تھی، اکثر حضرت علامہ مولانا ریاض احمد برکاتی شیخ الحدیث جامعہ حنفیہ رحمت گنج کے ساتھ فقیہ ملت قدس سرہ سے ملاقات کے لیے آتے رہتے اور فقیہ ملت کے وصال کے بعد ان کے عرس سراپا قدس میں ضرور حاضر ہوتے اور کبھی نظامت خطابت کے فرائض انجام دیتے۔

آپ درس وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف اور شعر وشاعری کا بھی اچھا ذوق رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ علمی، ادبی، فنی، شعر وسخن اور شخصیات پر درجنوں کتابیں تصنیف کیں، جس سے لوگ رہتی دنیا تک استفادہ کرتے رہیں گے، ساتھ ہی ایک اچھے، مصلح خطیب بھی تھے، اپنے اصلاحی خطاب کے ذریعہ قوم وملت کی اصلاح میں کوشاں رہتے۔

دعا ہے کہ رب قدیر ان کی قبر پر رحمت وغفران کی بارشیں برسائے اور شمیم جنت کی راحتوں سے ہمکنار فرمائے، آمین! بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
صدر شعبۂ افتا ومہتمم اعلیٰ مرکز تربیت افتا اوجھا گنج ضلع بستی یوپی
وقاضی شریعت ضلع بستی وبانی جامعہ اہل سنت برکات امجدی شہر بستی

21 جمادی الآخرہ 1443ھ / 25 جنوری 2022ء

✦✦✦

میرا یار مجھ سے بچھڑ گیا

داعئ اسلام مولانا حافظ سراج احمد مصباحی

از ہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے رفیق درس، مشہور قلم کار اور شاعر مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی علیہ الرحمہ کے انتقال کی خبر نے دل ودماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ دل کسی صورت یقین کرنے کو تیار نہ تھا لیکن مرضئ مولیٰ سمجھتے ہوئے یقین کرنا ہی پڑا اور دل کو تسکین دی۔

آپ کی حادثاتی موت کی خبر نے ماضی کی یادیں تازہ کر دیں اور جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں ساتھ گزارے ہوئے لمحات یاد آنے لگے۔ موصوف بڑے سنجیدہ اور مثبت فکر وخیال کے حامل تھے، قوم وملت اور جماعت کے لیے کچھ کر گزرنے کا جذبہ رکھتے تھے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ زمانہ طالب علمی میں ہم لوگ جب کبھی پڑھائی کے بعد اشرفیہ کے پارک میں بیٹھتے تو قوم اور جماعت کی زبوں حالی اور تعلیمی پسماندگی پر دیر تک گفتگو کرتے اور آپ تحریری میدان اور قلم کی دنیا میں اپنوں کی بے حسی اور بے رغبتی کا شکوہ بڑے پُر درد انداز میں کرتے اور یہی وجہ تھی کہ مبارک پور میں طالب علم ہوتے ہوئے آپ نے پرائیویٹ طور پر بی۔ اے۔ وغیرہ کی پڑھائی شروع کر دی اور پہلے سے ہی پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کا ٹارگٹ متعین کر لیا تھا جسے بعد میں عملی جامہ بھی پہنایا۔

نثر نگاری اور شاعری کا مزاج پہلے سے ہی رکھتے تھے جو وقت کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتا رہا اور ایک دن وہ بھی آیا جب آپ کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا اور آپ ایک اچھے قلم کار اور شاعر کی حیثیت سے علمی اور ادبی حلقوں میں جانے پہچانے جانے لگے، ادبی اور دینی جلسوں میں آپ کی نظامت کو لوگ بڑی پسندیدہ اور قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے، وجہ یہ تھی کہ آپ کا انداز نظامت عام ناظموں سے جداگانہ اور ادیبانہ ہوتا تھا، موقع اور شخصیت کی مناسبت سے آپ کے جملے اور اشعار اور ان پر مستزاد شیریں لب ولہجہ لوگوں کے دلوں میں گھر کر جاتا تھا۔

ابھی گزشتہ نومبر ۲۰۲۱ء میں جب میں انڈیا گیا ہوا تھا تو میرے انتہائی کرم فرما نمونۂ اسلاف ادیب شہیر حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی شیخ الحدیث دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور اور دارالعلوم مدینۃ العربیہ کے ذمہ داران کی پرخلوص دعوت پر دوست پور جانا ہوا تو میرے اعزاز میں ایک

مجلس استقبالیہ کا انعقاد کیا گیا جس میں اساتذہ، طلبہ وارکان ادارہ کے ساتھ موصوف دوست اور صدر المدرسین ہونے کی حیثیت سے پیش پیش تھے، ان تمام حضرات نے میرے مرتبے سے کہیں زیادہ جو عزت مجھے دی میں انہیں لفظوں میں بیان نہیں کرسکتا، ڈاکٹر مرحوم نے مجلس استقبالیہ میں جس اختصار کے ساتھ سلیس اور منفرد انداز میں میرا تعارف کروایا تھا وہ یقیناً آپ کے صاحب طرز ادیب ہونے کی طرف اشارہ کررہا تھا اور اس تقریر کا ایک ایک جملہ آج بھی مجھے اچھی طرح یاد ہے اور تصور میں آپ کی موجودگی کا احساس دلاتا ہے۔

موت تو سب کو آنی ہے لیکن آپ نے جس شان کے ساتھ شہادت کی موت پائی وہ آپ کے خوش کردار اور نیک عالم دین ہونے کی غماز ہے۔

مولیٰ تبارک وتعالیٰ آپ کی خدمات دینیہ کو قبول فرما کر آپ کی بے حساب مغفرت فرمائے، آپ کی قبر پر رحمت وانوار کی بارش فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل اور دار العلوم مدینۃ العربیہ کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔

سراج احمد مصباحی

خطیب وامام مدینہ مسجد کیرلٹن ٹیکساس

امریکہ

◆◆◆

رفیق دیرینہ علامہ شکیل اعظمی مصباحی... کچھ یادیں

مولانا فیضان المصطفیٰ قادری، تاج الشریعہ انسٹی ٹیوٹ لکھنؤ

انسان اس دنیا میں راہ آخرت کا مسافر بن کر وارد ہوا ہے، ہمیں نصیحت ہے کہ دنیا میں اس طرح رہو جیسے ایک اجنبی مسافر ہو یا راہ عبور کرنے والا۔ لیکن ہم تو اس حقیقت کو پس پشت ڈال کر دنیاوی لذتوں میں ایسے مگن رہتے ہیں جیسے یہی سب کچھ ہو۔ ہمیں اس حقیقت کا اندازہ تب ہوتا ہے جب ہمارا کوئی قریبی ہمیں داغ مفارقت دے جاتا ہے۔

گزشتہ دو سالوں کے اندر جوان علمائے کرام کی ایک بڑی تعداد ہم سے رخصت ہو چکی ہے۔ ایسے علما جنھوں نے قوم سے جتنا لیا، اس سے زیادہ قوم کو دیا ہے، جن کے علمی کارناموں کو لوگ یاد کرتے رہیں گے، جن کے وابستگانِ بارگاہ کی فہرست شبِ فرقت سے بھی زیادہ طویل ہو سکتی ہے۔ تازہ سانحہ حضرت مولانا شکیل احمد اعظمی مصباحی اور حضرت مفتی آل مصطفی مصباحی کا ہے۔ ان دونوں کی رحلت سے بیشمار دلوں کو صدمہ پہنچا اور بہت لوگوں کی توقعات اور امیدوں کی سجی سجائی دنیا اچانک ویران ہوگئی۔

مولانا شکیل میرے بہت قدیم رفیق درس رہے ہیں۔ رفقاء درس تو سبھی کے ہوتے ہیں اور ہمارے بھی بہت ہیں، لیکن مولانا شکیل مصباحی کی رفاقت کی خصوصیت یہ رہی کہ تعلیمی سفر میں ہر جگہ ہمارے ساتھ رہے۔ یعنی ابتدائی تعلیم میں مدرسہ شمس العلوم گھوسی میں، پھر جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں فضیلت تک، پھر جامعہ نظام الدین اولیاء دہلی میں تخصص فی اللغۃ میں۔ ایسا ہوتا ہے کہ طلبہ ساتھ ہوتے ہیں پھر دوسرے اداروں میں داخلہ لیتے ہی بچھڑ جاتے ہیں، مگر ابتدائے تعلیم سے انتہائے تعلیم تک تینوں اداروں میں ہمیں مولانا کی رفاقت حاصل رہی۔

مولانا شکیل گھوسی قصبہ خاص کے رہنے والے تھے، اس دور میں دار العلوم اہل سنت شمس العلوم کے ناظم اعلیٰ مرحوم ممتاز احمد ہوا کرتے تھے، جو مولانا شکیل کے اقارب سے تھے، ممتاز ناظم اتنے عرصے تک شمس العلوم کے ناظم رہے کہ اس دور میں ناظم صاحب کہنے سے ہر ایک کا تبادرِ ذہنی انھیں کی طرف ہوتا تھا۔ اساتذہ، اسٹاف اور طلبہ پر مرحوم ممتاز ناظم کا بہت رعب تھا، لیکن دورانِ طالب علمی ہمیں کبھی ایسا محسوس نہ ہوا کہ اپنے قریبی مولانا شکیل کے حق میں انھوں نے کسی استاذ پر کوئی پریشر بنایا ہو، یا خود مولانا

شکیل نے طلبہ واساتذہ پر ناظم صاحب کی قرابت داری کا کوئی رعب جمانا چاہا ہو۔ یہ ان کی تعلیم میں یکسوئی، لگن اور اخلاص کے سبب تھا، حالاں کہ کسی طالب علم کو امتحان میں کامیاب کرنے کرانے کے لیے قرابت داری اور ''اسٹاف پرسن'' جیسے ہتھکنڈے استعمال کرنے سے لوگ چوکتے نہیں، لیکن مولانا کی شخصیت سازی میں اس عنصر کا کوئی دخل نہیں رہا۔ اسی دور میں ایک کامیاب طالب علم کے طور پر جانے جاتے تھے۔ ان کو اوپر اٹھنے کے لیے کسی کے کندھے کی ضرورت نہیں تھی، یہ ان کی اپنی لگن تھی اور شوق وذوق تھا جس نے ان کو ترقی کی راہ پر لگا دیا۔

ہم لوگوں نے مدرسہ شمس العلوم گھوسی میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ابتدائی تعلیم کے ایام کو اتنا عرصہ گزر گیا ہے کہ بہت سی یادیں مدھم سی ہو گئی ہیں، ہاں اتنا یاد ہے کہ کبھی کبھی وہ ہمیں اپنے گھر قصبہ خاص لے جاتے تھے، ہم نے فارسی ساتھ پڑھی اور منشی اور منشی کامل سال اول کے کورسز ریگولر درسگاہ میں کیے، جس میں ہمارے استاذ مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی اور مولانا سیف الدین صاحب رحمہ اللہ ہوا کرتے تھے، نیز ہمارے والد گرامی حضرت مولانا فداء المصطفیٰ صاحب نے بھی ہمیں فارسی کی کئی کتابیں پڑھائیں۔ شمس العلوم کے طلبہ پر علامہ عاصم اعظمی کا اچھا اثر تھا، طلبہ ان کے تحریری کاموں سے متاثر تھے، مولانا شکیل بھی ان سے قریب ہو گئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اضافی کورسز اور تحریر وقلم کا جو راستہ استاذِ گرامی حضرت علامہ عاصم اعظمی قبلہ نے اپنے لیے اختیار کیا مولانا شکیل بھی اسی راستے پر لگ گئے۔ چنانچہ اسی دورانِ طالب علمی مولانا نے پرائیویٹ طور پر ہائی اسکول کے امتحانات بھی دیے۔ عصری ودینی تعلیم میں توازن برقرار رکھنا ان کا کارنامہ تھا، اور مزاج دینی تھا، اس لیے انھوں نے دینی تعلیم کو ہی اپنی شناخت کے طور پر قائم رکھا۔

میں 1991ء جماعت رابعہ میں ہی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور پہنچ گیا۔ دو سال کے بعد مولانا شکیل بھی جامعہ اشرفیہ پہنچ گئے، میں چونکہ ان سے دو سال پہلے اشرفیہ پہنچ چکا تھا اس لیے طلبہ میں ہمارا اچھا خاصا تعارف تھا، اور امتحانات کے نتائج سے طلبہ میں ایک عزت بھی بن گئی تھی، اس وقت میرا قیام پرانے مدرسے میں تھا جہاں حضرت علامہ صاحب قبلہ رہتے تھے، یعنی حضرت سربراہ اعلیٰ صاحب کی قیام گاہ کے ساتھ۔ پھر جماعت سابعہ میں میں نے فیصلہ کیا کہ اب باقی دو سال کے شب وروز طلبہ کے ساتھ گزارنے چاہییں، تو میں پرانے مدرسے سے جامعہ اشرفیہ کی سنٹرل بلڈنگ میں آ گیا، اور ایک مدرس

کے روم میں تنہا رہنے لگا، تاکہ پورے طور پر تعلیم پر فوکس کر سکوں۔ اس دوران اسی روم میں میں دروس کی تکرار کراتا تھا، ہماری تکرار میں دیگر رفقا کے ساتھ مولانا موصوف بھی پابندی کے ساتھ شرکت کرتے تھے۔ وہیں گفتگو ہوتی تھی، اس دور میں گھوسی کے طلبہ کا عموما یہ مزاج نہیں تھا کہ تعلیم پر اس قدر توجہ کریں، لیکن موصوف دیگر طلبہ سے مختلف تھے۔ جامعہ اشرفیہ سے ہی ہم لوگ فارغ التحصیل ہوئے، اور ۱۹۹۵ء کے عرس عزیزی میں ہمیں دستارِ فضیلت سے نوازا گیا۔

پھر ہم دونوں عربی وانگریزی زبان وادب پر عبور حاصل کرنے کے لیے جامعہ حضرت نظام الدین اولیا دہلی پہنچے، جس کا ایک سال قبل ہی آغاز ہوا تھا، اور پورے ملک میں اس کا شہرہ تھا۔ شمس العلوم کے دوسرے دیرینہ رفیق مولانا نعمان ازہری بھی وہاں آ گئے۔ اس طرح ہم دہلی میں جامعہ اشرفیہ اور شمس العلوم کے متعدد رفقا کے ساتھ ہو گئے۔ یہاں بھی مولانا شکیل نے ہمارا ساتھ نہیں چھوڑا، بلکہ ہمیں ساتھ چھوڑنا پڑا، کیوں کہ دوسرے سال ہی ۱۹۹۷ء میں جامعہ امجدیہ گھوسی میں فقیر کی تقرری ہو گئی۔ مولانا شکیل نے اپنی تعلیم جاری رکھی، اسی دوران عصری علوم کی تحصیل میں بھی مسلسل کوشاں رہے۔ انھوں نے کامیابی کے ساتھ انٹرمیڈیٹ، اور بی اے پاس کیا۔ ماسٹر کورس کرنے کے بعد ریسرچ کے لیے پنجاب یونیورسٹی، چندی گڑھ میں ہندوستانی فقہا کی اردو خدمات پر رجسٹریشن کرایا، اور اس موضوع پر انھوں نے تحقیقی مقالہ لکھنا شروع کیا، چند سالوں میں اپنا ریسرچ ورک مکمل کر کے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

طالب علمی کے دوران ہی ان کی ایک خوبی خوب نمایاں ہو گئی تھی، وہ جلسوں کی نقابت تھی۔ اُس وقت ابھی نقابت کے دورِ جدید کا آغاز نہیں ہوا تھا، جو آگے چل کر باقاعدہ ایک فن بن گیا، مولانا نے نقابت شروع کی تو اسے اپنا ایک خاص لہجہ اور طرز دیا۔ غیر ضروری مبالغہ آرائی سے اجتناب کرتے ہوئے خوبصورت اسلوب میں نپے تلے جملے بول کر سامعین پر اچھا اثر قائم کر لیتے تھے، دھیرے دھیرے ان کی نقابت اتنی کامیاب ہونے لگی کہ بڑے بڑے جلسوں کی نقابت کرنے لگے۔

ان کے پاس ڈگریاں اور سندیں اتنی تھیں کہ ان کو ملازمت حاصل کرنا کچھ مشکل نہ تھا، وہ مدرسے میں بھی پڑھا سکتے تھے اور کالج یا یونیورسٹی کی لکچرر شپ بھی حاصل کر سکتے تھے۔ ان کی قسمت تھی کہ اس قدر ڈگریاں حاصل کرنے کے باوجود دینی تعلیم کی خدمات ہی ان کے حصے میں آئیں۔ چنانچہ پہلے بستی میں مدرس ہوئے، پھر دوست پور دار العلوم مدینۃ العربیہ کے صدر المدرسین کے عہدے پر فائز ہوئے۔

وہ ہمیشہ جدوجہد میں لگے رہتے اور فقیر بھی ہمیشہ کچھ نہ کچھ مصروفیات رکھنے کی کوشش کرتا، جس کے سبب فراغت کے بعد ملاقات کا سلسلہ کم ہوگیا، اس دوران جب کبھی ہماری ملاقات ہوجاتی تو ہماری حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ہم سے ہمارے تحریری کاموں کا تذکرہ کرتے۔ ہم نے اشرفیہ کے دوران طالب علمی عرسِ امجدی کے موقع پر گھوسی میں کلیۃ البنات کے صحن میں دن میں منقبتی مشاعرے کا آغاز کیا، اور کئی سال تک متواتر خود ہی اس کا اہتمام کرتا، یہاں تک کہ جب ۲۰۰۳ء میں امریکہ کا پہلا سفر ہوا تو وہ مشاعرہ کلیہ کے صحن سے امجدیہ کے گراؤنڈ میں منتقل ہوگیا، اور اب اس کا اہتمام دیگر اساتذہ کرنے لگے، پھر چند سالوں کے بعد وہ سلسلہ ختم ہوگیا، جس دوران یہ مشاعرہ اپنی پہچان بنا چکا تھا مولانا شکیل ہم سے بطورِ تحسین کہنے لگے: ''آپ اس منقبتی مشاعرے کے بانی ہیں''۔ ان کی تحسین وتحریض پر ہم نے کئی سال کے منقبتی مشاعروں کے کلام کا مجموعہ شائع کیا، ایک بار ہم سے کہنے لگے کہ سہ ماہی امجدیہ کے اداریوں کا ہی مجموعہ منظر عام پر آجائے، یہ سب ہماری حوصلہ افزائی کے لیے کہتے تھے، ان کے نزدیک تحریری کاموں کی بہت اہمیت تھی۔

نہایت شریف الطبع، ملنسار اور خوش مزاج تھے، ہمیشہ مسکرا کر ملتے تھے، نوک جھونک، بحث وحجت اور مقابلہ آرائی سے کوسوں دور رہتے تھے، اپنے کام سے کام رکھتے، اور حسب مراتب سب کا احترام بجالاتے۔ آج جب کہ ہم ان کو کھو چکے ہیں، ہمیں ان کی دائمی ہجر وفرقت کا غم ستا تا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر رحمت وغفران کی بارش برسائے۔ آمین۔

تعزیتی تحریر:

میرے رفیق درس حضرت مولانا شکیل احمد اعظمی کی حادثاتی موت سے میرے دل کو بڑا صدمہ ہوا۔ وہ انتہائی شریف الطبع انسان اور اچھے عالم دین تھے۔ اپنے وطن گھوسی سے دوست پور سلطان پور مدرسے جارہے تھے اسی دوران سڑک حادثے میں شہید ہوگئے۔

مولانا شکیل میرے بہت قدیم رفیق درس رہے ہیں۔ اور جہاں جہاں میں نے تعلیم حاصل کی ہر جگہ رفاقت رہی۔ ہم دونوں نے مدرسہ شمس العلوم گھوسی میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ میں جماعت رابعہ میں ہی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور پہنچ گیا۔ ایک دوسال کی تاخیر سے وہ بھی اشرفیہ پہنچ گئے اور وہیں سے فارغ التحصیل ہوئے۔ پھر ہم دونوں عربی وانگریزی زبان وادب کے لیے جامعہ حضرت نظام الدین اولیا دہلی

پہنچے۔ وہاں بھی رفاقت رہی۔

مجھے یاد ہے کہ جماعت سابعہ میں فقیر اشرفیہ سنٹرل بلڈنگ میں ایک مدرس کے روم میں تنہا رہتا تھا تا کہ تعلیم پر فوکس کرسکوں۔ اس دوران ہماری تکرار دروس میں مولانا موصوف شرکت کرتے تھے۔ اس دور میں گھوسی کے طلبہ کا عموما یہ مزاج نہیں تھا۔ لیکن موصوف دیگر طلبہ سے مختلف تھے۔ درس نظامی کی تعلیم کے دوران ہی عصری علوم کی تحصیل میں بھی مسلسل کوشاں رہے۔ کامیابی کے ساتھ انھوں نے ہائی اسکول انٹرمیڈیٹ بی اے۔ ایم اے پاس کیا۔ پھر ہندوستانی فقہا کی اردو خدمات پر تحقیقی مقالہ لکھنا شروع کیا اور اسی پر اپنا ریسرچ ورک مکمل کرکے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

طالب علمی کے دوران ہی ان کا ایک نمایاں وصف جلسوں ں کی نقابت تھا۔ ان کی نقابت اتنی کامیاب تھی کہ بڑے بڑے جلسوں کی نقابت کرنے لگے۔ تحریر وقلم سے ان کو خصوصی لگاؤ تھا۔ دوران طالب علمی ان کے گھر جانا ہوتا تھا۔ بعد میں میں مصروف ہوگیا تو ملاقاتیں کم ہوگئیں۔ پھر مولانا موصوف جب دوست پور دارالعلوم مدینۃ العربیہ کے پرنسپل ہوئے بہت مصروف ہوگئے۔ ہمیشہ علمی مشاغل میں لگے رہتے۔ آج جب ہم ان کو کھو چکے ہیں ہمیں ان کی دائمی ہجر وفرقت کا غم ستا تا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر رحمت وغفران کی بارش برسائے۔ اور ان کے لواحقین کو صبر وسکون عطا فرمائے۔ آمین۔

فیضان المصطفیٰ قادری

۲۰ رجنوری ۲۰۲۲ء

میرے رفیق درس مولانا شکیل مصباحی گھوسوی

مولانا عابد رضا برکاتی مصباحی ادروی

2020اور 2021 میں کثرت کے ساتھ علما و مشائخ کی رحلت کے سبب ملت بیضا کا جس قدر نقصان اور خسارہ ہوا ہے وہ حد درجہ نا قابل برداشت صدمات کا باعث رہا ہے پے در پے علما و مشائخ ہمیں داغ مفارقت دیتے چلے گئے اسی اضطرابی کیفیت کو میں نے منظوم کیا تھا۔

ہے زبان دہر پر آہ و بکا ہونا ہے کیا — روز ہے علمی ستارہ ٹوٹتا ہونا ہے کیا
سینہ بریاں، چشم گریاں، لب پہ نالش دل میں آہ — اب سہا جاتا نہیں ہے حادثہ ہونا ہے کیا
دفن ہو پاتا نہیں اک لاشۂ فضل و کمال — کوچ کر جاتا ہے کوئی دوسرا ہونا ہے کیا

رحلتوں کے اسی ہنگامہ خیز دور میں مصنف بہار شریعت حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے وطن قصبہ گھوسی نے بھی اپنے کئی نامور اور قابل فخر شخصیات کو سپرد لحد کیا خصوصاً حضور مفتی اعظم ہند کے چہیتے مرید و خلیفہ نائب مفتی اعظم ہند شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان کے نور نظر اور قابل فخر تلمیذ رشید اشرف الفقہا، شیخ طریقت حضرت علامہ مفتی محمد مجیب اشرف گھوسوی ثم ناگپوری قدس سرہ العزیز کے سانحہ ارتحال پر سرزمین گھوسی کی فضا حد درجہ غمناک و سوگوار نظر آئی رحلتوں کے اس اضطرابی اور ہنگامی ماحول میں جامعہ اشرفیہ کے میرے رفیق درس، پیکر اخلاص حضرت مولانا شکیل احمد گھوسوی صدر المدرسین دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور، سلطان پور بھی حادثہ کا شکار ہو کر شہید ہو گئے یقیناً موت پسماندگان کے لیے عظیم صدمات کا سبب ہوتی ہے پھر ایک جوان کی رحلت وہ بھی جوان عالم دین کی رحلت یقینی طور پر عوام و خواص سب کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتی ہے حضرت مولانا شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ کے سانحہ ارتحال نے بھی عوام و خواص سب پر گہرا اثر چھوڑا۔

مولانا موصوف خندہ جبیں خوش خصال خلق و مروت کے پیکر ایک ذمہ دار عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ اکابر کی بارگاہ کے حد درجہ مودب، اسلاف کے عقیدت مند تھے قرطاس و قلم سے خاصا دلچسپی تھی آپ کے گراں قدر مقالے اور تصانیف و تالیفات آپ کی خدمات کی عظیم یادگار ہیں آپ کی طبیعت میں یک سوئی تھی اس لیے آپ کے کاموں میں بھی برکت دیکھی گئی اکابر اور اسلاف کے تابندہ نقوش کو محفوظ

کرنے کا جذبہ زمانہ طالب علمی سے تھا جب ہم لوگ جامعہ اشرفیہ میں زیر تعلیم تھے آپ نے مجھ سے خواہش ظاہر کی کہ میں حضور شیخ العلما حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات پر مواد اکٹھا کرنا چاہتا ہوں اس کے لیے ہمیں آپ کے قصبہ ادری کے معمر علما سے ملاقات کرنے کا ارادہ ہے تاکہ ان حضرات کے توسط سے کچھ مخفی گوشے سامنے آجائیں پھر ایک مقررہ تاریخ میں شیخ العلما کے پوتے حضرت مولانا احمد رضا جیلانی استاذ مدرسہ عربیہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ کے ہمراہ مجھ حقیر کے غریب خانہ پر تشریف لائے مجھے اپنے ان دونوں احباب کی ضیافت کی سعادت ملی پھر میں ان حضرات کو لے کر قصبہ ادری کے معمر اور حضور شیخ العلما کے حالات آشنا عالم حضرت مولانا اختر حسین علیہ الرحمہ کے دولت کدہ پر حاضر ہوا آپ نے کافی دیر تک پوری دلچسپی کے ساتھ حضور شیخ العلما کے متعلق اپنی معلومات پیش کی اور ہم لوگ ہمہ تن گوش بنے سنتے رہے اختتام مجلس کے وقت مولانا شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ اور مولانا احمد رضا جیلانی نے اپنی مسرت کا اظہار کیا کہ ہماری محنت رنگ لائی حضور شیخ العلماء کے متعلق کئی اہم باتوں کی معلومات ہوئی جو حد درجہ اہمیت کی حامل ہیں سادات کرام اور خصوصا مارہرہ شریف اور بلگرام شریف کے مشائخ و سادات سے جنون کی حد تک عقیدت و محبت تھی جانشین فاتح بلگرام رئیس الاتقیا شیخ طریقت حضرت علامہ حافظ و قاری سید اویس مصطفیٰ واسطی بلگرامی مدظلہ العالی سے والہانہ لگاؤ تھا حضور رئیس الاتقیا بھی مولانا موصوف پر خوب نوازشات فرماتے تھے۔

چنانچہ مولانا موصوف کے وصال کے چند ہی دن کے بعد 7 دسمبر 2021 کو بانگر مئو مدرسہ تاج الشریعہ تعلیمی جشن افتتاح کے موقع پر خطاب کے لیے راقم السطور مدعو تھا اور اس اجلاس کو رئیس الاتقیا جانشین فاتح بلگرام کی سرپرستی حاصل تھی قیام گاہ پر حضرت کی آمد ہوئی جیسے ہی ناچیز نے ملاقات اور دست بوسی کی سعادت حاصل کی حضور جانشین فاتح بلگرام نے میری خیریت معلوم کرنے کے بعد مولانا شکیل مصباحی کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار فرمایا میں نے عرض کی کہ مولانا شکیل مصباحی جامعہ اشرفیہ کے میرے ہم سبق ساتھی اور مخلص دوست تھے پھر کیا تھا حضور رئیس الاتقیا مدظلہ العالی مولانا موصوف کی شرافت نفسی اور دیگر اوصاف حمیدہ پر گفتگو فرمانے لگے بار بار حضرت کی زبان اقدس پر یہ جملہ آتا رہا اللہ پاک مولانا کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے بڑے محنتی تھے بڑے باادب تھے، بڑے سنجیدہ تھے بلگرام شریف آتے تو بڑے ادب سے ملاقات کرتے وغیرہ یقیناً حضور رئیس الاتقیا

جانشین فاتح بلگرام مدظلہ النورانی کا مولانا شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ پر ایسا کریمانہ ومشفقانہ تبصرہ فرمانا اور والہانہ انداز میں دعائے مغفرت فرمانا ضرور بالضرور مولانا موصوف کی فائز المرامی، سعادت مندی، اور فیروز بختی کا روشن ثبوت ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مولانا شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ کی طبیعت حسد، تکبر، اور تفوق سے پاک صاف تھی جب بھی ملتے مسکرا کر ملتے رکھ رکھاؤ عالمانہ و ہمدردانہ تھا، لہجے میں ظرافت تھی، کام کرنے والوں کی پذیرائی، حوصلہ افزائی فرماتے تھے اکابر علما و مشائخ کی نماز جنازہ میں شرکت کی ممکنہ کوشش فرماتے آپ ایک مخلص اور کام کے عالم تھے ابھی آپ کی ذات سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں یقیناً آپ کی رحلت بھی ایک عظیم خسارہ ہے خدائے رحیم وکریم آپ کو مرتبہ شہادت سے مشرف فرما کر درجات کو بلند فرمائے، آپ کی مرقد اطہر پر رحمت وغفران کی بارش فرمائے آپ کی جملہ دینی، ملی خدمات کو شرف قبولیت بخشے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

:

عابد رضا برکاتی مصباحی ادروی
موجودہ رہائش عزیز نگر، لکھنؤ

✦✦✦

علما کی رحلت دین کا بڑا خسارہ

مولانا محمد عزیز الرحمن، مئو

حضرت العلام، مولانا ڈاکٹر شکیل احمد گھوسوی علیہ الرحمہ کی ناگہانی موت کی خبر سے جماعت اہلسنت میں غم کی ایک لہر دوڑ گئی، اس سے قبل مفکر اسلام حضرت علامہ بدر القادری علیہ الرحمہ اور حضرت مولانا قاری شمیم اختر فیضی مرحوم (جو ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ کے ہمسایہ تھے) کی رحلت اس کے علاوہ کثرت سے علما کا رخصت ہونا یہ ہمارے لیے اچھی علامت نہیں ہے بلکہ بہت بڑی محرومی ہے، اللہ کریم ہماری حفاظت فرمائے، علم کی حفاظت فرمائے اور دین کی حفاظت فرمائے۔

حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ پختہ قلم کار اور زبان وادب کے ماہر تھے ان کے درجنوں مقالات ومضامین اور متعدد کتابیں اس بات کی گواہ ہیں، اردو نثر کے فروغ میں فقہی لٹریچر کا حصہ، فروغ نعت اور ہالینڈ میں علامہ بدر القادری کی خدمات، تذکرہ علمائے گھوسی، فانوس حجاز، گھوسی کے نعت گو علما، تجلیات شیخ العلماء، تذکرہ صدر ملت اور فضائل رمضان وعید آپ کی قابل ذکر مصنفات ہیں، جس میں اول الذکر کافی ضخیم ہیں اور آخر الذکر مطبوعہ ہیں باقی مرتب ہیں اور تشنہ طباعت۔ اللہ کریم غیب سے اسباب مہیا فرمائے۔

عزیز گرامی حضرت مولانا محمد ابوالوفا رضوی جو ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ کے علما دوست میں سب سے قریبی اور معتمد ہیں ان کی حیات اور خدمات پر کتاب مرتب کر رہے ہیں یقیناً یہ لائق ستائش عمل ہے اور حق دوستی کی ادائیگی کا قابل تقلید کام، اللہ کریم اپنے فضل خاص سے حضرت کے درجات بلند تر فرمائے اور مرتب موصوف کی کاوشیں قبول فرما کر دارین میں بہترین جزا عطا فرمائے۔

محمد عزیز الرحمن
صدر المدرسین مدرسہ حنفیہ اہل سنت بحر العلوم
کھیری باغ، مئو ناتھ بھنجن

✦✦✦

آہ! مولانا شکیل احمد اعظمی ابدی نیند کی آغوش میں

مولانا ریاض احمد برکاتی مصباحی

بذریعہ موبائل ایک انتہائی جگر سوز، قلب دوز، لرزہ براندام اور رونگٹے کھڑے کردینے والی جاں گسل خبر موصول ہوئی، جس کی سماعت کے لیے کان وجان آمادہ نہ تھے، ادیب شہیر، عالم باعمل، درس وتدریس کے بادشاہ حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ ایک حادثہ فاجعہ میں اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

آپ کی شخصیت ملت کے لیے علمی وادبی سرمایہ کی حیثیت سے متعارف تھی، تحریر وتقریر میں یکساں مہارت حاصل تھی، تحقیقی مزاج، اردو ادب پر کامل عبور اور ید طولیٰ حاصل تھا، خوف الٰہی سے سینہ معمور تھا، اکابر کا احترام اور اصاغر نوازی ان کا طرۂ امتیاز تھا، بلاشبہ علم وفن کا مہر تاباں حسن اخلاق کا ماہ واختر، ایک عالم ربانی، ان میں خوش اخلاقی وملنساری تواضع وانکساری حد درجہ تھی۔ نہ شہرت کی خواہش نہ شیوۂ فتنہ پردازی، بس اپنے کام سے کام رکھتے، پریشانیوں میں بھی مسکرانے کا ہنر جانتے تھے، آپ بہت ساری خوبیوں کے حامل تھے، اللہ نے آپ کو بہت نوازا تھا۔

جامعہ حنفیہ رحمت گنج، گاندھی نگر شہر بستی میں میرے ساتھ کئی سال تک رہے لیکن کبھی اَن بن یا مَن موٹاؤ یا رنجش نہیں ہوئی، بڑی محبت کے ساتھ ہم دونوں نے جامعہ کا تعلیمی نظام بڑے اداروں کے دوش بدوش پہنچایا، آپ جہاں بھی رہے اپنی ایک شناخت قائم کرکے مقبول انام رہے، آپ کی دینی وعلمی خدمات ان شاء اللہ باقیات صالحات میں شمار ہوں گی۔

اللہ رحیم وکریم اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مولانا موصوف کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے، کروٹ کروٹ جنت الفردوس بخشے، پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ریاض احمد برکاتی مصباحی

جامعہ حنفیہ، رحمت گنج، گاندھی نگر شہر بستی

◆◆◆

ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی: مختلف الجہات شخصیت

مولانا محب احمد قادری علیمی

مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ کے حادثاتی انتقال کی خبر سن کر تو پہلے دل یقین کرنے کو ہی تیار نہیں تھا کہ وہ اب ہمارے درمیان نہیں رہے، لیکن کئی واسطوں سے جب تصدیق ہوگئی تو ناچار تسلیم کرنا ہی پڑا، دل بڑا مضطرب ہوگیا، تقریباً دو دہائیوں سے آپ کا ہنستا مسکراتا چہرہ دینی اور ادبی جلسوں اور پروگراموں میں نظر آتا کبھی بحیثیت نقیب کبھی بحیثیت خطیب وشاعر شریک ہوتے، نقابت وخطابت کے منفرد انداز اور شیریں لب ولہجے میں اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے۔ یہ مناظر نگاہوں میں گردش کرنے لگے۔

موصوف بڑے محنتی جفاکش اور ادب نواز تھے، تعمیری ذہن وفکر کے مالک تھے، خاموشی کے ساتھ علمی اور ادبی کاموں میں مشغول رہنے پر یقین رکھتے تھے، میں نے ان کو جامعہ حنفیہ شہر بستی، دارالعلوم حق الاسلام لال گنج باز ار بستی اور دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور میں یکساں دیکھا، اگرچہ وہ ان مدرسوں میں سے اول الذکر مدرسے میں کچھ دن مدرس اور بعد میں صدر المدرسین اور آخر الذکر دونوں مدرسوں میں شروع سے صدر المدرسین کے عہدے پر فائز رہے، لیکن اپنے فرائض منصبی کو بخوبی انجام دینے کے ساتھ دیگر علمی وتصنیفی اور ادبی کاموں میں لگے رہتے تھے، بڑے باذوق اور سنجیدہ لب ولہجے کے مالک تھے، تواضع اور انکساری سے وافر حصہ پایا تھا، بات کرتے تو انداز بڑا شستہ ہوتا اور تعلّی وتکبر کی بو تک نہ آنے دیتے، ہمیشہ بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کرتے نظر آتے، خود تو تحریری کام کرتے ہی تھے، دوسروں کو بھی مہمیز کرتے رہتے۔

ابھی حال ہی میں مفکر اسلام حضرت علامہ بدر القادری علیہ الرحمہ کے انتقال پرملال کے بعد ان کے فاتحہ چہلم کے موقع پر ان کے شایان شان خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے ان کی حیات اور تبلیغی، تصنیفی، تقریری اور شعری خدمات اور کارناموں کا احاطہ کرنے کے لیے عنوانات کی ایک لمبی فہرست مرتب کرکے ارسال کی تھی اور ان میں سے کسی ایک موضوع پر لکھنے کی گزارش کی تھی، میں نے علامہ بدر القادری علیہ الرحمہ کی مشہور کتاب ''اسلام اور امن عالم'' پر اسلام اور امن عالم ایک تعارفی مطالعہ کے

عنوان سے ایک مختصر مضمون لکھ کر آپ کو مطلع کیا تو بڑے خوش ہوئے اور کہا کہ ارادہ بدل گیا ہے، علامہ مرحوم پر مبسوط کام کے لیے وقت درکار ہے، اس لیے ان کے سالانہ فاتحہ کے موقع پر ایک ضخیم کتاب تیار کرنے کا پلان ہے، آپ بھی اپنے مضمون کو اور مفصل کر دیں، کیا پتہ تھا کہ اسلاف کے کارناموں کو صفحۂ قرطاس پر اتار کر انہیں دستاویزی شکل دے کر زندۂ جاوید بنانے والا ادیب اور قلم کار خود اتنی جلدی ہمیں داغ مفارقت دے جائے گا۔

آپ کی تحریر میں سلاست، ادبیت اور بلا کی جاذبیت تو تھی ہی تقریر کا انداز بھی بڑا جداگانہ اور منفرد تھا، مختصر جامع اور پرکشش انداز میں اپنی بات کہنے کا ہنر رکھتے تھے، ابھی کچھ ہی ہفتوں قبل برادر گرامی داعی اسلام حضرت علامہ حافظ وقاری سراج احمد مصباحی خطیب وامام مدینہ مسجد کیرلٹن ٹیکساس امریکہ کی ہندوستان آمد پر دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور کے ہال میں ایک استقبالیہ پروگرام میں آپ نے موصوف کا استقبال کرتے ہوئے دارالعلوم مدینۃ العربیہ اور داعی اسلام کے تعارف پر اختصار کے ساتھ جس جامع انداز میں تقریر پیش کی تھی اس کا ایک ایک لفظ آج بھی کانوں میں رس گھول رہا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو بڑی خوبیاں عطا فرمائی تھیں، اساتذہ وطلبہ میں یکساں مقبول تھے، سب کے ساتھ نرم گوئی کا مظاہرہ فرماتے، کبھی کسی سے سخت کلامی کرتے ہوئے نہ دیکھا گیا، آپ کی رحلت جماعت اہلسنت کے لیے عظیم خسارہ ہے اور سب سے بڑا خسارہ دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور کے لیے ہے کہ یہ ادارہ اپنے ہونہار، لائق اور باصلاحیت صدر المدرسین سے محروم ہو گیا۔

مصیبت کی اس گھڑی میں ڈاکٹر اعظمی علیہ الرحمہ کے گھر والوں کے ساتھ اساتذہ وطلبہ وارا کین دارالعلوم مدینۃ العربیہ خصوصاً شیخ الحدیث ادیب شہیر حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مدظلہ العالی، حضرت مولانا محمد نعیم خان نورانی، حضرت مولانا محمد سعید نورانی، حضرت مولانا عبدالحکیم مصباحی، مینیجر محترم عالی جناب اصغر علی خان، سربراہ اعلیٰ محترم عالی جناب محمد علی خان سے اظہار تعزیت ہے اور دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ حضرات کو صبر جمیل اور موصوف کا نعم البدل عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔

محب احمد قادری علیمی

استاذ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

✦✦✦

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے!

مفتی کمال احمد علیمی نظامی

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر ذی روح کو موت کا تلخ جام پینا ہے، جو آیا ہے اسے جانا بھی ہے، دنیا کی بے ثباتی پر اہل دنیا کا اتفاق ہے، ہر شئے فانی، باقی صرف اللہ کی ذات ہے، اس جہان رنگ وبو میں ابتدائے آفرینش سے اب تک اور اب سے قیامت تک لوگوں کا آنا جانا لگا رہے گا، بڑے بڑے نامور آئے اور چلے گئے، ان میں کچھ جانے والے ایسے بھی ہوتے ہیں جو آتے ہیں تو خود روتے ہوئے اور دنیا کو ہنساتے ہوئے آتے ہیں، مگر جاتے ہیں تو خود ہنستے ہوئے اور دنیا کو رلاتے ہوئے جاتے ہیں، ان کا وجود اللہ کی رحمت، ان کی ہستی سراپا برکت، ان کی زندگی کا لمحہ لمحہ نشان عظمت، ان کی صبح وشام خیر وسعادت اور ان کا نقش پا مشعل ہدایت ہوتا ہے، وہ زمین پر صرف کام کے لیے آتے ہیں، کام ہی کے لیے جیتے ہیں اور کام پورا کر کے رخت سفر باندھ لیتے ہیں، پھر جوار رحمت میں خلد نشین ہو کر اپنے رفیق اعلی کی عنایات والطاف کا مرکز بن جاتے ہیں۔

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

اب تک سنتے آیا اور تجربہ بھی شاہد ہے کہ کچھ نیک لوگ بڑی مختصر عمر لے کر آتے ہیں، ان کی زندگی شمع محفل کی مانند ہوتی ہے جو شب دیجور میں کتنوں کو منور کر کے بوقت سحر اپنا وجود کھو بیٹھتی ہے، خود کو جلاتے ہیں تاکہ دوسروں کو روشن کر سکیں، خود فنا ہو کر دوسروں کو لذت بقا سے شاد کام کر جائیں۔

جلا کر اپنی شمع زندگانی   تری محفل کو روشن کر رہا ہوں

میرے مشفق وکرم فرما، حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد صاحب (نور اللہ مرقدہ) کی ذات ان لوگوں میں ایک ہے جنھوں نے اپنی خوش اخلاقی، خوش گفتاری اور خوش خوئی سے میرے لوح دل پر اپنی یادوں کے ایسے نقوش ثبت کیے ہیں جو رہتی زندگی تک مجھے ان کی یاد دلاتے رہیں گے، ان کا ہنستا مسکراتا چہرہ، ان کی چمکتی آنکھیں، ان کی خندہ پیشانی، ان کا اپنا پن، ان کی مخلصانہ محبت، ان کی بے لوث شفقت اور ان کی منفرد طرز حیات سب مدتوں چشم گریاں سے خراج وصولتے رہیں گے۔

جان کر من جملۂ خاصان مے خانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

ڈاکٹر صاحب بالکل الگ قسم کے انسان تھے، جب ملتے ایسے ملتے کہ برسوں کے بچھڑے ہوئے مل رہے ہیں، والہانہ انداز میں ان کا اٹھ کر گلے سے لگالینا، خیریت پوچھنا، چائے پانی سے ضیافت کرنا، پھر تکمیل ضیافت کے لیے پان پیش کرنا یہ سب باتیں رہ رہ کر یاد آتی ہیں، تو دل بھر جاتا ہے، صبر وضبط کا دامن چھوٹ جاتا ہے۔

آئی جو ان کی یاد تو آتی چلی گئی
ہر نقش ماسوا کو مٹاتی چلی گئی

ڈاکٹر صاحب سے میرے تعلقات بڑے گہرے اور دیرینہ تھے، جامعہ حنفیہ بستی میں جب آپ صدر المدرسین تھے اسی وقت ہم طلبہ دار العلوم علیمیہ عربی مجلہ "الصوت الاسلامی" کی تشہیر کے لیے جامعہ میں گئے تھے، ڈاکٹر صاحب نے سنا تو چہک پڑے، فرمایا کہ آپ لوگ اس کم عمری میں بہت بڑا بوجھ اٹھا رہے ہیں، اور جماعت اہل سنت و جماعت کے ذمہ عربی میگزین نکالنے کا جو قرض تھا اسے اتارنے جا رہے ہیں، میری نیک خواہشات آپ سب کے ساتھ ہیں۔

اس کے بعد آپ کو دینی جلسوں، کانفرنسوں اور علمی سمیناروں کے اسٹیج پر نقابت کرتے ہوئے سنا، زبان و بیان کی شیرینی ہر کسی کو اپنی جانب کھینچ لیتی، شستہ زبان، ادبی ذوق و لطافت سے بھرپور بیان، سنتے تو ایسا لگتا کہ خاموش وادی میں کوئی جھرنا بہہ رہا ہے یا ساون کے مہینے میں کوئی بلبل چہک رہا ہے، اللہ اللہ! آج بھی ان کی خوش بیانی اور خوش آوازی کانوں میں رس گھولتی ہے۔

دوسری بار باضابطہ ملاقات دار العلوم علیمیہ کے جشن زریں کے موقع پر مبلغ اسلام شاہ عبد العلیم میرٹھی و قائد اہل سنت شاہ احمد نورانی کی حیات وخدمات سے متعلق سیمینار و کانفرنس میں ہوئی جس کا انعقاد استاذ مکرم حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی دامت برکاتہم کی کوششوں اور راقم الحروف کی کدو کاوش سے دار العلوم علیمیہ کے صحن میں ہوا تھا، ڈاکٹر صاحب نے ایک نشست کی نظامت فرمائی تھی، موجود ارباب علم و دانش نے آپ کی زبان و بیان کی شگفتگی پر جم کر داد وتحسین سے نوازا تھا۔

مبلغ اسلام نمبر کے لیے ایک وقیع مقالہ بھی لکھا تھا جو غالباً میلاد ناموں کی زبان و بیان سے متعلق

تھا، یہ مقالہ نمبر میں چھپا بھی ہے۔

جب آپ دوست پور میں گئے تو محب مکرم حضرت مولانا غلام سید علی علیمی، استاذ گرامی حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مدظلہ العالی، مخیر ملت عالی جناب محمد علی بھائی اور دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور کے منیجر عالی وقار محمد اصغر بھائی کی دعوت محبت پر بار ہا دوست پور جانے کا اتفاق ہوا، جب بھی گیا محسوس ہی نہیں ہوا کہ اجنبی جگہ پر آیا ہوں، ڈاکٹر صاحب کی مخلصانہ محبت، حضرت علامہ محمد نعیم خان نورانی صاحب، حضرت علامہ محمد سعید نورانی، مفتی شاہ عالم قادری وغیرہ اساتذہ ادارہ کی شفقت ہمیشہ میری دل جوئی کا سامان بنتی اور طبیعت کہتی کہ بس یہیں کا ہو کر رہ جایئے، آج بھی ہمارے سبھی کرم فرما موجود ہیں، بس کمی ہے تو ڈاکٹر صاحب کی۔

ادھر کچھ دنوں سے شاعری کا خمار چڑھا تو کچھ نعت ومنقبت لکھ کر ڈاکٹر صاحب کو بغرض اصلاح ودعا ارسال کیا، ڈاکٹر صاحب نے دیکھ کر فرمایا کہ لگ رہا ہے کہ یہ میدان بھی نہیں چھوڑیں گے، ڈھیر ساری دعائیں دیں۔

یہ حقیقت ہے کہ جانے والے چلے جاتے ہیں تو ان کی جگہ کوئی دوسرا نہیں لے سکتا، مگر رب کی قدرت سے بعید نہیں کہ ہمیں ڈاکٹر صاحب کا غم بھلانے کے لیے ان کا بدل عطا فرمائے اور ڈاکٹر صاحب کو قرب خاص عطا فرمائے۔

آنکھیں رو رو کے سجانے والے
جانے والے نہیں آنے والے

:

کمال احمد علیمی نظامی
دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی، یوپی

✦✦✦

دے گئے تم داغ فرقت آہ! مولانا شکیل

خلیفۂ اشرف الفقہا مولانا افتخار ندیم علیمی

استاذ عربی ادب جامعہ شمس العلوم گھوسی، مئو، یوپی

دیر سے بیٹھا ہوں ہاتھوں میں لیے اپنے قلم--کیا لکھوں کیسے لکھوں دل پر ہے طاری شام غم

4دسمبر 2021 بروز جمعہ مسجد عمر اعظم نگر گھوسی میں نماز عشا کی ادائیگی اور مختصر چہل قدمی کے بعد مغربی گیٹ سے گھر میں داخل ہونے جا رہا تھا کہ گھر کے باہر ہی میری نظر عم محترم حضرت مولانا ریاض احمد شمسی برادرم ماسٹر شمیم رضا رضوی اور عزیزم مولانا ریحان رضا سلمہ پر پڑی دیکھا کہ گھبرائے پریشاں حال کھڑے ہیں، آواز اور لہجے میں کپکپاہٹ ہے، ایسا لگ رہا تھا کہ کوئی انہونی ہوگئی ہے، میں بھی وہیں کھڑا ہو گیا پوچھنے کی ہمت تو نہ جٹا سکا بالآخر شمیم بھائی بول پڑے کہ آج مولانا شکیل صاحب کی بہن کی رخصتی کرانے کچھ لوگ سلطان پور سے آئے تھے مولانا بھی ساتھ جا رہے تھے، منزل تک پہنچنے میں کوئی زیادہ فاصلہ نہیں تھا کہ گاڑی ایک ٹریلر سے ٹکرا گئی خبر یہ مل رہی ہے کہ جائے واردات پر ہی تین لوگ انتقال کر گئے ان میں ایک مولانا بھی ہیں۔ یہ سن کر میں دم بخود ہو گیا اور مجھ پر سکتے کی کیفیت طاری ہوگئی، اس وقت جو میری حالت ہوئی اسے قلم بند کرنے سے قاصر ہوں۔ اس خبر پر یقین تو نہیں ہو پا رہا تھا دل بار بار اس کی تردید کرتا رہا، لیکن کچھ ہی دیر بعد دوست پور سے بھائی جان حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مدظلہ العالی، مولانا عبدالحکیم مصباحی اور مولانا غلام سید علی علیمی کی قدرے تفصیل کے ساتھ کالیں آنے لگیں تو کنفرم ہو گیا کہ مولانا اب ہمارے درمیان نہیں رہے، خبر ایسی تھی کہ جس نے دل کو بہت اداس کیا، ہر وہ شخص جسے بھی اس حادثۂ فاجعہ کی خبر ملی، آشفتہ حال اور دکھی تھا۔

میں نے کتابوں میں پڑھا تھا کہ خبر متواتر میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا، مگر یہ ایک ایسی متواتر تھی کہ دل آج بھی اس کی تصدیق کرنے کو تیار نہیں، مگر فرمان الٰہی **كل نفس ذائقة الموت** برحق ہے، قضا وقدر کے آگے انسان مجبور ہے، سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں، کہا جاتا ہے کہ موت کا کوئی موسم نہیں ہوتا جو بھی دنیا میں آیا ہے اسے ایک روز مقررہ وقت اور مقام پر جانا ہے، مگر کچھ موتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی خبر سننے والوں پر بجلی بن کر گرتی ہے، دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں، حواس گم ہو جاتے ہیں۔

کچھ دیر بعد ہم لوگ مولانا کے آبائی مکان ملک پورہ قصبہ خاص پہنچ گئے، سوشل میڈیا کے ذریعہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی مولانا کے گھر تعزیت کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا، اطراف وجوانب میں غم والم کا ماحول چھا گیا، مولانا کے ضعیف العمر اور کمزور والدین انبوہ کثیر کو دیکھ کر گھبرا گئے، ابھی انہیں صرف مولانا کے زخمی ہونے کی خبر دی گئی ہے، عوام وخواص، خویش واقارب، اہل محلہ، اہل تعلق، برادران میں جناب نصیر احمد، نفیس احمد، احباب میں محی الدین بھائی، حافظ ارشد اپنے بیگانے سبھی جمع ہیں، روحیں بے چین، دل پژمردہ، چہرے غم زدہ، جبیں افسردہ اور آنکھیں نم دیدہ ہیں اور اپنے اس عزیز کے خیال فراق میں غم واندوہ کی تصویر بنے ہوئے ہیں، یہ ایک عجیب اور دردناک گھڑی تھی، محی الدین بھائی، حافظ محمد ارشد، نفیس احمد اور جمیل احمد مولانا کی نعش لینے دوست پور چلے گئے ہیں۔

اگلے دن صبح سے پھر بھیڑ جمع ہونے لگی، تعزیت کرنے والوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا، مولانا کے والد حاجی امیر احمد صاحب کے پاس چند متعلقین جمع تھے، زنان خانے سے گریہ وزاری کی آوازیں آرہی تھیں، حاجی صاحب نے کہا کہ یہ سب اتنا رو کیوں رہی ہیں؟ پاس بیٹھے ہمارے چچا مولانا ریاض احمد صاحب نے ہمت جٹا کر کہا اس لیے کہ مولانا اب ہمارے درمیان نہیں رہے، یہ سن کر آپ نے کلمۂ استرجاع پڑھا اور آبدیدہ ہو گئے، مگر خود کو سنبھال کر رکھا، کچھ دیر بعد حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی بھی تشریف لائے، آپ مولانا کے والد اور ان کے دونوں بچوں عزیزی طفیل سلّمہٗ اور عزیزی عبید سلّمہٗ سے مل کر زار زار رو رہے تھے اور حاضرین بھی اشکبار ہو گئے، آپ نے فرمایا کہ شکیل صرف میرے شاگرد اور عزیز ہی نہیں تھے، وہ میرے شاگرد اور عزیز تو تھے ہی وہ میرے بیٹے کی طرح تھے بلکہ بیٹے تھے جس طرح ایک باپ اپنے بیٹے کی میت پر آنسو بہاتا ہے ڈاکٹر صاحب اسی طرح اشکبار اور نمناک نظر آئے۔

کہا جاتا ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا بوجھ باپ کے کاندھے پر اس کے جوان بیٹے کی میت کا ہوتا ہے یہی وہ بوجھ ہوتا ہے، جو بسا اوقات باپ کی کمر توڑ دینے کا سبب بن جاتا ہے، مولیٰ عمر دراز کرے مولانا کے والد کی کہ وہ اس عظیم صدمے سے دوچار ہونے کے بعد بھی رب کے حضور راضی رہے اور صبر واستقامت کا پہاڑ بن کر اتنے بڑے غم کو اندر ہی اندر پی رہے تھے، تھوڑی دیر بعد حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی صاحب سے کہا کہ جنازہ کی نماز آپ ہی پڑھا دیجیے گا۔

اسی دوران جامعہ شمس العلوم گھوسی کے پرنسپل حضرت علامہ مفتی محمد ممتاز عالم مصباحی، مولانا وصی احمد

شمسی، مولانا محمد زینی برکاتی، جے پور سے حافظ عبد القدیر شمسی، ماریشش سے حضرت مولانا فیض احمد
مصباحی، جمد اشاہی سے مولانا محمد فاروق نظامی علیمی، چرہ محمد پور سے مولانا محمد کمال اختر قادری، اشرفیہ
مبارک پور سے مولانا نفیس احمد مصباحی، گورکھپور سے مولانا مفتی محمد اظہر شمسی اور براؤں شریف سے مولانا
حافظ محمد معین اختر جیلانی نے سوشل میڈیا پر گشت کر رہی اس حادثاتی موت کی خبر کی حقیقت جاننا چاہی،
اس کی تصدیق ہوجانے پر کہ مولانا اب ہم میں نہ رہے، اظہار افسوس، مغفرت اور ورثا کے لیے صبر
وشکیب کی دعائیں کیں۔

مولانا سے میری شناسائی اور تعلق بچپنے کا ہے وہ صرف میرے علمی رفیق اور ساتھی ہی نہیں بلکہ رشتے
میں ہمارے حقیقی پھوپھی زاد بھائی تھے، مولانا کا مکان مدرسہ شمس العلوم گھوسی سے کوئی دو کلومیٹر کے فاصلے
پر ہوگا، مولانا کے لیے کمسنی میں روزانہ مدرسہ کی آمد ورفت ایک مشکل مرحلہ تھا اس لیے وہ ہمارے گھر اپنے
نانیہال میں مستقلاً رہنے لگے، غالباً درجہ سوم پرائمری سے لے کر درجہ ہفتم تک یہیں رہ کر شمس العلوم
میں پڑھتے رہے، جب بڑے ہوگئے تو اپنے گھر سے بذریعہ سائیکل مدرسہ آتے تھے، درجہ عالمیت تک
جامعہ شمس العلوم گھوسی کے ریگولر طالب علم کی حیثیت سے یہاں کے اساتذۂ درس سے اپنی علمی تشنگی
بجھائی، یہیں پہ منشی اور کامل کا کورس بھی مکمل کیا، زمانہ طالب علمی سے نصابی کتابوں کے ساتھ غیر درسی کتابوں
کے مطالعہ کا ذوق رکھتے تھے کتابوں کی خریداری اور انہیں جمع کرنے کا شوق تھا، جو بالغ نظری کے عروج
کے ساتھ بڑھتا گیا، مضمون نویسی اور مقالہ نگاری کی مشق وممارست کے لیے بیت الحکمت سے بھی وابستہ
ہوگئے، اس طرح حضرت مولانا محمد عاصم اعظمی حفظہ اللہ کی صحبتیں اور شفقتیں ان پر سایہ فگن ہوگئیں،
حضرت مولانا بدر القادری رحمۃ اللہ علیہ سے ربط اور قرب تو ان کا موروثی اور خانہ زاد تھا، شعر وسخن کے حوالے
سے بہت کچھ ان سے سیکھا اس طرح فکر میں پختگی اور شعور میں بالیدگی پیدا ہوگئی، شمس العلوم سے عالمیت
کی تکمیل کے بعد جامعہ اشرفیہ مبارک پور پہنچ گئے اور دو سال رہ کر یہیں سے فضیلت کی سند حاصل کی،
فراغت کے بعد جامعہ حضرت نظام الدین اولیا دہلی میں داخلہ لیا جہاں جدید عربی وانگریزی زبان وادب
سے خاصی واقفیت حاصل کی، شمس العلوم کے زمانۂ طالب علمی ہی سے عصری اداروں اور جامعات سے بی۔
اے۔، ایم۔ اے۔ اور پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کی ڈگری حاصل کرنے کا خواب دیکھ رکھا تھا، جو شرمندۂ تعبیر بھی ہوا، اس
طرح عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ مولانا جامعہ شمس العلوم گھوسی اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور دونوں چشمۂ فیض

سے نہال ایک قابل ذکر عالم دین، کارگاہ بیت الحکمت کے قیمتی پروڈکٹ اور شعر وسخن کے ایک عظیم شناور کی
حیثیت سے افق سنّیت پر درخشاں رہے۔

مولانا مجھ سے عمر میں تقریباً چار سال بڑے تھے، محلے اور رشتے میں جنہیں ہم چچا یا بڑے ابا یا ماموں
کہا کرتے تھے، مولانا انہیں بھی پورے اعتماد اور چاہت سے ماموں کہا کرتے تھے، فیاض ماموں، امتیاز
ماموں، اشتیاق ماموں، ارشاد ماموں، معین الدین ماموں نعمانی ماموں، زین العابدین ماموں وغیرہ۔ بچپن کی
بھولی بسری یادیں اور ان کی نرم وشیریں باتیں آج بھی کانوں میں رس گھول رہی ہیں۔

فراغت کے بعد سب سے پہلے جامعہ حنفیہ بستی میں بحیثیت مدرس آپ کا تقرر عمل میں آیا، یہاں
تدریس کے ساتھ تحریر وتقریر کا بھی شغل جاری رکھا، مولانا کے کردار وعمل کی طرح ان کی تحریر وتقریر بھی
دل نشیں ہوتی تھی، آپ اچھا لکھتے تھے اور بولتے بھی، دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی کے علامہ عبد العلیم
میرٹھی سیمینار و کانفرنس کی پہلی نشست کی نظامت آپ نے ہی کی تھی، جسے کافی سراہا گیا تھا، جامعہ شمس
العلوم گھوسی کے غالباً 2016 کے سالانہ جلسۂ دستار فضیلت میں مدعو نقیب مولانا طفیل احمد شمسی اشرفی
نے عین وقت پر کسی مجبوری کی وجہ سے شرکت سے معذرت کرلی، تو حضرت شیخ الجامعہ صاحب نے راقم
سے کسی متبادل کے لیے کہا، حسن اتفاق مولانا اس وقت گھر پہ تھے رابطہ کیا تو کچھ تردد ظاہر کیا اور کہا اب
نظامت کا سلسلہ چھوٹ گیا ہے لیکن بات مادر علمی شمس العلوم کی تھی اس لیے آمادہ ہوگئے، چنانچہ مولانا
آئے نظامت کی اور خوب کی، اس اجلاس کے خصوصی مقرر محب مکرم مولانا محمد نعمان اختر فائق الجمالی اور
مولانا ضیاء الدین کٹکی تھے، مولانا نقابت کے دوران چھوٹے چھوٹے ادبی فقرے اور جملے بولتے تھے
جنہیں سن کر ذوق سلیم کو حظ ملتا تھا۔

مولانا پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کے مقالے کی تکمیل کے سلسلے میں 1999ء میں کتب خانہ شبلی نعمانی لکھنؤ
پہنچے اور یہاں کے ذخیرہ کتب سے بھرپور استفادہ کیا، جہاں مجھے مولانا کی اعانت اور خدمت کا بھر
پور موقع ملا، فرصت کو غنیمت سمجھ کر ہم دونوں زیر ترتیب کتاب ’’تجلیات شیخ العلما‘‘ کے لیے مواد کی فراہمی
کے سلسلہ میں کانپور کے لیے پابہ رکاب ہوگئے، جہاں حضرت علامہ مفتی محمد حفیظ اللہ اعظمی، حضرت علامہ
محمد الیاس سالک بارہ بنکوی اور مشہور شاعر جناب کیف اکرمی اور قاضی شہر کان پور مولانا عبد السمیع کان
پوری ودیگر علما ومشایخ سے ملاقاتیں ہوئیں، مؤخر الذکر کے سوا سبھی حضرات، شیخ العلما حضرت علامہ غلام

جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ کے سعادت مند تلامذہ میں ہیں، پانچ، چھ دہائی قبل آپ مدرسہ احسن المدارس قدیم کانپور میں خدمت درس وتدریس پر مامور تھے، ان حضرات نے نسبت کا لحاظ رکھا اور ہماری قدر کی، اس وقت میں ایک طالب علم اور مولانا مختصر یافت والے مدرس تھے، دوران سفر مولانا ایک کشادہ دست رفیق سفر ثابت ہوئے، اس طرح مجھے آج سے بیس سال پہلے تذکرہ علمائے گھوسی مرتبہ علامہ بدر القادری علیہ الرحمہ و مولانا موصوف کے لیے بھی جدید علما کے حالات جمع کرنے اور مواد کی فراہمی کے سلسلے میں مولانا کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا، خاصی تعداد میں کام ہو چکا ہے، فہرست بھی تیار ہے، مگر افسوس پہلے علامہ بدر القادری پھر مولانا شکیل اعظمی چند ماہ کے مختصر وقفے میں یکے بعد دیگرے راہی ملک عدم ہو گئے، اس طرح یہ کام تشنہ طبع رہ گیا۔ ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

جامعہ حنفیہ میں بعد میں کچھ دنوں تک آپ صدر مدرس بھی رہے پھر مدرسہ حق الاسلام لال گنج بستی کے باضابطہ گورنمنٹی پرنسپل منتخب کیے گئے، جہاں آپ کی قیادت نے ادارہ کو ترقی کی ایک نئی جہت عطا کی، علما و اساتذہ کا جدید لغات والسنہ بالخصوص کمپیوٹر، انگلش، ہندی وغیرہ سے بقدر کفایت واقف ہونا ضروری ہے، مولانا ان سے بھی خاصی دلچسپی اور آگاہی رکھتے تھے، مدرسہ حق الاسلام بستی میں ایک مرتبہ جدید مضمون پڑھانے والا کوئی استاد غالباً انگلش ٹیچر کسی وجہ سے ادارہ آنے سے قاصر تھا، مولانا مقررہ گھنٹی میں اس درس گاہ میں پہنچ گئے اور پڑھانے لگے، انگلش کا مضمون مدرسہ کے طلبہ کو اردو کا جانکار اور وہ جو مولوی بھی ہو جس بہتر ڈھنگ سے پڑھائے گا خالص ہندی کا جانکار نہیں پڑھا سکتا، مولانا اردو انگلش دونوں زبانوں کے گرامر اور اصول سے واقف تھے اس لیے طلبا سابقہ ٹیچر کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہی محظوظ ہوئے، مدرسہ کے ناظم اعلیٰ نے معائنہ کیا تو آپ کی اس کارکردگی سے خوش ہوئے، مطمئن تو پہلے سے تھے کہا اچھا ہوا آپ پڑھانے لگے ورنہ طلبا کا خسارہ ہوتا۔ (مفہوماً)

حضرت علامہ فیض الحق اعظمی سابق پرنسپل دار العلوم مدینۃ العربیہ کے فیض العلوم محمد آباد آجانے کے بعد ادارہ کے ارباب حل وعقد کی نگہ انتخاب تلاش بسیار کے بعد آپ پر پڑی، اس طرح مولانا کا لال گنج بستی سے دوست پور ٹرانسفر ہو گیا، یہاں آپ اپنے حسن کارکردگی کی بنا پر توقع کے مطابق کھرے اترے، کسی ادارہ کا کامیاب صدر المدرسین وہی بن سکتا ہے جو تدریس کی مفوضہ ذمہ داریاں اطمینان بخش

طریقہ پر انجام دینے کے ساتھ دفتری اور انتظامی امور، کمیٹی کے ساتھ تال میل، اساتذہ کو ساتھ لے کر چلنے کا ہنر، طلبہ پر کنٹرول رکھنے کی صلاحیت، مالیات کی فراہمی، اطراف ومضافات میں تبلیغ دین و مذہب کی مخلصانہ کوشش، اور ادارہ کو شاہ راہ ترقی پر چلانے کا سلیقہ اور فن جانتا ہو، اس اعلیٰ عہدہ کے لیے مولانا کا انتخاب درحقیقت منتخب کے اعلیٰ ہونے کی دلیل تھی۔

مولانا اپنوں اور بیگانوں، احباب و اغیار، اساتذہ و طلبہ سب کے تئیں اخلاص و وفاداری کا جذبہ رکھتے تھے، علمی دنیا میں جہاں وہ درس و تدریس کے اعلیٰ علمی عہدے صدر المدرسین کے منصب پر فائز تھے، تو دوسری طرف قرطاس وقلم کے میدان میں اپنی شاندار خدمات کا مظاہرہ کیا، متعدد موضوعات پر علمی اسلوب میں مقالات لکھے جو مختلف کتابوں اور رسائل وجرائد میں طبع ہوئے، مختلف شعبہ ہائے زندگی میں آپ کا کردار آب زلال کی طرح صاف تھا، بڑی خاموشی کے ساتھ کام کرنے کے عادی تھے، علم کے لیے خود نمائی اور ریاکاری ایک دیمک ہے، جسے لگ جاتا ہے اسے کھوکھلا کر دیتا ہے، عاجزی اور فروتنی ایسے اوصاف حمیدہ ہیں جو آدمی کو ثریا کا اوج اور کہکشاں کی رفعت عطا کرتے ہیں، ہمارے بڑوں کو مولانا سے مستقبل میں بڑی امیدیں وابستہ تھیں، نہیں معلوم تھا کہ وہ اتنی جلد اپنی بساط علم سمیٹ کر اس دار فانی کو الوداع کہہ دیں گے، مولانا کی وفات حسرت آیات سے علمی و دینی حلقے ایک مخلص عالم سے محروم ہو گئے، موت کب؟ کس طرح؟ اور کیسے آجائے؟ کسی کو کچھ خبر نہیں۔ ؎

رہنے کو سدا دہر میں آتا نہیں کوئی
تم جیسے گئے ایسے بھی جاتا نہیں کوئی

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ مولانا کی فروگذاشت معاف فرمائے، پسماندگان اور ورثا کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے اور مدینۃ العربیہ کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین!

◆◆◆

علامہ ڈاکٹر شکیل اعظمی...ایک دیدہ ور انسان

شہزادۂ فقیہ ملت مفتی ازہار احمد امجدی مصباحی ازہری

مبسملا و حامدا و مصلیا و مسلما

عالم نبیل، فاضل جلیل، حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی علیہ الرحمۃ والرضوان کا تقریباً پینتالیس سال کی عمر میں اچانک اس دنیائے فانی سے رخصت ہو جانا، اہل خانہ کے ساتھ، علمائے اہل سنت، بالخصوص علمائے گھوسی، علمائے بستی اور دار العلوم مدینۃ العربیۃ، دوست پور کے علمائے کرام وذمہ داران کے لیے کافی تکلیف دہ ثابت ہوا، لیکن ہر جان کو ایک دن جان آفریں کے حوالے ہونا ہے، اسی ایمان وعقیدے کی بنیاد پر ان حضرات کے لیے صبر وتحمل کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا۔

علمی اعتبار سے حضرت ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمۃ کا درس وتدریس کے ساتھ، اردو نثر نگاری سے بڑا گہرا تعلق تھا، اس امر پر آپ کے پی ایچ ڈی کا مقالہ بنام: 'اردو نثر کے فروغ میں فقہی لٹریچر کا حصہ' اور آپ کی کتابیں اور اسی طرح آپ کے مختلف موضوعات پر مشتمل مختصر ومطول مقالات، شاہد عدل ہیں۔ آپ کی شخصیت علم دوست تھی اور علمی کام میں تعاون کرنے کا جذبہ صادقہ بھی رکھتی تھی، اسی جذبہ صادقہ کا نتیجہ ہے کہ جب میں نے آپ سے حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ کے مقالات کے مجموعہ بنام: 'جواہر فقیہ ملت' پر ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۰۲۰ء میں تقدیم لکھنے کے لیے عرض کیا؛ تو آپ نے اپنی مختلف مصروفیات کے باوجود قبول کیا اور بہت ہی عمدہ پیرایہ میں تقدیم سپرد قرطاس فرمائی بلکہ جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ میں فقیہ ملت علیہ الرحمۃ کے مقالات کو جمع وترتیب وتخریج کے ساتھ شائع کرنا چاہ رہا ہوں؛ تو آپ نے حضور فقیہ ملت علیہ الرحمۃ کے ایک مقالہ بنام: 'مختصر سوانح حیات حضور سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ' کی طرف رہنمائی بھی فرمائی اور اسی وقت برجستہ فرمایا کہ بستی شہر کے سہ ماہی میگزین 'نوری نکات، بستی' میں عالی جناب نظام الدین نوری، بستی صاحب جس کے ایڈیٹر ہیں، انہوں نے ایک مضمون شائع کیا تھا، میں ان شاء اللہ اسے تلاش کر کے آپ کے حوالے کرتا ہوں، حضرت نے دو چند دن کے اندر ہی ۱۹۹۵ء کے میگزین سے مضمون تلاش کر کے، مجھے اس مضمون کی فوٹو کاپی بھی بھیج دی اور اس طرح آپ کے اس اہم علمی تعاون کے ذریعہ اسے بھی شامل مجموعہ کر لیا گیا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت سے میں نے حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ کے مقالات کے بارے میں کچھ پوچھا نہیں تھا، بلکہ صرف تقدیم

لکھنے کی گزارش کی تھی مگر آپ نے حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ سے لگاؤ اور اپنی علم دوستی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے، اس اہم علمی مضمون کی طرف رہنمائی فرمائی۔

اخلاقی اعتبار سے بھی آپ کی ذات مسلّم تھی، یوں تو میری آپ سے بہت زیادہ ملاقات نہیں تھی، بچپن میں حضور فقیہ ملت علیہ الرحمۃ کے عرس میں مختصر اور جامع انداز میں نظامت کرتے سنتا اور دیکھا کرتا تھا، پھر جامعہ ازہر شریف، مصر سے واپس ہونے کے بعد محترمی ومکرمی مولانا غلام نبی صاحب، غازی پریس، بستی کی مصاحبت میں جناب محمد رضی خان علیہ الرحمہ، منیجر دار العلوم مدینۃ العربیۃ، دوست پور کے چہلم میں جانا ہوا، اس وقت آپ سے ملاقات ہوئی، اس کے بعد پھر وہی 'جواہر فقیہ ملت' پر تقدیم کے لیے گفت وشنید ہوئی، مگر اسی ایک ملاقات اور گفتگو سے یہ بخوبی اندازہ ہو گیا کہ آپ نہایت ہی سنجیدہ، علم دوست، علما نواز اور علمی کام کی حوصلہ افزائی جیسے عمدہ اور بہترین اوصاف سے متصف تھے، آپ کے انہیں اخلاق حمیدہ کے سبب، جنازہ میں پہنچنے کے لیے وقت تنگ ہونے کے باوجود، آپ کے جنازہ میں خلیفہ حضور فقیہ ملت حضرت مولانا ریاض احمد برکاتی مصباحی، شیخ الحدیث جامعہ حنفیہ، رحمت گنج، بستی، مولانا غلام نبی صاحب، غازی پریس اور مولانا محمد شاکر علی نظامی، استاد جامعہ حنفیہ، رحمت گنج کی مصاحبت میں پہنچنے کی کوشش کی گئی اور الحمد للہ وقت پر پہنچ کر جنازہ میں شرکت کا شرف حاصل ہوا۔

اللہ تعالی حضرت اعظمی صاحب علیہ الرحمہ کی تمام دینی وعلمی خدمات کو قبول فرما کر، آپ کے درجات کو بلند تر فرمائے، حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا کرنے کے ساتھ، آپ کے بچوں اور بچیوں کے مستقبل کو بہترین وتابناک بنائے، آمین! بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

دعا گو ودعا جو:

ابو عاتکہ ازہار احمد امجدی مصباحی ازہری غفرلہ

خادم مرکز تربیت افتا وبانی فلاح ملت ٹرسٹ، اوجھا گنج، بستی، یوپی

۱۵/ جمادی الآخرہ ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۹/ جنوری ۲۰۲۲ء

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

مفتی عبدالخبیر اشرفی مصباحی

صدرالمدرسین دارالعلوم عربیہ اہل سنت منظر اسلام التفات گنج، امبیڈکر نگر

خدائے تعالیٰ کی قدرت کاملہ ہر شئے کو محیط ہے، اس کی حکمت بالغہ ہر چیز کو حاوی ہے، وہ اپنی قدرت سے تل کو تاڑ اور تاڑ کو تل بنانے پر قادر ہے، وہ چاہے تو آباد و شاداب شہر نیست و نابود ہو جائے اور بے آب و گیاہ صحرا سبزا زار بن جائے وہ چاہے تو عمر خضر دے دے اور چاہے تو شکم مادر میں مار دے، دنیا کی ٹھاٹ باٹ اسی کی عطا ہے اور اخروی عزت و آبرو بھی اسی کا فضل ہے یہ حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل مصباحی کی تقدیر ہے جو سراسر فضل رب قدیر ہے ان کی موت سب کو رلا گئی مگر ان کی تقدیر اوج ثریا پر پہنچی، شہادت حکمی کا درجہ پایا، قرب خداوندی میں رتبہ بلند ہوا نماز جنازہ دو شہروں میں پڑھی گئی خلق خدا کے انبوہ نے شرکت کی۔

مولانا ڈاکٹر شکیل احمد مصباحی کی عمر ۴۵ رسال چند ماہ رہی کمال اتنا بڑا حاصل کیا کہ مذہبی درس گاہوں کی اعلیٰ سندیں پائیں عصری دانش کدوں کی منتہی ڈگریاں حاصل کیں دین و مذہب کے جملہ علوم سے آراستہ ہوئے اعصار و ادوار کے کمال علوم سے پیراستہ ہوئے وہ جید عالم دین تھے، متقی و پرہیز گار تھے، نیت کے سچے اور ارادے کے پکے تھے، وہ سچی لگن کے انسان تھے، اپنے آپ میں ایک جہان تھے، وہ طالب علم کو عالم اور عالم کو کامل بنانے کا ہنر رکھتے تھے، مکتب کو مدرسہ اور مدرسہ کو دارالعلوم کا درجہ بخشنے کا گر جانتے تھے، ان کی خدمتوں کی جڑیں گہری اور مضبوط ہیں، ان کی سرگرمیوں کی بساط چوڑی اور وسیع ہے، وہ اعتقادی و علمی، عملی و سماجی تہذیبی اعتبار سے موثر شخص تھے، وہ ہشاش و بشاش طبیعت کے مالک تھے، سنجیدگی و متانت کے حامل تھے۔

مولانا ڈاکٹر شکیل احمد مصباحی سے بیسویں صدی کے آخری سالوں میں ملاقاتیں تھیں وہ گھوسی کے باشندے تھے اور میں گھوسی میں طالب علم تھا، میں ان سے علم میں چھوٹا اور عمر میں کوتاہ تھا، ان کی قوت حافظہ مضبوط تھی، شوق و ذوق محنت و لگن اس پر مستزاد تھی، ان کے ساتھ علمی گفتگو میں حیلہ حجت کام آتی نہ تاویل کوئی راہ پاتی، ان کا مادہ استعداد اسی دور میں بہت اونچا تھا، وہ اچھے دوست تھے، نیک ساتھی جیسا برتاؤ کرتے تھے۔

غالباً ماہ جولائی ۲۰۱۷ میں ایک لمبے عرصے کے بعد ان کا فون آیا، شکیل احمد نام نے ذہن و فکر کے کینوس پر شکلیں بنا دیں گھوسی کا پتہ بتا دیا دل باغ باغ ہو گیا، چند ماہ کے بعد از خود شرف ملاقات بخشا، خوردہ نوازی کی انتہا کر دی، تشریف آوری کی زحمت اٹھائی، دہائیوں میں وہ شخص سے شخصیت کا لبادہ اوڑھ چکے تھے، گفتگو ناصحانہ انداز کریمانہ اور کردار مکمل عالمانہ تھا، نماز کے وہ حد درجہ پابند تھے، جھوٹ سے ان کو نفرت تھی، وہ سچے انسان تھے، اللہ کریم سچوں کے ساتھ ان کا حشر فرمائے۔

عبدالخبیر اشرفی مصباحی-۲۱ / ۱۲ / ۲۰۲۱

مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

مولانا محمد سعید نورانی

استاذ دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور

ادیب لبیب، عالم باعمل حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی علیہ الرحمہ کا وجود مسعود دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور کے لیے ریڑھ کی ہڈی کے مانند تھا، ان کی رحلت سے دارالعلوم کے در و دیوار پر آج بھی اداسی کے آثار صاف نمایاں ہیں۔ حضرت موصوف علیہ الرحمہ تو ہمارے پرنسپل ہی تھے، آپ کی صبح و شام کو بہت قریب سے دیکھنے سننے اور بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا ہے، یوں تو حضرت کو راقم الحروف برسوں سے جانتا ہے، آپ جامعہ حنفیہ رحمت گنج بستی میں جس وقت منصب صدارت پر فائز تھے، تو اس زمانے میں آپ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی حضرت استاذ العلما علامہ فروغ احمد اعظمی دامت برکاتہم سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا کرتے تھے، وہیں سے آپ کا تعارف ہوا، اس کے بعد جولائی ۲۰۱۰ء میں آپ دارالعلوم مدینۃ العربیہ قصبہ دوست پور ضلع سلطان پور صدرالمدرسین کی حیثیت سے تشریف لائے۔ وہ بھی ایک دن تھا جب جامعہ آپ کی تشریف آوری پر پھولے نہیں سما رہا تھا، لیکن افسوس صد افسوس آج ادارہ ایک اولوالعزم، مختلف الجہات اوصاف کی حامل قیادت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محروم ہو گیا۔

ہمارے حضرت بلا مبالغہ بہت سی خوبیوں کے جامع تھے۔ آپ درس و تدریس کے علاوہ اوقات میں بھی مصروف رہتے۔ تحریری کاموں سے انتہائی درجے کا عشق تھا، ہر کام بڑے سلیقے سے انجام دیتے، جو امور عام طور سے ماتحت مدرسین میں تقسیم کر کے بوجھ ہلکا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، حضرت ان تمام کاموں کو بصد شوق خود کر لیا کرتے۔ حتی کہ سرکاری رجسٹر حاضری طلبہ کی خانہ پری اور نظام الاوقات سازی کا کام بھی اساتذہ کی پیش کش کے باوجود خود ہی کر لیتے۔ امتحانات وغیرہ کے تمام کاغذات کب تیار فرما لیتے ہم لوگوں کو حیرت ہوتی۔ کام سے اکتاتے نہ گھبراتے۔ سنجیدگی بلا کی تھی کہ اتنے بڑے ادارے میں مختلف مزاج و خیال اور کردار و عمل کے حامل اراکین، اساتذہ اور طلبہ کے بہت سارے پیچیدہ مسائل پیدا ہوتے رہے، مگر حضرت نے ہر موقع پر بردباری سے کام لیا، کبھی ٹکراؤ کا راستہ اختیار نہیں فرمایا۔

اساتذہ پر شفقت: حضرت ممدوح گوناگوں خوبیوں کے حامل تھے۔ انھیں خوبیوں میں اخلاق وکردار کی بلندی، مروت وشرافت، اور طلبہ واساتذہ کے ساتھ رعایت اور ان پر حد درجہ شفقت بھی ہے۔ جس کے باعث آپ دلوں پر راج کرتے اور قلوب واذہان میں رچے بسے رہتے، ایک ذمہ دار منصب پر فائز ہونے کی وجہ سے تمام اساتذہ وطلبہ پر گہری نظر رکھتے نگران کے اچھے اقدام اور حسن کارکردگی پر حوصلہ افزائی بھی فرماتے۔ اور عمومی طور پر کوتاہیوں سے صرف نظر فرماتے ہاں حسب ضرورت تنہائی میں صاحب معاملہ کو ہدایت وتنبیہ فرماتے، سرعام ملامت کرنے، کمیٹی کی طرف سے منفی تبصروں کے مواقع پر حتی الامکان طلبہ واساتذہ کا دفاع فرماتے، دانستہ طور پر کسی استاذ کا نقصان نہیں چاہتے تھے۔ سنگین حالات میں بھی دانشمندی اور سنجیدگی کا مظاہرہ فرماتے اور اپنے مشفقانہ طرز عمل سے معاملہ حل کرنے اور کرانے کی بھرپور کوشش فرماتے تھے۔

چناں چہ ایک واقعہ راقم کے ساتھ پیش آیا جس کو آپ نے اپنے ناخن تدبیر سے حل فرمایا، میں اس کو زندگی بھر نہیں بھول سکتا، بلکہ ہمیشہ ان کا ممنون رہوں گا اللہ انھیں خوش رکھے۔ آمین

جنوری ۲۰۱۲ء کے پہلے ہفتے میں ممبئی کے اندر میری والدہ ماجدہ کی طبیعت سخت علیل ہوگئی، جس کے سبب آناً فاناً مجھے ممبئی جانا پڑا اور میری حرماں نصیبی کہ میرے ممبئی پہنچنے کے تیسرے دن گرونانک اسپتال باندرہ میں رات ۱۲ر بجے میرے سر سے ان کا سایۂ عاطفت اٹھ گیا۔ رب کریم غریق رحمت فرمائے۔ آمین

مدرسہ لوٹنے تک ایک ہفتہ لگ گیا۔ حالات بتا رہے تھے کہ سال بھر کی رخصت باقی ہے اس لیے اکٹھا رخصت لے لیں۔ میں نے تین یوم رخصت اتفاقیہ اور چار یوم رخصت بلاعوض کی درخواست پیش کی۔ حضرت نے درخواست ملاحظہ فرمایا اور سیدھے میری درسگاہ میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے قلم سے ایک دن کی بھی تنخواہ کٹ جائے مجھے گوارا نہیں میں نے عرض کی حضور اس کے علاوہ میرے پاس چارہ کار نہیں۔ آپ نے فرمایا کمیٹی کے ذمہ داروں سے رعایت کی بات کرلیں آپ کی بات مان لی جائے گی۔ میں نے عرض کی کہ میرے بس کی بات نہیں ہے آپ اپنی صواب دید پر جو چاہیں کریں۔ مزاج کے خلاف آپ نے فون کر کے کمیٹی کے ذمہ داروں کو بلا کر ان کے سامنے سارا معاملہ رکھا۔ آپ کی گفتگو سے متاثر ہو کر محترم محمد سعید خان آڈیٹر اور محترم منشی رضا خزانچی نے میری درخواست

حضرت سے لے لی اور میری درس گاہ میں آکر اسے پھاڑ دیا اور کہا چلیے دستخط کیجیے۔ تب جا کر حضرت کی فکر مندی اور تشویش دور ہوئی ورنہ آپ بے حد پریشان اور ملول خاطر تھے۔ رب قدیر اپنے محبوب مکرم کے صدقے آپ کے مرقد پر رحمت وانوار کی بارش برسائے۔ آمین

اصول کے دھنی، بلند افکار کے حامل، دور اندیش، غیر ضروری مجلس اور بے جا بات چیت سے پرہیز فرماتے۔ من سکت نجا کا آپ سراپا نمونہ تھے، اخلاق نبوی کا گراں قدر حصہ آپ کو ملا تھا، صوم وصلوٰۃ اور تلاوت کے بڑے پابند تھے۔ نماز فجر کے لیے طلبہ کو پابندی سے جگاتے اور خود بھی نماز باجماعت کا التزام کرتے، طلبہ کو بلا بلا کر خارج درس اوقات میں بھی پڑھانا، ضرورت پڑنے پر مدرسین کو بلانے کے لیے بجائے طلبہ کے خود ہی ان کے پاس چلا جانا، کھانے پینے کی اشیا میں کبھی عیب نہ لگانا حتی کہ نمک کی کمی بیشی کی بھی کبھی شکایت نہ کرنا، بلکہ کبھی کھانا نہ ملنے پر بھی کوئی شکایت نہ کرنا، غسل خانہ کے اندر ہی غسل کرنا، اپنا کپڑا اکثر خود ہی دھولینا، بسا اوقات اپنی درس گاہ میں جھاڑو لگانا، جمعہ اور منگل کو غسل کرنا اور کپڑے بدلنا وغیرہ، چھوٹے استنجا خانہ کو کبھی استعمال نہ کرنا، پابندی کے ساتھ مخصوص بیت الخلا ہی استعمال کرنا، یہ وہ خوبیاں ہیں جو بڑوں بڑوں میں خال خال نظر آتی ہیں۔

اکابر شناسی اور بڑوں کے ادب واحترام سے پوری زندگی عبارت تھی، ہمیشہ اکابر علماو مشائخ پر کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے تھے۔ اگر کوئی مقالہ نگار اپنا مقالہ یا کوئی مولف اپنی تالیف بغرض اصلاح پیش کرتا تو نہایت خندہ پیشانی سے قبول فرماتے بلکہ کرم بالائے کرم یہ کہ لگتا کہ مقالہ نگار، مولف ان پر احسان کر رہا ہے، اتنی خوشی کا اظہار فرماتے اور حوصلہ افزائی کے لیے توصیفی وتقدیسی کلمات بھی تحریر فرماتے اور تحریر بھی کیا خوب ہوتی تھی۔ بہت سارے کمالات کے جامع اور بے شمار خوبیوں کے پیکر تھے، ان کے حسن اخلاق وآداب کو سوچ سوچ کر رونا آتا ہے اور بھی بہت کچھ تابندہ نقوش ہیں، جو میرے دل کی تختی پر یاد بن کر چمک رہے ہیں، لیکن میں مزید کچھ کہنے کی ہمت نہیں جٹا پا رہا ہوں۔

راقم کو قلم پکڑنے کا شعور تو استاذ العلما، فضیلۃ الشیخ حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی دامت برکاتہم نے عطا فرمایا، مگر نوک پلک سنوارنے اور مزید لکھنے کا ذوق ہمارے پرنسپل صاحب علیہ الرحمہ کا خاص عطیہ ہے، بلکہ ہماری تالیف عرفان شمس وہشام اور جہان شمس العلما کی تحریک انھیں کی مرہون منت ہے۔ ان کی لیاقت وصلاحیت ان کے منصب صدارت کے فرائض کی بحسن وخوبی ادائیگی اور ان کی بے شمار تحریری

کاوشوں اور کارناموں سے جگ ظاہر ہے۔

ظرافت طبع: حضرت ممدوح نے جس طرح اپنی تقریروں میں لطائف بیان فرمائے اسی طرح مجلسی گفتگو میں بھی کبھی کبھی اپنی ظرافت سے اہل مجلس کو ہنسنے پر مجبور کر دیتے مگر خود مسکرا کر رہ جاتے۔ قارئین کی ضیافت طبع کے لیے چند نمونے پیش خدمت ہیں:

ایک مرتبہ حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب مصباحی استاذ دارالعلوم مدینۃ العربیہ حضرت ممدوح کے حجرے میں نمکین کھا کر چائے پی رہے تھے۔ چائے منھ میں لے کر غرارہ کرنے کا انداز اپنایا تو حضرت نے ٹوکا کہ چائے پینے کا یہ کیا طریقہ ہے؟ اس پر مولانا موصوف نے عرض کی کہ حضرت اس طرح کرنے سے دانت میں لگی نمکین صاف ہو جاتی ہے تو حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ اس میں تھوڑا سا صرف ملا لیجیے کہ خوب صاف ہو جائے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ مولانا موصوف نے حضرت سے کہا کہ اچھا حضرت میں بہت پاجی ہوں نا، تو حضرت نے قدرے توقف کے بعد مسکرا کر فرمایا بہت تو نہیں مگر کچھ تو ہیں ہی۔

حضرت ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ مولانا عبدالحلیم صاحب کے ایک ملاقاتی کے گھر سے دعوت کھا کر مدرسہ تشریف لائے تو آپ نے مولانا موصوف سے فرمایا ہم لوگوں کے وہاں پہنچنے کے تقریباً ایک گھنٹہ بعد کھانا کھلایا اتنی دیر تک بیٹھنے کے باوجود پانی وغیرہ نہیں پوچھا مولانا موصوف نے کہا تو میں ان سے اس کی شکایت کروں گا۔ پھر خود ہی مولانا نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ وہاں کا یہی رواج ہو، لہٰذا ان سے کہنا مناسب نہیں رہے گا۔ ورنہ وہ سبکی محسوس کریں گے۔ اور آئندہ یہ زحمت صرف آپ کو اٹھانی پڑے گی ٹھیک ہے نا حضرت؟ حضرت نے میری بات سے اتفاق کرتے ہوئے زور دے کر فرمایا کہ میں تو نہیں کہوں گا مگر مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں آپ نہ کہہ دیں۔

اپنی عادت کریمہ کے مطابق مولانا مصباحی صاحب نے ایک دن حضرت سے عرض کیا کہ حضور آخری گھنٹی اور ظہر کی اذان کے درمیان کچھ وقفہ ہو جاتا تو وضو اور سنت وغیرہ میں آسانی ہو جاتی آپ نے نہایت متانت کے ساتھ ارشاد فرمایا تو فجر کے لیے بھی کوئی مشورہ عنایت فرمائیں۔

ایک طالب علم مسلسل تین دن درس سے غائب رہا چوتھے دن جب حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ تم کہاں چلے گئے تھے۔ اس نے عرض کیا کہ شادی تھی برات چلا گیا تھا، فرمایا برات جایا کرو کیوں کہ بڑی

فضیلت آئی ہے۔

استاذ الاساتذہ مورخ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی دامت برکاتہم القدسیہ شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم گھوسی اور استاذ العلما حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مدظلہ النورانی شیخ الحدیث دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور کو ان کی شہادت پر جتنا روتے دیکھا ہے، وہ سماں آج بھی آنکھوں کو رلاتا ہے۔ اور جس وقت جنازہ تیار ہوا لوگ نماز جنازہ کے لیے صف بستہ ہوئے اور راقم نے عوام وخواص کے سامنے حضرت کی زندگی پر اپنا تاثر ظاہر کیا، تو میں بھی اپنے آپ کو سنبھال نہ سکا اور میری بھی سسکیاں بندھ گئیں اور لوگ بھی غموں سے نڈھال ہو رہے تھے۔

موت اس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس   یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے

جب افسردہ قافلہ گھوسی پہنچا: ۲۹ ربیع الغوث ۱۴۴۳ھ مطابق ۵ دسمبر ۲۰۲۱ء یکشنبہ مبارکہ کو استاذ العلما حضرت علامہ الحاج فروغ احمد اعظمی صاحب دام ظلہ النورانی کی قیادت میں دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور کے اساتذہ وطلبہ کا افسردہ قافلہ جب حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ کا جسد خاکی لے کر ان کے وطن عزیز گھوسی پہنچا تو صف ماتم بچھ گئی، ماحول قیامت کا منظر پیش کرنے لگا، ہر کسی کا برا حال تھا بطور خاص اہل خانہ ان کے والد بزرگوار، والدہ اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں کے حالات ناگفتہ بہ تھے۔

بعد نماز عشا ساڑھے آٹھ بجے مورخ اسلام استاذ العلما والاساتذہ حضرت علامہ محمد عاصم صاحب دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم گھوسی نے اپنے ناز کے پالے قابل فخر شاگرد رشید کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازہ میں شرکت کرنے والوں کا جم غفیر تھا علما و مشائخ اطراف وجوانب کے مخلصین محبین جمع تھے اور دارالعلوم مدینۃ العربیہ کے اکثر اساتذہ وطلبہ خصوصاً حادثے کے بعد سے اخیر تک دارالعلوم مدینۃ العربیہ کے منیجر الحاج محمد اصغر خاں صاحب اپنے احباب سمیت پورے طور پر مصروف عمل رہے، ان کی بھاگ دوڑ اور انتظام مثالی رہا اور ان کے برادر اکبر محترم الحاج محمد علی خان سربراہ اعلیٰ دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور، ممبئی سے بذریعہ ہوائی جہاز بابت پور بنارس آئے اور وہاں سے گھوسی شریف حاضر ہوئے قصبہ گھوسی اور قرب وجوار کے ہزاروں لوگ جنازہ میں شریک رہے بالخصوص اساتذہ جامعہ شمس العلوم گھوسی، نیز خیر آباد، محمد آباد، بھیرہ ولید پور، لال گنج بستی، مبارک پور اور دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست

پورسلطان پور کے اساتذہ وطلبہ شریک جنازہ وتعزیت رہے، تدفین سے فراغت کے بعد تعزیت کی مجلس منعقد ہوئی مورخ اسلام نے موت کے برحق ہونے اور قضاوقدر کو شرح صدر کے ساتھ قبول کرنے کی تلقین فرمائی۔ جب ان کے اوصاف وکمالات اور اخلاق حسنہ احادیث کی روشنی میں بیان فرمانے لگے توخود بھی آبدیدہ ہوگئے اور اہل مجلس بھی سسکنے لگے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ شاگرد بہت پیدا ہوتے ہیں مگر قابل افتخار کم ہوتے ہیں عزیزی مولانا شکیل احمد علیہ الرحمہ میرے قابل فخر تلمیذ ارشد رہے، بڑی خوبیوں کے مالک اوصاف حمیدہ سے متصف، اخلاق حسنہ کے پیکر، علم وعمل کے جامع بیک وقت اچھے مدرس، مصنف، خطیب، شاعر اور بہت کچھ تھے۔ میرا بڑا ادب کرتے، ملاقات کی اجازت مانگتے، بڑا خیال رکھتے ویسے وہ اپنے تمام اساتذہ بلکہ مشائخ وعلمائے کرام کا احترام کرتے، اپنے عام ملاقاتیوں سے مسکرا کر ملتے اور انھیں خوش کر کے رخصت فرماتے، اسی پر آپ نے ایک حدیث بیان فرمائی، جس کو راقم دور ہونے کی وجہ سے سن نہ سکا، مفہوم یہ تھا کہ مومن کی شان یہی ہے کہ وہ اپنے مخاطب کو خوش کر کے رخصت کرے۔

بیان جاری رکھتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ عزیزی اتنی گونا گوں خوبیوں کے جامع تھے کہ اس خلا کو پر کرنا بہت مشکل ہے۔ پورا مجمع گوش برآواز اور محو حیرت تھا کیوں کہ مورخ اسلام ایسے عالم ربانی کا نام ہے، جو اپنی زبان فیض ترجمان سے خواہ مخواہ ہر کس وناکس کی تعریف نہیں کرتے، حالاں کہ آپ ممدوح کے تعلق سے رطب اللسان اور آبدیدہ تھے، آنسو تھمتے نہ تھے، اہل گھوسی نے شاید ایسا منظر کم ہی دیکھا ہوگا، یہ تھی حیرت کی وجہ، یہ تھے ہمارے قائد ومربی حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ سابق صدرا المدرسین دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور۔

حسن اخلاص ہے اگر دل میں　　　بندگی کامیاب کی سی ہے

آپ نے دینی علوم کے ساتھ عصری علوم وفنون پر بھی دسترس حاصل کی، اس طرح آپ جامع علوم وفنون بن گئے، جیسا کہ ان کی سندوں اور ڈگریوں سے ظاہر ہے، اس پر مستزاد ان کے کتب و رسائل ومقالات اور مختلف کتب پر تقاریظ وتبصرے شاہد عادل ہیں، آپ بیک وقت عمدہ مدرس، اچھے مصنف وناقد، مقالہ نگار، ہردل عزیز خطیب وشاعر اور حکیم بھی تھے۔

عربی، فارسی، اردو، ہندی اور انگریزی پانچوں زبانوں میں لکھنے پڑھنے اور مافی الضمیر کے

اظہار پر قدرت رکھتے تھے، فارسی زبان میں تو اس قدر دسترس حاصل تھی کہ جہاں ہم لوگوں کا مبلغ علم ختم ہو جاتا، وہاں آپ حکم کا رول ادا فرماتے، گویا کہ آپ اپنے آپ میں ایک انجمن تھے، 12 ربیع النور شریف 15 اگست 26 جنوری، حاجیوں کی تربیت اور ادارہ کی دیگر تقریبات خصوصاً سالانہ جلسہ میں آپ کی نقابت، یہ وہ مراحل ومواقع ہیں جہاں آپ منفرد تھے، مستقبل میں جب بھی یہ یادگار تاریخیں آئیں گی حضرت ممدوح کی یاد ہم اساتذہ وارا کین وطلبہ کو رلائے گی، کیوں کہ ان مواقع پر ان سے متعلق سارے امور باحسن وجوہ نبھاتے تھے۔

کتب بینی اور تصنیف وتالیف کے خوگر تھے، یہی وجہ ہے کہ جب سے آپ یہاں بحیثیت صدر المدرسین تشریف لائے، کتابوں کی فراہمی کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہے اور لائبریری وکتب خانہ کو مالا مال اور دیدہ زیب بنا دیا، کتابوں کے حصول کا جذبہ عشق کی حد تک تھا، اسی عشق وجنون کے سبب کتابوں کے بنڈل اپنے کندھوں پر لاد کر گھوسی سے دوست پور کر لاتے رہے، آج جب کوئی مہمان دارالعلوم دیکھنے آتا ہے تو ان کی آراستہ کی ہوئی لائبریری ہی میزبانی کا حق ادا کرتی ہے، ہر زائر اس کو دیکھ کر مسرت وشادمانی کا اظہار کرتا ہے۔

بھن کی شادی: اپنی بہن کی شادی [منعقدہ یکم نومبر ۲۰۲۱ء] سے فارغ ہو کر جب آپ دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور تشریف لائے تو پہلے جیسی کیفیت نہ رہی، کھوئے کھوئے رہتے، مگر بے کیفی کی وجہ ظاہر نہ فرماتے، کچھ موقع ملتا تو دل بہلانے کے لیے مولانا عبدالرشید صاحب برکاتی کی درس گاہ میں چلے جاتے، ایک دن میں میڈیکل سرٹیفیکٹ مع درخواست ان کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ تنہا فکر مند بیٹھے تھے، میرے کاغذات دیکھ کر فرمایا، کیا میڈیکل بن جائے گا؟ میں نے عرض کیا بن جائے گا۔ راقم نے سمجھا کہ لگتا ہے شادی میں کچھ زیادہ وقت لگ گیا ہوگا، اس لیے فرما رہے ہوں گے، دوسرے دن میں نے عرض کیا حضور کتنے دن کا میڈیکل درکار ہے؟ جب فرمائیں بنوا لاؤں، آپ نے فرمایا طبیعت چاہتی ہے میڈیکل دے کر گھر چلا جاؤں، میں نے عرض کیا اس میں رخصت علالت کی کیا ضرورت ہے، رخصت اتفاقیہ لے کر چلے جائیں پھر نمناک ہو کر خاموش ہو گئے، کوئی بات کہنے میں احتیاط فرماتے تھے، اس پر نفس مسئلہ نہ میں نے پوچھا نہ آپ نے بیان فرمایا، میں نے اس کا تذکرہ محب گرامی مفتی محمد شاہ عالم قادری استاذ دارالعلوم مدینۃ العربیہ سے کیا

اور ابھی حال ہی میں کارگزار پرنسپل حضرت مولانا عبدالرشید برکاتی سے ذکر کیا تو آپ نے بھی نمناک ہو کر اس کی تائید فرمائی اور داماد خیر الاذکیا، صاحب فضائل کثیرہ ومؤلف کتاب ''ڈاکٹر شکیل احمد گھوسوی رحمہ اللہ الشکور'' حضرت مولانا محمد ابوالوفا رضوی استاذ مدرسہ حق الاسلام لال گنج بستی تحریر فرماتے ہیں:

۲۲ نومبر کو صبح ساڑھے سات بجے کے قریب فون پر میری اور آپ کی آخری گفتگو قریب آدھے گھنٹے تک ہوتی رہی، ہر بار کی طرح اس بار بھی پوری متانت وسنجیدگی کے ساتھ گفتگو فرماتے رہے، لیکن اس آخری گفتگو میں جو خاص بات میں نے نوٹ کی، وہ یہ ہے کہ آپ نے باتیں صرف سنیں اس پر کوئی تبصرہ نہیں فرمایا اور جو کچھ پوچھتا، بس اسی کا جواب دے دیتے، اپنی طرف سے کچھ نہ کہتے جیسے بہن کی شادی کے تعلق سے پوچھا کہ خیریت سے بیت گئی تو فرمایا ہاں بیت گئی اور بھی بہت ساری باتیں مختصر میں جواب دیتے۔ فون نہ کرنے کے حوالے سے پوچھنے پر فرمایا مدرسہ میں مصروفیت بہت رہتی ہے، وقت نہیں مل پاتا، کسی سے بات کرنے کے لیے، لیکن پھر بھی آدھے گھنٹے تک مصروف گفتگو رہے۔

دعا کی مقبولیت بارگاہ قدس میں: راقم دس لاکھ سے زائد روپئے کا مقروض ہو گیا اور مطالبہ شدید تر، آپ سے سفر حج وزیارت کے مبارک موقع پر دعا کے لیے عرض کیا، آپ نے فرمایا اپنی تحریر میں بارگاہ رسالت میں استغاثہ لکھ کر دیجیے میں حاضری کے وقت پیش کر کے دعا کروں گا، اس کے بعد اسباب پیدا ہو گئے اور مجھے احساس تک نہیں ہوا۔

کچھ مصلحت کے پیش نظر دارالعلوم سے الگ کرایہ پر مکان لے کر رہنے کا میں نے انتظام کر لیا جب کہ بعض وجوہ کی بنیاد پر حضرت ممدوح کی دلی خواہش تھی کہ میں ان کے پڑوس میں حسب سابق رہوں باوجود اس کے منتقل ہو گیا اور قرآن خوانی ورسم فاتحہ کی تقریب رکھی اور عرض کیا کہ میرے حق میں دعا فرمادیں، آپ نے ایصال ثواب کے بعد دعا فرمائی کہ اے اللہ! ان کے دل کو ان کے نئے گھر سے مانوس فرمادے، خدا گواہ ہے اس وقت سے اب تک مجھے ایک لمحہ کے لیے بھی بے قراری اور تنہائی کا احساس نہیں ہوا، بلکہ دارالعلوم میں علاوہ اوقات درس رکنے کی طبیعت ہی نہیں چاہتی۔

ان کے دل میں ایک نیک آرزو پیدا ہوئی جس کا اظہار بھی ایک مرتبہ فرمایا اور دل ہی دل میں دعا فرماتے رہے کہ مولائے کائنات اپنے محبوب سرور کائنات ﷺ کے طفیل والدین کریمین کے ساتھ حج

وزیارت کے اسباب مہیا فرمادے، یہ دعا بھی ان کی حرف بہ حرف قبول ہوئی، چنانچہ اپنے نعتیہ کلام میں بھی یوں عرض کرتے ہیں:

یا خدا میرے ماں باپ ہوں ہم سفر ایسا طیبہ کا مجھ کو سفر چاہیے

آخرت کی بھلائی ہر کوئی چاہتا ہے، ہمارے ممدوح موصوف بھی اس کے لیے گریہ وزاری فرماتے اور یہ بھی عرض کرتے، الٰہی شہادت کی موت نصیب فرما، اور یہ زبانی جمع خرچ اور رسمی نہیں بلکہ رقت انگیز انداز میں تلاوت کے بعد عموماً دعا فرماتے اور اس کے مطابق مسلسل عمل فرماتے، ایک بار زبان سے نکل گیا مانگنے سے قبل کثرت سے درود کیوں نہیں پڑھتا، میں اچانک حاضر ہو گیا عرض کیا حضرت کوئی ہے نہیں کس کو نصیحت فرما رہے ہیں؟ مگر وہ خاموش ہو گئے، جب میں نے ان کے شعر کو دیکھا تو یقین ہو گیا کہ اپنی ذات سے مخاطب تھے۔

ورد صل علیٰ کرتے رہیے شکیل
آخرت کی بھلائی اگر چاہیے

بڑوں کا ادب: استاذ العلما، ادیب لبیب حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی دامت برکاتہم جب شیخ الحدیث کی حیثیت سے دوست پور تشریف لائے تو ان کی توقیر وتعظیم کے لیے بچھے رہتے، آپ مسجد میں جاتے تو میں ان کی جوتی چپل سیدھی کرنے کی کوشش کرتا مگر کبھی ایسا ہوتا کہ میرے مسجد سے نکلنے سے پہلے کوئی سیدھی کر دیتا خیال گزرتا کہ طلبا نے کیا ہوگا، مگر میں تجسس میں لگ گیا تو میری نظروں نے دیکھا کہ مسجد میں داخلہ کے وقت ہی ہمارے ممدوح سیدھی کر دیتے، میں نے ایک دن عرض کیا کہ کوئی کام تو ہم لوگوں کے لیے چھوڑ دیجیے، مسکرا کر جواب دیا کہ جتنا حق آپ کا ہے اتنا ہی میرا ہے کیونکہ وہ ہمارے مربی ہیں اور ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔

حضرت کے وصال کی خبر سن کر مخدوم ملت شہزادۂ فاتح بلگرام حضرت علامہ حافظ سید اویس مصطفیٰ قادری برکاتی زیب سجادہ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ بلگرام شریف نے استاذ العلما حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مدظلہ العالی کو تعزیتی فون کیا اور فرمایا کہ مولانا شکیل احمد ادب شناس تھے جب میں دوست پور آتا تو اور لوگ قریب بیٹھتے مگر وہ دور ہی نظر جھکائے بیٹھتے، یہی انداز تمام مشائخ اہلسنت کے لیے اپناتے اور ان کے فیوض وبرکات کے متمنی رہتے۔

اعراس مشایخ کا احترام: اکابرین امت اور مشایخ ملت کے اعراس خصوصاً حضور مخدوم اشرف سمنانی اور سیدنا امام احمد رضا خان فاضل بریلوی وحضور حافظ ملت مبارک پوری علیہم الرحمہ کے عرس کے موقع پر خود بھی حاضری دیتے اور طلبہ کو کثرت سے چھٹیاں عنایت فرماتے جب کہ موانع ہمہ وقت دامن گیر ہوتے اگر کبھی کوئی صراحتاً منع کرتا تب بھی فرماتے طبیعت نہیں مانتی، ملک کی معروف خانقاہوں میں حاضری دیتے رہتے اور جہاں حاضر نہیں ہو سکتے، وہاں کی حسرت رکھتے بلکہ کبھی کبھی اظہار افسوس بھی فرماتے۔

آپ کی زیر صدارت اساتذۂ کرام: ● ادیب لبیب حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی صاحب قبلہ شیخ الحدیث دارالعلوم مدینۃ العربیہ● حضرت مولانا عبدالرشید برکاتی ● حضرت مولانا محمد نعیم خان نورانی ● حضرت مولانا محمد سعید نورانی ● حضرت مولانا صوفی عزیز الرحمٰن برکاتی ● حضرت مولانا قاری ذاکر حسین ایمانی ● حضرت مولانا عبدالحکیم مصباحی ● حضرت مولانا مفتی محمد شاہ عالم قادری ● حضرت مولانا اشتیاق احمد قادری ● حضرت مولانا عبدالحئی اویسی ● حضرت حافظ محمد فاروق فیضی ● حضرت حافظ رضاء المصطفیٰ نوری ● حضرت قاری صدام حسین ● حضرت مولانا غلام سید علی علیمی ● حضرت مولانا محمد مختار احمد علیمی ● حضرت مولانا سید شان محمد قادری ● حضرت مولانا غلام نبی احمد اعظمی ● حضرت مولانا انصار احمد خان۔

آپ کے مشاہیر تلامذہ: ● مولانا سید شان محمد کالپی شریف● مولانا محمد مشتاق نیپال● مولانا محمد جابر حسین سلطان پور● مولانا فیض مصطفی کلکتہ● مولانا محمد معین الدین پرتاب گڑھ● مولانا اکرام اللہ سلطان پور● مولانا غلام ربانی جون پور● مولانا محمد شریف پرتاپ گڑھ● مولانا سہیل احمد امبیڈکر نگر● مولانا عبدالرحیم کشی نگر● مولانا عبدالرحمٰن امبیڈکر نگر● مولانا مقصود رضا امبیڈکر نگر● مولانا صدام حسین جون پور● مولانا محمد خورشید احمد امبیڈکر نگر● مولانا صدام حسین پرتاپ گڑھ● مولانا کمال اختر اعظم گڑھ● مولانا شاداب رضا دسؤپور، سلطان پور● مولانا شہنشاہ عالم امبیڈکر نگر● مولانا جنید اشرف راجستھان ● مولانا عمیر اشرف راجستھان ● مولانا حیدر حسن الہ آباد ● مولانا فرقان احمد حیدرآباد● مولانا عبدالمالک چاندہ، سلطان پور● مولانا یوسف رضا آندھرا پردیش ● مولانا محمد شہباز کالپی شریف● مولانا محمد امان رضا بہرائچ ● مولانا مجیب الرحمٰن بنگال● مولانا شہباز عالم سلطان پور●

مولانا ریاض الدین نیپال● مولانا محمد سالم دوست پور● مولانا محمد صائم دوست پور● مولانا محمد عامر دوست پور● مولانا نیاز احمد فیض آباد ● مولانا حافظ محمد سفیان سیلکھا، سلطان پور● مولانا محمد جنید دسؤپور، سلطان پور● مولانا محمد ذیشان دوست پور● مولانا معراج انصاری نیپال● مولانا مہتاب خان پرتاپ گڑھ● مولانا محمد قاسم اعظم گڑھ● مولانا محمد یحییٰ دوست پور۔

✦✦✦

ایک عالم باعمل کی رحلت

مفتی محمد ندیم رضا ندیم سلطان پوری قادری رضوی اشرفی
خطیب وامام نوری جامع مسجد بگہا تحصیل سلون ضلع رائے بریلی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

موت العالِم موت العالَم

حقیت ہے کہ جب کوئی باعمل عالم دارفنا سے دار بقا کوچ کرتا ہے تو ایک عالم رنج وغم میں ڈوب جاتا ہے ایک عالم باعمل کی رحلت سے جو خلا پیدا ہوتا ہے اس کا بھرپانا بڑا مشکل ہوتا ہے اس لیے کہ باعمل عالم درس وتدریس کی زینت دین وملت کی ضرورت نیز عوام کی چاہت ہوتا ہے جو ہر موقع پر ان کی رہنمائی کرتا نظر آتا ہے ایسی ہی شخصیت عالم باعمل پیکر اخلاص ومروت شہید فی سبیل اللہ حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات تھی جو داغ مفارقت دے گئی، آپ کے جانے سے نہ صرف طالبان علوم نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم غمزدہ وافسردہ ہیں، بلکہ تعلیم وتعلم سے تعلق رکھنے والا اک جہان ماتم کناں ہے، موصوف رحمۃ اللہ علیہ بڑے ہی زبردست عالم دین اور خلیق وملنسار تھے، راقم الحروف کا بھی تقریباً ایک دہائی سے تعلق تھا، اس درمیان گفت وشنید کا جو بھی لمحہ میسر آیا، بڑا خوش گوار و یادگار رہا، انکساری کا یہ عالم تھا کہ چھوٹوں سے بھی اس طرح گفتگو فرماتے کہ ذرہ برابر احساس نہ ہوتا کہ وہ وقت کے ایک دقاق عالم دین سے محو گفتگو ہے، آپ کی ذات سے اہل سنت وجماعت کو بڑی امیدیں تھیں مگر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ آپ نے لگ بھگ 25 سال تدریسی کام انجام دیے اور کئی رسائل وکتب اور مضامین آپ نے تحریر کیے، جن سے عوام الناس تاابد مستفید ومستنیر ہوتے رہیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت شہید فی سبیل اللہ حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ کی تربت پر سدا رحمت وانوار کی بارش فرمائے۔ **آمین بجاہ النبی الامین الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔**

◆◆◆

آہ! علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی گھوسوی علیہ الرحمہ

مولانا نورالحسن نوری، امیٹھی

موت اس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس   یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انّ اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعہ من العباد ولٰکن یقبض العلم بقبض العلماء (مشکوٰۃ) یعنی اللہ تعالیٰ علم کھینچ کر نہ اٹھائے گا کہ بندوں سے کھینچ لے بلکہ علما کی وفات سے اٹھائے گا، یہ حدیث اس کا تتمہ ہے جس میں فرمایا گیا کہ قریب قیامت علم اٹھ جائے گا، جہالت پھیل جائے گی، یعنی اس کے اٹھنے کا ذریعہ یہ نہ ہوگا کہ لوگ پڑھا ہوا بھول جائیں گے بلکہ علما وفات پاتے رہیں گے اور بعد میں دوسرے علما پیدا نہ ہوں گے جیسا کہ اب ہو رہا ہے علم سے علم دین مراد ہے، جماعت اہل سنّت کی کئی عبقری شخصیتیں یکے بعد دیگرے چند مہینوں میں داغ مفارقت دے گئیں بلاشبہ یکے بعد دیگرے علمائے کرام ونائبین مصطفیٰ ﷺ کی رحلت امت مسلمہ کے لیے قحط سے کم نہیں ہے، جب ایک عالم باعمل دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو سارا عالم اس کے جانے کا درد محسوس کرتا ہے، کیوں کہ موت العالم موت العالم، عالم کی موت ایک عالم کی موت ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اس دار فانی سے ہر ایک کو دار جاودانی کی طرف کوچ کرنا ہے لیکن ان میں کچھ ایسی ہستیاں بھی داغ مفارقت دے جاتی ہیں جن کا غم برسہا برس تازہ رہتا ہے، ان کی بے لوث خدمت دین متین دلوں کو تڑپاتی رہتی ہے۔

انہیں ہستیوں میں سے علامہ ڈاکٹر شکیل احمد گھوسوی علیہ الرحمہ سابق صدر المدرسین دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور ضلع سلطان پور کی ذات بابرکات تھی، کسی نے سوچا بھی نہ تھا کہ آپ اچانک ہمیں داغ مفارقت دے جائیں گے مگر نوشتۂ تقدیر کو کون ٹال سکتا ہے، آپ کے بہت سے اوصاف ہیں جن پر گفتگو ہوسکتی ہے، خوش اخلاقی، ملنساری، سادگی، بے تکلفی، ظرافت، تواضع، انکساری، بڑوں کی تعظیم، چھوٹوں پر شفقت وغیرہ، راقم سے بڑے اچھے تعلقات تھے، بڑی عزت دیتے تھے۔

صمیم قلب سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل ہم سب کو عموماً اہل خانہ کو خصوصاً صبر وشکر کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت کو غریق رحمت فرمائے۔ آمین! فقط

نورالحسن نوری، پرنسپل دارالعلوم غوثیہ تیغیہ رسول آباد ضلع امیٹھی، یوپی

”کچھ نقش تری یاد کے باقی ہیں ابھی تک“

مولانا وصال احمد اعظمی گھوسی

۴ر دسمبر ۲۰۲۱ء بروز سنیچر دار العلوم سے بعد مغرب ایک پروگرام میں چلا گیا تھا واپسی میں قدرے تاخیر ہوگئی، عشا پڑھ کر موبائل دیکھا تو مجھے ایک بہت ہی اندوہ ناک اور دل دہلا دینے والی خبر ملی کہ ۶ر بجے شام کو ایک حادثے میں مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی پرنسپل مدینۃ العربیہ سلطان پور شہید ہو گئے۔ کلمۂ استرجاع ادا کیا۔ مجھے یقین نہیں ہوا، مگر واٹس ایپ پر کئی گروپ میں یہی خبر مسلسل معتمد احباب نے بھیجی تو میں بے حد مضطرب ہوا، اب سوچا کہ کرم فرما حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی صاحب قبلہ، مولانا ریاض احمد صاحب قبلہ، محب محترم مولانا افتخار ندیم صاحب قبلہ کو فون کروں تو حقیقت حال سے آگاہی ہوگی، رہ رہ کر یہ بھی خیال آتا تھا کہ یہ لوگ بھی کافی مغموم ہوں گے، ہمت کر کے میں نے مولانا شہید کے حقیقی ماموں مولانا ریاض احمد صاحب کو فون کیا تو حضرت نے فوراً کال اٹھالی میں نے کہا حضرت اس طرح کی خبر مولانا شکیل احمد صاحب کے متعلق مل رہی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

حضرت نے فرمایا میں مولانا شکیل احمد صاحب کے گھر ہی ہوں اور اندر بیٹھا ہوں ابھی آپ سے باہر نکل کر بات کرتا ہوں کچھ وقفے بعد حضرت نے مجھے اطلاع دی کہ جو کچھ آپ نے پڑھا ہے مولانا کے بارے میں وہ سب صحیح ہے۔ ان سے یہ جانکاہ خبر پا کر اضطرابی کیفیت طاری ہوئی، آنکھیں بھر آئیں اور رات بھر مجھے نیند نہیں آئی، کچھ دوستوں کو بتایا تو وہ بھی تڑپ اٹھے 12:30 بجے شب میں مخلص مولانا اظہر القادری کا فون آیا انہوں نے ڈاکٹر صاحب کے ناگہانی حادثے پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور کہا کہ بے قراری کے باعث سو نہیں پا رہا ہوں دیر تک پر سوز انداز میں گفتگو کرتے رہے اور ڈاکٹر صاحب کی شفقتیں بیان کرتے رہے مولانا سے میرے اچھے مراسم تھے، ان کی ایک ایک بات مجھے یاد آ رہی تھی، میرے دل کو بے چین و بے قرار کر رہی تھی، مولانا گونا گوں خوبیوں کے مالک تھے، وہ ایک کامیاب مدرس، اچھے ادیب، شاندار خطیب، بالغ نظر مفکر، بلند فکر شاعر، عمدہ مصنف اور علم دوست تھے، اکابر و مشائخ کا اعزاز و اکرام، اماثل کی عزت، خردوں پر شفقت کرتے، وہ مکارم اخلاق کے مجسمہ تھے۔

میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور ۳ر سال (سادسہ تا ثامنہ) رہا اس وقت مولانا شمس العلوم گھوسی میں زیر

تعلیم تھے ۱۹۹۲ء میں میری فراغت ہوئی اس کے بعد ڈاکٹر صاحب جامعہ اشرفیہ پہنچے اور ۱۹۹۵ء میں علامہ فیضان المصطفی قادری صاحب کے ساتھ ہی فارغ التحصیل ہوئے، حضرت مولانا کمال اختر اشرفی نے جو مولانا کے رفقائے درس میں سے ہیں مجھے بتایا کہ مولانا شکیل احمد صاحب شمس العلوم ہی میں تھے کہ انھوں نے سرو دے ڈگری کالج سے بی۔اے۔ کر لیا تھا اور جامعہ اشرفیہ مبارک پور پڑھنے گئے تو شبلی کالج اعظم گڑھ میں ایم۔اے۔ میں ایڈمیشن لے لیا تھا اور فراغت کے سال ہی وہاں سے ایم۔اے۔ بھی مکمل کر لیا۔

مولانا کی دیرینہ تمنا تھی کہ پی۔ایچ۔ڈی۔ بھی کر لیں تو یہ آرزو بھی پوری ہوئی ۲۰۰۵ء میں پنجاب یونیورسٹی چنڈی گڑھ سے آپ نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری بھی حاصل کر لی۔

فراغت کے بعد جامعہ حنفیہ بستی، دار العلوم حق الاسلام لال گنج بستی، اور دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور میں ایک کامیاب استاذ کی طرح تدریسی خدمات انجام دیں۔

مؤخر الذکر دو اداروں میں بہ حیثیت صدر مدرس آپ کا تقرر ہوا، اس منصب جلیل پر فائز ہوتے ہوئے کبھی بھی کبر و نخوت سے آپ کا دامن حیات آلودہ نہیں ہوا۔ میں مولانا مرحوم سے سینئر ضرور تھا، مگر وہ علم و عمل، اخلاق و کردار اور تواضع و انکساری میں مجھ سے بہت بڑے تھے، ان کے قلم میں بھی بڑی پختگی تھی، ہمیشہ قرطاس و قلم سے شغف رکھا، علما، ادبا، شعرا سے ملاقاتیں کرتے ان کی مجلسوں میں مؤدب ہو کر بیٹھتے، ان حضرات کی بارگاہوں سے آپ نے بھرپور فیض اٹھایا اور قدم قدم پر کامرانی ان کے حصے میں آئی۔

مولانا جلسوں کی نظامت کا خوبصورت فریضہ بھی انجام دیتے کئی بار راقم کو سننے کا اتفاق ہوا، جچے تلے جملے، شائستگی اور متانت لیے ہوئے الفاظ ہوتے پورے اعتماد کے ساتھ نظامت کرتے۔

چند سال پہلے مادر علمی جامعہ شمس العلوم گھوسی کے سالانہ روح پرور جلسے کی نظامت آپ کے حصے میں آئی، میں بھی شریک جلسہ تھا اس میں مولانا محمد ہاشم اشرفی کانپوری اور مولانا شعیب رضا الہ آباد بحیثیت خطیب تشریف لائے تھے اور نعت خواں نسیم سحر گیاوی تھے۔ علما و مشائخ کی موجودگی میں نظامت کے فرائض بحسن و خوبی انجام دیے۔

ایک بار میں نے بھی اپنے والد محترم (نثار کریمی صاحب) کی یاد میں نعتیہ مشاعرہ گھر پر رکھا جس

میں صدر مشاعرہ استاذ گرامی حضرت علامہ منشی سیف الدین علیہ الرحمہ تھے،مولانا کو بحیثیت ناظم مدعو کیا آپ نے بطیب خاطر دعوت منظور کی اور میرے گھر کو زینت بخشی اور شاندار نظامت فرمائی۔

مولانا ایک حقیقت نگار قلم کار تھے،ان کی نگارشات ملک کے ماہناموں اور مجلّات میں برابر شائع ہوتے،ان کا کوئی بھی مضمون چھپتا بلاشبہ قابل مطالعہ ہوتا اور تحقیقی رنگ میں رنگا ہوا ہوتا۔

’دبستان نعت‘ جنوری تا جون ۲۰۱۶ء میں ایک طویل مضمون شائع ہوا ہے جو ۳۶ رصفحات پر مشتمل ہے،عنوان ہے”علمائے گھوسی کی نعت نگاری“۔

جب ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی برکاتی یہ مضمون تیار کر رہے تھے،میرے پاس فون کیا کہ اپنا کوئی ایک کلام اور مختصر سوانح حیات مجھے لکھ کر دیں تاکہ اپنے مبسوط مقالے میں شامل کرلوں،میں نے اپنا ایک کلام مع مختصر سوانح زندگی تحریر کر کے بھیج دیا،آپ نے ۷۳ رنعت گو علما کی فہرست بنائی اور ۱۴ رعلما کے کلام مع مختصر سوانح حیات پر کشش انداز میں سپرد قلم کیا جس میں راقم الحروف کا بھی نام ہے۔اس مضمون کی کتنی پذیرائی ہوئی آپ خود اندازہ لگائیں ذیل میں ارباب علم وادب کے تاثرات حاضر ہیں۔

ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی کا مذکورہ مضمون تحقیقی مضمون ہے جو ہمیں علمائے گھوسی کی نعت نگاری اور ان کی حیات کے بارے میں جانکاری دیتا ہے۔(طاہر سلطانی کراچی، دبستان نعت ص:۶۷۳)

علمائے گھوسی کی نعت نگاری کا ذکر آپ نے پہلے ہی شمارے میں کر کے فرصت پالی بہت اچھا کیا، جناب ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔(دبستان نعت ص:۵۸۳،جناب ڈاکٹر سید شمیم گوہر صاحب)

میرے ہی قصبہ گھوسی کے ۷۳ رنعت گو علما کی فہرست جناب مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی صاحب نے پیش کی ہے،ان میں کئی ایسے نام ہیں جنہیں میں بحیثیت شاعر نہیں جانتا تھا۔(دبستان نعت ص:۶۰۰، حضرت اقبال اعظمی صاحب)

ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی کا لکھا ہوا مضمون ’علمائے گھوسی کی نعت نگاری‘ تقریباً چھتیس صفحات پر مشتمل ہے،غالباً اس رسالے میں موجود تمام مضامین میں یہی ایک طویل مضمون ہے کیوں کہ آپ نے شعرا کا تعارف کروایا ہے وہ خود طوالت چاہتا ہے۔آپ کا مضمون طویل ہونے کے باوجود معلومات کا ایک خزانہ ہے۔(دبستان نعت ص:۶۲۹،ڈاکٹر سید منیر محی الدین قادری،آندھرا پردیش)

”علمائے گھوسی کی نعت نگاری“ کافی مبسوط اور تاریخی حقائق کا ترجمان ہے۔(مولانا توفیق احسن برکاتی

استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور، دبستان نعت جلد اول ص: ۶۶۳)

ان علما،ادبا اور دانشوروں کے قلمی احساسات سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا کا قلم کتنا توانا تھا اور تحریر کتنی جاذب نظر ہوتی کہ قارئین داد دینے پر مجبور ہوتے۔

مولانا شکیل احمد صاحب کی نعتیہ شاعری: گھوسی کے نعت گو شعرا کی طویل فہرست میں مولانا کا نام بھی بہت ہی عزت واحترام کے ساتھ لیا جاتا ہے،ان کی نعتوں کی زبان نہایت سادہ،بیان دل کش،محبت رسول سے سرشار ہے،مولانا کی فکر میں گہرائی خیالات میں پختگی اور پرواز تخیل میں بہت بلندی نظر آتی ہے۔

حسن ادا،بلندیٔ فکر،حسن تخیل،سلاست وروانی،لہجے کی شیرینی و برجستگی آپ کے کلام کی خصوصیات ہیں،میرے پاس مولانا کے دو کلام ہیں دونوں نعتیں مصرع طرح پر کہی گئی ہیں۔

آخری ملاقات میں فانوس حجاز (نعتیہ مجموعہ) کا ذکر آیا تھا،میں نے کہا کہ آپ کے مجموعہ پر علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی صاحب نے مقدمہ تحریر فرمایا ہے،آپ نے مسکرا کر جواب دیا ہاں حضرت نے لکھا ہے مزید فرمایا کہ میں نے اپنا مجموعۂ کلام کئی سال پہلے ہی مرتب کر دیا تھا،میں نے بھی کہا کہ حضرت نے میرے مجموعۂ کلام ”ریاض حرم“ پر بھی شاندار مقدمہ تفویض قلم فرمایا ہے۔

ان کا کلام پڑھ کر مجھے احساس ہوا کہ مولانا کی شاعری میں علامہ بدرالقادری صاحب کا شعری رنگ نمایاں ہے،یقیناً مولانا کا کلام پڑھ کر دل وروح کو بالیدگی ملے گی اور جگر تازہ ہوں گے،مجموعۂ نعت” فانوس حجاز“ طباعت آشنا ہوا تو شعرا کے مجموعوں میں ایک خوشگوار اضافہ ہوگا۔

مولانا کی شاعری کے حوالے سے مؤرخ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی صاحب کا تأثر ملاحظہ فرمائیں:

مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی پرنسپل مدرسہ مدینۃ العربیہ دوست پور،سلطان پور نے علامہ بدرالقادری کے پڑوس میں آنکھ کھولی،بچپن ہی سے ایک عالم اور شاعر کی صحبت کا موقع میسر آیا،احناذ طبیعت نے بدرالقادری کے شعری آہنگ اور اسلوب شاعری سے اثر قبول کیا،زمانۂ طالب علمی سے شعر گوئی کا آغاز ہوا اور یہ جذبہ آہستہ آہستہ پروان چڑھتا گیا۔

مضطر اعظمی اور مولانا فروغ احمد اعظمی سے اصلاح لیتے رہے،ان فنکاروں کے مشورۂ سخن نے فکرو

نظر کو جلا بخشی، علامہ بدر القادری کی نعتیہ شاعری کو آپ نے سر مشق سخن بنایا اور اپنے کلام پر آخری اصلاح انہیں سے لی۔ (تقدیم و تقریظ ص: ۲۳۹)

ثنائے حبیب میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی پیروی کرنے والے بلند پایہ، خوش فکر شاعر جناب ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی کے دو نعتیہ کلام جو میرے پاس محفوظ ہیں، نذر قارئین ہیں:

عشق سرکار میں جینے کی ادا دی جائے   نیند طیبہ میں ہمیشہ کی سلا دی جائے
رب کے محبوب کی سیرت ہے یہی اپنا لو   دشمنوں کو بھی ہدایت کی دعا دی جائے
حکم سالار ہے باقی نہ رہے گھر کا خیال   ناؤ ساحل پہ پہنچتے ہی جلا دی جائے
آج بھی ہم سے صحابہ کا عمل کہتا ہے   دین اسلام پر ہر پونجی لٹا دی جائے
روح نکلے رخ آقا پہ فدا ہو کے مری   کاش تقدیر ہی کچھ ایسی بنا دی جائے

لوگ پائیں گے شفا دیکھنا دم بھر میں شکیل
خاک طیبہ جو دواؤں میں ملا دی جائے

مرحبا عرش بریں مسند رفعت ان کی   رب تعالیٰ کو ہے معلوم حقیقت ان کی
آیۂ نور سے ظاہر ہے مقام توقیر   نا سمجھ سمجھا نہیں کیسی ہے عظمت ان کی
شان محبوب کا یوں سلسلہ رکھا رب نے   انبیاء دیتے ہوئے آئے بشارت ان کی
حسن عقبیٰ کے لیے حب نبی پیدا کر   جان ایماں ہے حقیقت میں محبت ان کی
دین و دنیا سبھی مل جائے کوئی مانگے تو   وہ تو رحمت ہیں عطا کرنا ہے عادت ان کی

حشر کے دن نہیں مایوس عطا سے یہ شکیل
کیونکہ دنیا میں میسر ہے عنایت ان کی

ڈاکٹر صاحب بڑے خوش اخلاق بھی تھے جو ان سے ایک بار ملتا تو اسے بار بار ملاقات کرنے اور ان کی حلاوت آمیز گفتگو سننے کا جی کرتا۔ آج یہ مضمون لکھتے وقت ان کا مسکراتا چہرہ میری نگاہوں کے سامنے گردش کر رہا ہے۔

چند سال قبل عرس محدث اعظم ہند میں کچھوچھہ شریف حاضر ہوا، وہیں پر ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی بہت تپاک سے ملے وہ دوست پور سے تشریف لائے تھے اور میں گھوسی سے پہنچا تھا، جمد اشاہی

بستی کا پورا اسٹاف ہی آیا ہوا تھا، علامہ فروغ احمد اعظمی صاحب قبلہ سے بھی ملے، مولانا مجھ سے کہنے لگے چوں کہ آج حضرت مولانا سید حمزہ اشرف اشرفی جیلانی کی دستار بندی ہے اور حمزہ میاں دوست پور ہی کے ہیں ان کے والد صاحب کہنے لگے میرے بچے کی دستار بندی ہے ڈاکٹر صاحب آپ کو بھی میرے ساتھ چلنا ہے تو ان کے ساتھ میں یہاں آیا ہوں رات ہی میں واپس چلے جائیں گے۔ میں نے کہا مجھے یہیں سے مدرسہ جانا ہے گنجائش ہو تو بٹھا لیں تا کہ وقت پر دار العلوم پہنچ جاؤں آپ نے فرمایا ضرور میرے ساتھ چلیں، اختتام عرس کے بعد جس گاڑی سے ڈاکٹر صاحب آئے تھے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور مدینۃ العربیہ دوست پور آ گئے۔ مجھے اپنے کمرے میں لے گئے دو چار پائی تھی ایک پر آپ نے عمدہ بستر لگایا پھر مچھر دانی بھی لگائی، دوسری چار پائی پر ایک سادہ بستر بچھایا مجھ سے ڈاکٹر صاحب نے کہا آپ اس مچھر دانی والی چار پائی پر آرام کریں۔ میں نے کہا نہیں آپ اس پر لیٹیں بہر حال ان کے اصرار پر اس میں سونا پڑا، فجر کے وقت ہم دونوں بیدار ہوئے، ہم دونوں مسجد گئے جماعت سے نماز پڑھی پھر مجھے ساتھ لے کر روم میں آئے اور عمدہ برفی کھلائی، میں نے کہا مجھے اجازت دیں میں اپنے دار العلوم جاؤں۔ ساتھ لے کر روڈ پر آئے کچھ دیر میں کادی پور ہو کر سلطانپور جانے والی بس میں مجھے بٹھایا۔ راقم ان کے اخلاق کریمانہ سے بے حد متاثر ہوا۔

مذہب اسلام میں حسن اخلاق کی بڑی اہمیت ہے۔ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **اکمل المؤمنین ایماناً احسنهم خلقاً** یعنی جس شخص کے اخلاق اچھے ہوں جملہ مؤمنین سے اس کا ایمان اکمل واعلیٰ ہوگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: **ان الرجل لیدرک بحسن خلقه درجة قائم اللیل وصائم النهار** (ابوداؤد) انسان اپنے حسن اخلاق کے ذریعہ عابد شب زندہ دار اور عمر بھر روزہ رکھنے والے کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ ارشاد فرمایا: **احب عباد اللہ احسنهم خلقاً** (طبرانی) اللہ کے نزدیک سب سے محبوب بندہ وہ ہوتا ہے جس کے اخلاق پسندیدہ ہوں، ایک اور حدیث میں ہے: **ان احبکم الیّ واقربکم منی فی الآخرة احسنکم اخلاقاً وانا ابغضکم الیّ وابعدکم منی فی الآخرة اسوءکم اخلاقاً** یعنی تم میں مجھے سب سے پیارا اور آخرت میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہوگا جو خوش خلق ہے، اور تم میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور روز قیامت مجھ سے دور وہ شخص ہوگا جو بد اخلاق ہے۔

بلاشبہ مولانا مرحوم حسن اخلاق کے پیکر تھے، ہرایک سے بڑی محبت سے ملتے، مسکرا کر گفتگو کرتے، ان کی شیریں گفتاری کا ہر خرد و کلاں مداح ہے۔

میں نے بھی ایک طویل مضمون والدگرامی کی نعتیہ شاعری پر لکھا ہے جو دبستان نعت میں چھپ چکا ہے، اسے لکھتے وقت میں نے ڈاکٹر صاحب کو فون کیا کہ آپ میرے والد صاحب پر اپنا تاثر عنایت کریں تاکہ مضمون میں اسے شامل کرلوں، مولانا نے چند دنوں میں میرے پاس لکھ کر بھیجا، آپ حضرات بھی ملاحظہ فرمائیں:

استاذ الشعرا حضرت نثار کریمی ہندوستان کے شہرت یافتہ شاعر تھے، اسٹیج، ریڈیو اسٹیشن اور رسائل وجرائد کے ذریعہ زندگی بھر اردو ادب کی خدمت کرتے رہے انہوں نے حمد، نعت، منقبت، غزل، نظم، سہرا اور قطعہ وغیرہ پر قابل التفات طبع آزمائی کی۔ ان کی نعتوں کا مجموعہ ”سیل نور“ شائع ہوکر خراج تحسین حاصل کر چکا ہے، غزلوں اور نظموں کا مجموعہ بھی انہوں نے اپنی زندگی میں مرتب کرادیا تھا جو ابھی تشنۂ طبع ہے۔ نثار کریمی کو فن پر الگ الگ گرفت حاصل تھی اور صنعت شاعری کے رموز واسرار سے بدرجۂ اتم واقفیت رکھتے تھے وہ شعر کا تعاقب نہیں کرتے تھے بلکہ شعر ان کا تعاقب کرتا تھا، پیچیدہ سے پیچیدہ بحروں میں بھی وہ شستہ اور شگفتہ شعر کہتے تھے، نعتیہ شاعری کی طرف ان کا قلبی میدان تھا، گوشہ گوشہ حب رسول کے پاکیزہ جذبات سے معمور تھا، اسی عشق کی تسکین کے لیے وہ نعتیں کہا کرتے تھے، ان کی نعتیں از دل خیزد بر دل ریزد کی مصداق ہیں وہ جو کہتے تھے، دل کی گہرائی سے کہتے تھے، اسی لیے اس میں مقناطیسی تاثیر پائی جاتی ہے۔ حضرت نثار کریمی کے ذخیرۂ نعت میں سیرت طیبہ، معجزات رسول، اختیارات مصطفیٰ، تمنائے دید اور شفاعت کبریٰ کے ساتھ مدینے کی تڑپ، درحبیب پر پہنچنے کی آرزو اور روضۂ رسول پر نثار ہونے کا جذبہ بڑے والہانہ انداز میں ملتا ہے۔ ان کی نعتوں میں تلمیح، مجاز مرسل، لف ونشر اور ایہام وایجاز کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔

نثار کریمی تو اس دار فانی سے کوچ کر گئے، مگر ان کی نعتوں نے انہیں آفتاب وماہتاب کی زندگی بخش دی اور رہتی دنیا تک یاد کیے جائیں گے۔

ماہ نومبر ۲۰۲۱ء سے پہلے دو ملاقاتیں ہوئیں، محمد آباد کلینڈر پر وہ بھی مدرسہ جارہے تھے میں بھی مدرسہ جارہا تھا، تھوڑی دیر میں ٹانڈہ جانے والی بس آئی ہم دونوں سوار ہوئے میں اعظم گڑھ اتر گیا مولانا

اسی بس سے آگے تک گئے، میں نے کہا کدھر سے جائیں گے کہا اکبر پور ہوتے ہوئے جاؤں گا اور میں شاہ گنج ہوتے ہوئے سلطان پور گیا۔

دوسری ملاقات قدرے تفصیل سے ہوئی، جامع مسجد کریم الدین پور کے پاس بہت سے موضوعات پر آپ سے گفتگو ہوئی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہی ان سے آخری ملاقات ہوگی۔

کیا خبر تھی موت کا یہ حادثہ ہو جائے گا
یعنی آغوشِ زمیں میں آسماں سو جائے گا

رضا و بخشش وعفو وکرم مبارک ہو — عطائے نور سے خلد نعم مبارک ہو
وہ جس کا مشغلہ تھا بس فروغ علم وعمل — ربیع غوث میں جانا ارم مبارک ہو

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا علیہ الرحمہ کی تمام تر دینی وعلمی خدمات کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں انہیں مقام بلند عطا کرے۔ آمین!

وصال احمد اعظمی

دار العلوم غوثیہ تیغیہ، رسول آباد، سلطان پور، یوپی

۲۲ رجنوری ۲۰۲۲ء/ ۲۰ رجمادی الآخرہ ۱۴۴۳ھ

✦✦✦

آنکھ حیران ہے کیا شخص زمانے سے اٹھا

مولانا محمد احسان شمسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کسی شخصیت کے دل آویز، پرکشش اور قدآور ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مومن کامل اور محاسن وکمالات سے متصف ہو، نہاں خانہ دل میں توحید ورسالت کی شعاعیں اتنی تیز ہوں کہ اس کے نفس آتشیں سے انسانی سماج کی شریانوں میں تازہ خون پیدا ہوتا رہے اور ہمیشہ نئی زندگی کی بہاریں رنگ ونور برساتی رہیں۔

اس تناظر میں اگر حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ صدرالمدرسین دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور کی قدآور علمی وادبی شخصیت کے خدوخال کا مطالعہ کیا جائے تو ان میں وہ تمام خوبیاں پورے توازن کے ساتھ نمایاں طور پر نظر آئیں گی، جن سے ایک انسان سچا مردمومن اور مرد کامل بنتا ہے، آپ کی زندگی ان تمام پاکیزہ عناصر سے مرکب ہے جن سے ایک مثالی شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے۔ درس وتدریس سے وابستہ ہونے کے بعد ایک معلم و مصلح کی ذمہ داری بڑے حسن وخوبی سے انجام دیتے رہے، آپ ایک بلند کردار اور اعلی اخلاقی اقدار سے متصف تھے، آپ کی حیات کا مرکزی نقطہ جو آپ کے تمام اخلاق واعمال کا محور ہے، وہ عشق الہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت خداداد ہے۔

مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی کے نزدیک دنیوی زندگی کی کامیابی ہو یا آخرت کی فوز وفلاح سب عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ناممکن ہیں، تسخیر کائنات جیسا اہم کارنامہ بھی اسی وقت انجام دیا جا سکتا ہے جب مسلمان نبی آخرالزماں، خاتم پیغمبراں صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے فیض یاب ہو کر اقوام عالم میں پھیل جائیں۔

ڈاکٹر صاحب متعدد قابل ستائش اوصاف کے پیکر تھے، آپ کی صفات حمیدہ میں مدح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف سب سے زیادہ نمایاں اور ہر وصف پر غالب ہے، آپ مدح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں طریقوں نثر ونظم کے بیک وقت بادشاہ تھے، گویا جہاں آپ ایک باکمال ادیب ونثر نگار تھے، وہیں بہترین شاعر بھی تھے۔ ''فانوس حجاز'' کے نام سے آپ کا نعتیہ شعری مجموعہ عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو

کر آپ کے ہاتھوں میں ہوتا، لیکن منظر عام پر آنے سے پہلے ہی وہ مالک حقیقی سے جا ملے۔ ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق کو یوں بیان کرتے ہیں۔

عشق سرکار میں جینے کی دوا دی جائے — نیند طیبہ میں ہمیشہ کی سلا دی جائے

حمد خدا ہو مدحت خیرالانام ہو — میری تمام عمر اسی میں تمام ہو

آپ کا مجموعہ کلام عشق ومستی کا پھوٹتا ہوا آبشار اور بے خودی ووارفتگی کا حسین گلدستہ ہے۔ شکیل اعظمی اپنی نوا سنجی سے عشاق کے دل کو تڑپاتے اور سوز عشق کے دیوانوں کے قلب کو گرماتے ہیں، اس میں عشق ومحبت، خلوص وعقیدت، حقیقت ومعرفت اور لطافت ونزاکت کے بے شمار پھول ہیں، جن کی سج دھج نہایت دلکش منظر پیش کرتی نظر آتی ہے۔

زبان وبیان کی پاکیزگی، علم وفن کی پختگی، فکر وخیال کی ندرت اور حب صادق کی لطافت سے مالا مال یہ مجموعہ لوگوں کے دلوں میں نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا روشن چراغ جلاتا نظر آتا ہے۔ ذیل میں چند اشعار ہدیہ قارئین ہیں:

میری قسمت میں لکھ دے در مصطفیٰ — دوسرا کوئی یارب نہ در چاہیے

ان کی آمد کی بشارت ہر صحیفے میں ملی — ہر نبی کرتا رہا مدحت رسول اللہ کی

نعتیہ شاعری پڑھتا ہوں عقیدت سے شکیل — تا کہ مل جائے میرے فن کو ضمانت ان کی

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت تھی کہ اللہ تعالی نے آپ کے اندر تمام خوبیاں ودیعت فرما دی تھیں، عوام وخواص کے نزدیک یکساں محبوب تھے، اساتذہ وطلبہ کے تئیں نرم اور نہایت مہربان تھے، حد درجہ منکسر المزاج تھے، تواضع وانکساری ان کی عام سرشت تھی، کبھی خود کو بڑا تصور نہیں کرتے تھے، آپ کی رگ وپے میں خشیت الہی موجزن تھی، زہد وورع کے پیکر، حسن سیرت اور بلند کردار سے آراستہ تھے، نفس میں پاکیزگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، اتباع شریعت کا اس قدر لحاظ تھا کہ اپنی گفتار وکردار، نشست وبرخاست، خورد ونوش اور وضع قطع ہر چیز میں شریعت کی پابندی کرتے، ذکر الہی اور عبادت میں مشغول رہتے، چنانچہ جس وقت آپ کا ایکسیڈنٹ ہوا، اس وقت بھی ذکر الہی میں مصروف تھے، آپ نے ذکر خدا کرتے ہوئے دین اور علم دین کے سفر میں ایکسیڈنٹل حادثے میں دنیائے فانی کو الوداع کہا اور شہید حکمی

کے دائرے میں داخل ہوئے۔حدیث مبارک ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موت غربۃ شہادۃ۔

(سنن ابن ماجہ:ابواب ماجاء فی الجنائز، باب ماجاء فیمن مات غریبا)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسافرت کی موت شہادت ہے۔

صبر وشرافت اور عزت نفس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ حادثہ رحلت کے بعد جنازے کے ساتھ دوست پور سے گھوسی ایک بوڑھی خاتون بھی آئی تھیں، وہ رو رو کر بیان کر رہی تھیں کہ حضرت جب سے دوست پور آئے تھے، میں کھانا بھیجتی تھی، آپ نے کھانے میں کبھی کمی نہ نکالی، نمک، مرچ کے تیز یا پھیکے ہونے کی شکایت نہ کی، جو بھی بھیجا، جیسا بھی بھیجا، خوش دلی سے کھالیا، نہ کبھی کچھ پکانے کی فرمائش کی، نہ کسی قسم کی خواہش ظاہر کی، نہ یہ کہا کہ یہ کیوں بنایا، وہ کیوں بنایا۔شکیل اعظمی کا یہ طرز عمل سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں تھا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پاک میں ہے:

ماعاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طعاما قط ان اشتہاہ اکلہ و ان کرھہ ترکہ۔ (بخاری:3563) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا، خواہش ہوتی تو کھاتے، ورنہ چھوڑ دیتے۔

ڈاکٹر موصوف ایک سچے عاشق رسول تھے، اس لیے آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا، کبر ونخوت، بغض وحسد، غیبت وچغلی، ریا، دکھاوا اور ان جیسی تمام مذموم خباثتوں سے آپ کا دامن علم پاک تھا، میری اکثر ملاقاتوں میں کبھی کسی کی برائی کرتے میں نے نہیں دیکھا، ہاں! آج کل کے بگڑتے حالات پر اظہار افسوس ضرور کیا کرتے اور فرماتے کہ لوگوں کو آپسی اختلافات وعناد ختم کر کے بھائی چارہ قائم کرنا چاہیے۔ بخاری شریف کی درج ذیل حدیث پاک آپ کی ذات پر حرف بہ حرف صادق آتی ہے جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آپس میں نہ حسد کرو، نہ بغض کرو، نہ پیٹھ پیچھے برائی کرو اور اللہ عزوجل کے بندو! بھائی بھائی ہو کر رہو“۔

عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم قال لا تباغضوا

ولا تحاسدوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا (صحیح البخاری: ج 2ص 897)

استاذ اور شاگرد کا رشتہ روحانی رشتہ ہے۔استاذ کی تعظیم وتکریم ہر طالب علم پر لازم وضروری ہے، نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا: ”**انما بعثت معلما**“ کہ مجھے ایک معلم بنا کر بھیجا گیا ہے، اس بات کی بین اور واضح دلیل ہے کہ استاذ کا مقام ومرتبہ نہایت بلند وبالا ہے، استاذ کے ادب واحترام کو طالب علم کے لیے کامیابی کی پہلی سیڑھی بتایا گیا ہے، تقریباً پوری دنیا میں استاذ کو ہر زمانے میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا ہے، استاذ اس ہستی کا نام ہے جو اپنے شاگردوں کو علم کے زیور سے آراستہ کرتا ہے اور ان کی اخلاقی تربیت کر کے معاشرے میں اعلی مقام تک پہنچاتا ہے، استاذ طلبہ کی شخصیت سازی اور کردار سازی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ شکیل اعظمی اپنے تمام اساتذہ کا ادب واحترام کیا کرتے لیکن استاذ گرامی مورخ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی مدظلہ العالی کا ادب واحترام حد درجہ کیا کرتے تھے، مدرسہ سے جب گھر آتے تو استاذ کی قیام گاہ ”بیت الحکمت“ میں ضرور حاضر ہوتے، شکیل اعظمی بھی اسی ”بیت الحکمت“ کے پروڈکٹ ہیں، جہاں اپنے مخلص استاذ کی بارگاہ میں رہ کر قلم پکڑنا سیکھا، یہ ہیچ مداں بھی مسلسل 16 سالوں سے ”بیت الحکمت“ کی کارگاہ لوح وقلم میں خدمت گزاری کا شرف حاصل کر رہا ہے، میرا مشاہدہ ہے کہ آپ استاذ کے سامنے دوزانو بیٹھتے، گفتگو بہت آہستہ کرتے، سوال کے جواب میں نہایت متانت کا مظاہرہ فرماتے، استاذ گرامی اگر کسی بات کا حکم دیتے تو اس پر خوش دلی سے لبیک کہتے، حضرت الاستاذ کے ساتھ کبھی بے تکلف نہ ہوتے، ازراہ ادب بعض اوقات اپنا مدعا مجھ ناچیز کے ذریعے بھی حضرت کی بارگاہ میں عرض گزار کرواتے، جب ”فانوس حجاز“ کے نام سے اپنا مجموعہ کلام مرتب کیا، اس وقت حضرت مورخ اسلام کی طبیعت سخت ناساز چل رہی تھی، آپ کی حالت دیکھ کر شکیل اعظمی نے مجھ ناچیز سے فرمایا: ”بابو! میری کسی کتاب پر حضرت کے کلمات خیر نہیں ہیں، کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ میری کتاب پر حضرت سے کچھ لکھوا دیتے، زندگی کا کیا بھروسہ ہے۔“ میں نے حضرت سے آپ کی خواہش کا اظہار کیا، حضرت آپ پر بہت شفقت کرتے تھے، ہر خاص موقع پر جب آپ گھوسی میں موجود ہوتے، آپ کو یاد فرماتے، ناسازی طبع کے باوجود اپنے اس عزیز شاگرد کا مجموعہ کلام پڑھوا کر سنا اور ایک پر مغز، جامع مقدمہ تحریر فرما کر عزت افزائی فرمائی، وہ مقدمہ ناچیز کی ترتیب شدہ کتاب ”تقدیم وتقریظ“ میں شامل کر لیا گیا ہے۔

حضرت مورخ اسلام رقم طراز ہیں:

’’مولانا ڈاکٹر شکیل اعظمی مصباحی نے علامہ بدرالقادری کے پڑوس میں آنکھ کھولی، بچپن ہی سے ایک عالم اور شاعر کی صحبت کا موقع میسر آیا، اخاذ طبیعت نے بدرالقادری کے شعری آہنگ اور اسلوب شاعری سے اثر قبول کیا، زمانہ طالب علمی سے شعر گوئی کا آغاز ہوا اور یہ جذبہ آہستہ آہستہ پروان چڑھتا رہا، مضطر اعظمی اور مولانا فروغ احمد اعظمی سے اصلاح لیتے رہے، ان فن کاروں کے مشورۂ سخن نے فکر ونظر کو جلا بخشی، علامہ بدرالقادری کی نعتیہ شاعری کو آپ نے سر مشق سخن بنایا اور اپنے کلام پر آخری اصلاح انھیں سے لی۔ پاکیزہ طبیعت اور مزاج نے کوچہ جاناں کے طواف اور غزل کی گھسی پٹی ڈگر پر چلنے سے ابا کیا، آپ نے سبزہ زار مدینہ کا رخ کیا اور مظہر جمال وکمال ذات مقدس کو اپنی شاعری کا مرکز قرار دیا۔ عشق رسالت اور صفات محمدی کو نعتوں کا موضوع بنایا۔‘‘ (تقدیم وتقریظ: ص 239)

مقدمہ کی تکمیل کے بعد جب میں نے اس کا مبیضہ تیار کر کے شکیل اعظمی کے حوالے کیا، تو آپ بہت خوش ہوئے اور دعاؤں سے نوازا۔

آج بھی آپ کا ہنس مکھ اور مسکراتا چہرا سامنے آتا ہے تو آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں۔ ’’حیات مورخ اسلام‘‘ کی ترتیب کے دوران جب بھی ضرورت پڑی، آپ میرے ساتھ کھڑے نظر آئے، آپ نے متعدد اکابر علما ومشائخ سے رابطے کیے اور ان کے تاثرات حاصل کر کے ہمیں دیے اور خود بھی اپنی معلومات افزا تحریر عنایت فرمائی جو ’’حرف چند‘‘ کے عنوان سے شامل کتاب ہوئی، اپنی تحریر میں ہماری حوصلہ افزائی فرمائی، آپ لکھتے ہیں:

’’یہ کتاب دو مشترکہ کاوشوں کی رہین منت ہے۔

ایک مولانا نعیم الاسلام شمسی جو ایک سنجیدہ، کم سخن اور باصلاحیت عالم دین ہیں نثر اور نظم دونوں میں لکھتے ہیں اور اچھا لکھتے ہیں ان کی کئی کتابیں منظر عام پر آ کر خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ انھوں نے اپنے سیّال قلم سے اس کتاب کو بہت سلیقے سے ترتیب دیا ہے۔ ان کا طرز نگارش شستہ، شائستہ اور آسان ہے۔

ان کے برعکس دوسرے مولانا محمد احسان شمسی ہیں جو جذباتی، چاق وچوبند اور بڑے سے بڑا کام کرنے کا اسلامی جذبہ رکھنے والے نوجوان عالم دین ہیں۔ تحریر وقلم سے لگاؤ ہے ان کی کتاب ’’قوموں کے عروج وزوال کے اسباب‘‘ کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ العزیز کانوینٹ اسکول کے پرنسپل ہیں اور

بیت الحکمت کے رکن رکین۔ ان دونوں کی متضاد صلاحیتوں نے اس کتاب کو منصۂ شہود پر لانے میں اساسی کردار ادا کیا ہے۔

اس کتاب کے لئے مواد کی فراہمی میں مولانا محمد احسان شمسی کا کلیدی رول رہا ہے، استاذ محترم علامہ اعظمی سے ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا بڑا مشکل امر ہے۔

۱۹۸۸ء میں حج وزیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو کر کربلائے معلیٰ نجف اشرف اور بغداد کے مقامات مقدسہ کی زیارت کر کے وطن تشریف لائے تو میں نے عرض کیا۔ حضرت! سفرنامہ لکھ دیجیے، آپ خاموش رہے، کئی بار کہا، تو آپ نے فرمایا، سفرنامہ میں خودنمائی ہوتی ہے۔ ایسی خوددار، محتاط اور منکسر المزاج شخصیت سے خود ان کے بارے میں مواد حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

آفریں ہے مولانا محمد احسان شمسی کو جنھوں نے معلومات کا ایک ذخیرہ اکٹھا کر کے مولانا نعیم الاسلام شمسی کو سپرد کر دیا انھوں نے حسن ترتیب سے مرتب کر کے اسے دستاویزی شکل دے دی۔‘‘ (حیات مورخ اسلام: ص 28,29)

شفقت ومہربانی اور اصاغر نوازی کا یہ عالم تھا کہ کبھی بھی مجھ ناچیز کو نام سے نہیں بلاتے بلکہ ’’بابو‘‘ کہا کرتے تھے۔ میری دوکان پر بارہا تشریف لاتے، کاغذات کی فوٹو کاپی کراتے، پھر اپنے ساتھ چائے نوشی کے لیے مجھے بھی لے جاتے، کھلاتے پلاتے، عمدہ مشورے دیتے، حالات حاضرہ پر گفتگو فرماتے۔

ڈاکٹر موصوف بڑی خوبیوں کے مالک تھے، جنہیں بیان کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ آپ درس وتدریس کے شہنشاہ، اقلیم سخن کے تاجور، منفرد المثال صاحب طرز ادیب، متبحر عالم دین، بلند پایہ خطیب، بالغ نظر مفکر اور علم شریعت ومعرفت کے حسین سنگم تھے۔

انتقال کے بعد جب جنازہ سرزمین گھوسی پہنچا تو دیکھنے والوں کا جم غفیر امنڈ پڑا، ہر کوئی آپ کے آخری دیدار کا مشتاق تھا۔ بعد نماز عشا جب جنازہ مدرسہ بدرالعلوم کی جدید عمارت میں آیا تو پورا صحن عوام و خواص سے کھچا کھچ بھر گیا، اتنی کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی کہ ان کا شمار از بس دشوار تھا۔ حدیث پاک میں ہے:

عن عائشة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من میت یصلی علیہ امة من المسلمین یبلغون مائة کلهم الا شفعوا فیه (الصحیح المسلم: باب من صلی علیہ مائة شفعوا فیه)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی مسلمان میت پر مسلمانوں کی اتنی جماعت نماز جنازہ پڑھے جن کی تعداد سو تک پہنچتی ہو اور وہ سب اس میت کے لیے (اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی) سفارش کریں تو ان کی سفارش قبول کر لی جاتی ہے۔

ڈاکٹر موصوف کے جنازے میں سو ہی نہیں بلکہ ہزاروں مسلمان شریک ہوئے اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کی۔

نماز جنازہ استاذ مکرم مورخ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی مدظلہ العالی نے پڑھائی اور ڈاکٹر موصوف کو ان کے آبائی قبرستان میں نم آنکھوں کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔

ایک سورج تھا کہ تاروں کے گھرانے سے اٹھا   آنکھ حیران ہے کیا شخص زمانے سے اٹھا

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے چھوڑے ہوئے کاموں کو جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ آمین، بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

دوستی ایک لازوال مہک رکھنے والا پھول ہے، جس سے نگاہ خیرہ اور دل مسحور ہو جاتا ہے، دنیا میں آ کر سب سے پہلے رشتہ جو ہم اپنے لیے اپنی مرضی سے بناتے ہیں وہ دوستی کا ہے، اس کی نشو ونما کے لیے اعتماد، اعتبار، خلوص، چاہت پہلی شرط ہے، دوستی ایک ایسا جذبہ صادق ہے جو مرنے کے بعد بھی قائم رہتا ہے، ایسے دوست بہت کم ملتے ہیں جو دوست کی وفات کے بعد اسے فراموش نہیں کرتے بلکہ جس طرح حیات میں ایک ساتھ تھے، مرنے کے بعد بھی دوستی کو زندہ رکھنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ حضرت مولانا ابو الوفا رضوی صاحب، شکیل اعظمی کے پر خلوص دوستوں میں ہیں، جنھوں نے رفیق محترم کے انتقال کے بعد اپنے دوست اور دوستی کو تا ابد زندہ رکھنے کے لیے یہ کتاب مرتب کی ہے، جس کے لیے آپ ہزار تحسین وآفرین کے مستحق ہیں۔ اللہ جل مجدہ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو قبول عام عطا کرے اور مرتب کو دارین کی سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین!

محمد احسان شمسی علیگ

پرنسپل: العزیز کانوینٹ اسکول گھوسی، مئو، یوپی

16 جمادی الآخرہ 1443 مطابق 21 جنوری 2022 بروز جمعہ

مولانا شکیل احمد اعظمی...ایک تعارف

مولانا نعیم الاسلام قادری

ادیب لبیب فاضل اریب حضرت مولانا و بالفضل اولیٰنا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی علیہ الرحمہ مدینۃ العلما گھوسی کے علما میں نمایاں اوصاف کے حامل تھے۔ قدرت نے آپ کو بڑی خوبیاں بخشی تھیں۔ آپ نے عالمیت کی تکمیل دار العلوم اہل سنت شمس العلوم گھوسی سے کی، پھر دو سال جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں زیر تعلیم رہ کر دستار فضیلت حاصل کی اس طرح جامعہ شمس العلوم کے عظیم فرزند اور جامعہ اشرفیہ کے لائق فاضل قرار پائے۔ درس نظامی کی تکمیل کے ساتھ جامعہ حضرت نظام الدین اولیا دہلی سے تخصص فی الادب بھی کیا۔ جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب ماہر، ادیب کامل، معلم اور عربی فارسی بورڈ اتر پردیش سے منشی، کامل، عالم، فاضل دینیات، فاضل ادب، فاضل طب، فاضل معقولات کی سندیں حاصل کیں اور لکھنؤ تعلیم گھر سے یو۔ٹی۔سی، ویر بہادر سنگھ پروانچل یونیورسٹی جون پور سے بی۔اے، ایم۔اے کی ڈگریاں پائیں، پنجاب یونیورسٹی چنڈی گڑھ سے بعنوان ''اردو نثر کے فروغ میں فقہی لٹریچر کا حصہ'' پی۔ایچ۔ڈی کیا۔ یوں آپ حضور بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ کے اس قول کے مصداق ٹھہرے، جو بحر العلوم نے مؤرخ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی مدظلہ العالی کے متعلق تحریر کیا ہے، کہ ''مولانا موصوف کی ذات علوم وفنون کا ایک سرسبز گلزار اور سندوں ڈگریوں کا ایک مینا بازار ہے۔''

طلب وتحصیل علم کے مراحل طے کرتے ہوئے ۱۹۹۷ء میں میدان عمل میں قدم رکھا، زمانہ طالب علمی ہی سے نقابت وخطابت کے ذریعے صلاحیتوں کا اظہار ہونے لگا تھا، مگر اب جب کہ عملی زندگی کا آغاز ہوا صلاحیتوں کو کھل کر پنپنے اور پھلنے پھولنے کا موقع ملا اور رفتہ رفتہ متعدد الجہات شخصیت کے حامل بن گئے۔ آپ بیک وقت باصلاحیت مدرس، شیریں بیان خطیب، دل پذیر نقیب، پرگو شاعر، شستہ قلم مصنف، زریں رقم محرر، دین وملت کا درد رکھنے والے دانشور اور مفکر تھے۔ مولانا شکیل اعظمی کی شخصیت کی جس جہت کو بھی دیکھیں وہ بہر زاویہ نگاہ روشن وتابناک نظر آتی ہے۔

مولانا شکیل اعظمی نے ۱۹۹۷ء میں جامعہ حنفیہ رحمت گنج بستی سے تدریس کا آغاز کیا، پھر مدرسہ حق

الاسلام لال گنج بستی، بعدہ دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور میں بزم تدریس آراستہ کی اور ان تینوں اداروں میں آپ کی تقرری بحیثیت صدرالمدرسین ہوئی، یوں آپ کا پورا دور تدریس صدر مدرسی میں گزرا، یقیناً یہ ایک بڑا اعزاز ہے، جو کم ہی لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ [اوّل الذکر ادارے میں ابتداء نائب تھے، بعد میں صدر مدرس ہوئے۔ فروغ]

صدارت کا عہدہ بڑا ذمہ دارانہ عہدہ ہے، اس کی ذمہ داریاں کامیابی کے ساتھ ادا کر لینا کمال کی بات ہے، اس سے عہدہ برآ ہونے کے لیے تدبر و تحمل، وسیع القلبی، امانت داری، وقت کی پابندی، صحیح غلط کی تمیز اور انتظام و انصرام کی کامل صلاحیت درکار ہے اور یہ محاسن مولانا شکیل اعظمی میں بدرجہ اتم موجود تھے، اس لیے وہ جہاں بھی رہے، تعلیمی نظام بہتر بنایا اور مدرسہ کو معیاری بنانے کی کامیاب جدوجہد فرمائی۔ عام طور پر سرکاری اداروں کے پرنسپل جھمیلوں میں پھنس کر پریشان حال ہو جاتے ہیں، جس کی خبریں آئے دن سننے میں آتی ہیں، مگر مولانا شکیل اعظمی علیہ الرحمہ کے تعلق سے ہم نے ایسی کوئی بات کبھی نہیں سنی۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے، کہ آپ نے صبر، خوش اسلوبی اور حسن تدبیر کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں انجام دیں اور کامیاب صدر مدرسوں کی صف میں جگہ پائی۔

تدریسی مشغولیات اور عہدہ صدارت کی ختم نہ ہونے والی مصروفیات میں بھی مولانا شکیل اعظمی نے تحریر و قلم کے ساتھ رشتہ قائم رکھا اور مختلف موضوعات پر نور قلم بکھیرتے رہے، پچاس سے زائد دینی، علمی، ادبی، سوانحی، تحقیقی مضامین تحریر کیے، کئی کتابیں تصنیف و تالیف فرمائیں، جن میں آپ کا تحقیقی مقالہ، ہالینڈ میں فروغ نعت اور علامہ بدرالقادری کی خدمات اور تذکرہ علمائے اہل سنت گھوسی جیسی ضخیم کتابیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ (اللہ تعالیٰ ان قلمی شہ پاروں کی اشاعت کے اسباب پیدا فرمائے) اتنے عظیم عہدے سے وابستہ ہوتے ہوئے اس قدر تحریری کام کر لینا فضل الٰہی اور برکت وقت کا نتیجہ ہے۔

مشغولیات کے ہجوم میں بھی شعر و شاعری سے شغف رکھتے تھے، اور یہ ذوق ایسا تھا کہ اِکادُکا کلام موزوں کر لینے تک ہی محدود نہ تھا، بلکہ باقاعدہ شاعری کرتے، بہت سے نعتیہ کلام لکھے اور ’’فانوس حجاز‘‘ کے نام سے ایک مجموعہ کلام تیار کر لیا۔ ’’حیات مؤرخ اسلام‘‘ میں آپ کا ایک کلام شامل ہے، جس میں آپ نے حضرت مؤرخ اسلام کی چوبیس کتابوں کا ذکر کیا ہے، اس میں جس خوبی و چابک دستی کے ساتھ

کتابوں کا نام اور عنوان شعر کے قالب میں ڈھالا ہے، آپ کی قادرالکلامی اور شاعرانہ عظمت کی دلیل ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

مدحت صدیق و فاروق اور عثمان و علی   ’’تذکرہ خلفائے راشد‘‘ ہے کہ تاریخ جلی

اور ’’نگارشات‘‘ میں افکار کا انبار ہے   ’’داستان کربلا‘‘ رقت بھرا تذکار ہے

معرفت کے جام سے سرشار جن کی ذات ہے   ذکر ’’محبوب الٰہی‘‘ دیکھیے کیا بات ہے

ہے ملوک اصفہاں کی داستان پر وقار   نام ہے ’’تاریخ داؤدی‘‘ بہت ہی پر بہار

’’مونس الارواح‘‘ میں پڑھیے ’جہاں آرا‘ کی فکر   خواجہ ہندوستاں کا اس میں ہے پاکیزہ ذکر

اے خوشا ’’فیروز شاہی‘‘ خوب ہے تاریخ ہند   ’’ہفت اقلیم ولایت‘‘ جام عرفاں بھر رند

فقہ کے چاروں مسالک کے مشائخ کے امیں   ہے ’’ائمہ اربعہ‘‘ ایسی کتاب دل نشیں

لفظ و معنی کا ذخیرہ ’’منتخب لغات‘‘ ہے   اہل اردو کے لیے یہ قیمتی سوغات ہے

حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل اعظمی کو تحریر و قلم کا ذوق ان کے مشفق و مہربان استاذ مؤرخ اسلام علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی مدظلہ العالی کی صحبتوں کی برکت سے ملا، لکھنے کا ملکہ اور تحریری شعور حضرت ہی کا عطیہ ہے۔ مؤرخ اسلام کے وہ مخصوص تلامذہ جن پر حضرت کی خاص نظر ہے اور حضرت کے ساتھ جن کا ہمیشہ گہرا ربط رہا، ان میں مولانا شکیل اعظمی بھی ایک ہیں، آپ نے اپنا پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ حضرت ہی کی رہنمائی میں مکمل کیا۔ آپ لکھتے ہیں:

’’آپ ہی نے میرا موضوع تجویز کیا تھا، آپ ہی نے سن آپسس تیار کیا تھا اور آپ ہی کی رہنمائی اور اعانت سے میں نے مقالہ مکمل کیا تھا۔‘‘ (حیات مؤرخ اسلام ص ۲۶)

اسی لیے اپنے اس مشفق و مہربان استاذ کو بڑا والہانہ خراج پیش کیا ہے اور آپ کے احسان کے اعتراف کے ساتھ جنت میں ان کے قرب کی خواہش ظاہر کی ہے ؎

کر گیا شاداب اردو کا چمن جس کا قلم   حضرت عاصم ہیں وہ گھوسی کا ہے جن سے بھرم

فخر ہے مجھ کو کہ اس چشمہ سے اک قطرہ ملا   دل تو کہتا ہے حقیقت میں مجھے دریا ملا

وہ مرے استاذ ہیں مشفق مہرباں اس قدر   کر نہیں سکتا بیاں ہیں ان کے احساں اس قدر

یاالٰہی دیر تک سایہ رہے ان کا نصیب   اور شکیلؔ بے نوا جنت میں ہو ان کے قریب

علمی صلاحیتوں کے ساتھ عمدہ اخلاق اور پاکیزہ عادات سے بھی حظ وافر پایا تھا، خوش خلقی، متانت وسنجیدگی، تواضع، انکساری، معاملہ فہمی، دوراندیشی، اکابر شناسی، اصاغرنوازی، مہمان داری وغیرہ اوصاف آپ کے اندر خوب پائے جاتے تھے۔ ہر ایک سے خندہ روئی کے ساتھ ملتے، آپ سے ملنے جلنے والے ملنساری اور خوش اطواری کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں۔ ان خوبیوں اور کامیابیوں کے باوجود آپ کا دامن حیات کبر ونخوت کے غبار سے گرد آلود نہ تھا۔

راقم الحروف، حضرت مولانا شکیل احمد اعظمی کو اپنے عہد طالب علمی سے جانتا ہے، غالباً ۲۰۰۰ء میں ''شارح بخاری کی ادبی ولسانی خدمات'' کے عنوان سے آپ کا ایک مضمون ماہنامہ نوری دوپٹہ میں نظر نواز ہوا، اسی وقت سے غائبانہ متعارف ہوا، اور آپ کی صلاحیت کا نقش صفحہ دل پر مرتسم ہو گیا، مگر ۲۰۰۳ء سے جب کہ حضرت الاستاذ مؤرخ اسلام علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی مدظلہ العالی کی خدمت میں میرے آنے جانے کا سلسلہ شروع ہوا، اس وقت سے آپ کو دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا، آپ عمر میں ہم سے بڑے تھے، بلکہ ہمارے بعض اساتذہ کے ہم سبق تھے، اس لیے ہمارے استاذوں جیسے تھے، اور ہم آپ کا ادب واحترام کرتے تھے، موصوف بھی ہمارے ساتھ برادرانہ شفقت سے پیش آتے، اور تادم حیات ہم پر کرم فرمائی کرتے رہے، میں نے جب بھی آپ سے کوئی گزارش کی، آپ نے اسے قبول فرمایا، چناں چہ جب میری کتاب ''خطبات منبر ومحراب'' چھپنے لگی، تو میری درخواست پر کلمات تحسین تحریر کیا اور اس میں مجھ ناچیز کے لیے جو تاثر لکھا، آپ کی ذرہ نوازی، حوصلہ افزائی اور شفقت ومہربانی کی جیتی جاگتی مثال ہے۔ اس کا ایک پیراگراف ملاحظہ ہو:

''مولانا نعیم الاسلام قادری ایک نوجوان سنجیدہ اور صاحب فکر عالم دین ہیں، جو ہندوستان کی مشہور ومعروف درسگاہ جامعہ شمس العلوم کے پروڈکٹ ''بیت الحکمت'' کے تربیت یافتہ اور مؤرخ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی کے ارشد تلامذہ میں ہیں، ان کا میدان عمل درس وتدریس اور پرورش لوح وقلم ہے، درسی مشغولیات کے باوجود وہ نثر نگاری اور شعر وشاعری دونوں کے لیے وقت نکال لیتے ہیں، وہ بہت زود نویس ہیں، ان کی متعدد کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو کر خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔'' (خطبات منبر ومحراب ص ۳۳)

۴؍دسمبر ۲۰۲۱ء کو نماز عشا سے قبل آپ کے سانحہ ارتحال کی خبر ملی، تو چند لمحوں کے لیے سکتہ ساطاری

ہو گیا، کہ آہ ہمارے ایک کرم فرما اتنی جلدی رخصت ہو گئے، وصال کی خبر بذریعہ سوشل میڈیا جیسے ہی وائرل ہوئی، آپ کے چاہنے والوں میں غم کی لہر دوڑ گئی اور کئی دنوں تک محبین کے تعزیتی پیغامات کا سلسلہ جاری رہا، اس وقت جس نے بھی لکھا آپ کی تعریف کی، جس سے بھی گفتگو ہوئی، اس نے افسوس کا اظہار کیا اور آپ کو اچھائی سے یاد کیا۔ مجھے اس وقت ایک حدیث یاد آ رہی ہے:

مروا بجنازة فاثنوا علیها خیرا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجبت ثم مروا باخری فاثنوا علیها شرا فقال وجبت فقال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه ما وجبت؟ قال هذا اثنیتم علیه خیرا فوجبت له الجنة وهذا اثنیتم علیه شرا فوجبت له النار انتم شهداء اللہ فی الارض۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک جنازہ گزرا، تو لوگوں نے اس کی تعریف کی، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''واجب ہو گئی'' پھر ایک دوسرا جنازہ گزرا، تو لوگوں نے اس کی برائی کی، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، واجب ہو گئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! آپ نے دونوں جنازوں کے متعلق ''وجبت'' فرمایا، تو ان کے لیے کیا واجب ہو گیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جس کی تم لوگوں نے تعریف کی، اس کے لیے جنت واجب ہو گئی اور جس کی تم لوگوں نے برائی کی، اس کے لیے جہنم واجب ہو گیا تم لوگ روئے زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔

انتقال کے بعد آج تک آپ کا ذکر خیر سنا اور لوگوں کو آپ کی تحسین کرتے ہوئے پایا، اس لیے امید ہے کہ آپ جنت نشیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس حدیث پاک کا مصداق بنائے، قبر میں کروٹ کروٹ سکون بخشے اور ان کی علمی ودینی خدمات کو نجات اخروی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

نعیم الاسلام قادری
استاذ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ، ضلع بہرائچ شریف

مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی سے میری روشناسی

مولانا ظفر الاسلام علیمی

مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی صاحب قبلہ میرے ہم وطن تھے، مگر ان کا دولت کدہ میرے غریب خانے سے تقریباً ۲ کلومیٹر کی دوری پر محلہ قصبہ خاص گھوسی میں واقع ہے۔ وہ عمر میں ناچیز سے قریب پندرہ برس بڑے تھے۔ جب میں مدرسہ شمس العلوم میں پڑھتا تھا تو میری ان سے جان پہچان نہ تھی، ہاں گھوسی کے دینی پروگراموں میں ان کو نظامت کرتے ہوئے دیکھتا تھا، بالخصوص بارہویں شریف کے میلاد پاک میں آپ اکثر نظامت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ چار پانچ برس قبل کا واقعہ ہے کہ شمس العلوم کے سالانہ جلسۂ عید میلاد النبی میں آصف رضا سیفی نظامت کے لیے مدعو تھے مگر جلسے کے روز جناب نہیں آسکے۔ اس وقت ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی نے بغیر کسی دعوت نامے کے جلسے کی نظامت بڑی ہی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دی، چوں کہ یہ مدرسہ خود ان کا بھی مادر علمی تھا اور ان کی عالمیت تک کی تعلیم اسی ادارے سے ہوئی تھی، لہٰذا انھیں یہ گوارا نہ ہوا کہ مادر علمی کا سالانہ جلسہ ناظم کی غیر حاضری کی وجہ سے متاثر ہو، انھوں نے خود ہی آگے بڑھ کر یہ اہم فریضہ انجام دیا۔

شمس العلوم میں تعلیم کے بعد ان کی زندگی کا بیشتر وقت گھوسی سے باہر گذرا، جن میں ''الجامعۃ الاشرفیہ'' مبارک پور، ''جامعہ نظام الدین'' دہلی، ''جامعہ حنفیہ'' رحمت گنج بستی، ''دار العلوم حق الاسلام'' لال گنج بستی اور ''مدینۃ العربیہ'' سلطان پور شامل ہیں۔ تین مدارس میں رہ کر آپ نے کل پچیس برس تک تدریسی خدمات انجام دیں۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ ہم وطن ہونے کے باوجود ایک عرصہ تک میرے ڈاکٹر صاحب سے کوئی مراسم نہ رہے۔ مدرسے کی تعلیم کے بعد میرا رجحان عصری تعلیم کی طرف ہوا اور ۲۰۱۶ میں میرا داخلہ حیدرآباد سینٹرل یونیورسٹی میں ایم۔ فل (اردو) میں ہوگیا۔ استاد محترم ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی کے مشورے سے میں نے اپنے مقالے کا عنوان ''ڈاکٹر شکیل اعظمی کی شاعری کا تنقیدی مطالعہ'' منتخب کیا۔ (ا) مقالے کا ایک باب ڈاکٹر صاحب کے ہم عصر شاعروں کا تھا جس کے لیے ان کے حالات زندگی اور نمونۂ کلام درکار تھے۔ لہٰذا ناچیز ڈاکٹر عاصم صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ضرورت بیان کی۔ حضرت نے

فرمایا آپ ڈاکٹر شکیل صاحب قصبہ والے سے رابطہ کریں اور انھوں نے اپنی فون نمبر والی ڈائری جیب سے نکال کر فرمایا دیکھو اس پر ان کا نمبر ہوگا لگاؤ تو۔ میں نے نمبر ڈائل کیا ادھر سے فون ریسیو ہوا، پہلے حضرت نے خیر خیریت دریافت کی پھر میرا تعارف کراتے ہوئے فرمایا ''میرے پاس ظفر الاسلام آئے ہیں، ڈاکٹر شکیل صاحب پہ ایم۔ فل کا مقالہ تحریر کر رہے ہیں انھیں مواد کے لیے آپ کی مدد چاہیے ان سے بات کرلیں، یہ کہہ کر موبائل میرے حوالے کر دیا۔'' دعا و سلام کے بعد میں نے اپنا نام اور ضرورت بیان کی، انھوں نے کہا ابھی تو میں مدرسے میں ہوں گھوسی آؤں گا تو آپ کی ضرورت کا مواد لے کر حضرت کے یہاں آجاؤں گا، وہیں ملاقات ہوگی۔ اس وقت تک میں ڈاکٹر شکیل صاحب قبلہ سے بہت اچھی طرح واقف ہو چکا تھا، مجھے معلوم تھا کہ گھوسی میں ڈاکٹر عاصم صاحب کے بعد یہی ایک مولانا ہیں جنھوں نے پی۔ ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ کہیں راستے میں یا کمال بک ڈپو پہ مل جاتے تو میں سلام کیا کرتا تھا مگر باضابطہ تعارف نہ تھا۔ جب وہ گھوسی آئے تو ڈاکٹر عاصم اعظمی کے دولت خانے پر میری ان سے پہلی باضابطہ ملاقات ہوئی اور جان پہچان ہوگئی۔ اس کے بعد جب بھی ملاقات ہوتی یا کہیں راستے میں نظر آجاتے تو بڑے ہی خلوص سے ملتے خود ہی بڑھ کر مصافحہ کرتے، تعلیمی مصروفیات، کتابوں اور رسائل وجرائد سے متعلق سوالات کرتے۔ پڑھنے لکھنے والے بچوں سے بہت خوش رہتے تھے اور انھیں بہترین مشورے بھی دیا کرتے تھے۔ انھوں نے مجھ سے کئی مرتبہ یہ فرمایا کہ حضرت عاصم صاحب قبلہ سے جتنا ہو سکے فیض اٹھالیں، پھر ایسے لوگ ملنے والے نہیں ہیں، جب بھی گھوسی آتے اور وقت ہوتا تو حضرت کی خدمت میں ضرور حاضری دیتے۔ میری ان سے کئی ملاقاتیں ان ہی کی قیام گاہ پر ہوئیں۔

ایم۔ فل کا مقالہ لکھنے کے دوران انھوں نے میری بڑی مدد فرمائی۔ ''دبستان نعت'' ششماہی جنوری تا جون ۲۰۱۶ میں ان کا ایک مضمون ''علمائے گھوسی کی نعت نگاری'' شائع ہوا تھا، مجھے اس کی فوٹو کاپی عنایت کی۔ مضطر اعظمی مرحوم، علامہ بدر القادری علیہ الرحمہ کی غزلیں اور گھوسی کے کچھ دیگر شعرا کے کلام اور ان سے متعلق اہم معلومات مجھے مرحمت فرمائیں۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر شکیل اعظمی سے متعلق بھی انھوں نے کافی کارآمد معلومات مجھے مہیا کرائیں جس سے مقالہ لکھنے کے دوران مجھے بڑی مدد حاصل ہوئی، اس کے لیے میں آج بھی ان کا احسان مند ہوں۔ میں نے اپنے مقالے میں نام کے ساتھ ان کا شکریہ ادا کیا تھا۔ جب مقالہ کتابی صورت میں شائع ہوا تو میں نے ان کی خدمت میں پیش کیا دیکھ کر انھوں نے بڑی مسرت کا

اظہار کیا۔ ایک مرتبہ جامع مسجد کریم الدین پور کے پاس ملاقات ہوگئی تو مجھے ساتھ لے کر مولانا وصال اعظمی کے دولت خانے پر حاضر ہوئے، دیر تک گھوسی کے شعرائے کرام پر گفتگو ہوتی رہی۔ ان کی دیرینہ خواہش تھی کہ مضطر اعظمی اور نثار کریمی صاحب کے تمام کلام شائع ہو کر منظر عام پر آجائیں۔ اس کے لیے انھوں نے کافی جستجو بھی کی۔ لہٰذا مضطر اعظمی کا نعتیہ مجموعہ ”نورالقمر“ اور علامہ فروغ اعظمی کا نعتیہ مجموعہ ”نفیس حرم“ انھیں کی کوشش اور بار بار توجہ دلانے کی وجہ سے منظر عام پر آیا۔ انھیں دنوں ناچیز کا ایک مضمون ماہنامہ اشرفیہ میں شائع ہوا تھا انھوں نے اس کی خوب تعریف کی۔ وہ میری ادبی تحریروں کی بھی اس طرح تعریف کرتے تھے گویا میں نے کوئی بہت بڑا کام کر دیا ہے۔ چوں کہ انھیں معلوم تھا ایسا کرنے سے ہی نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ جب انھیں میرے پی۔ ایچ ڈی میں داخلہ کا علم ہوا تب بھی بہت خوش ہوئے اور نیک دعاؤں سے نوازا۔

میرے عزیز ساتھی مفتی عامر برکاتی (خلیل آباد) ڈاکٹر شکیل صاحب کے شاگرد ہیں۔ میں آخری بار انھیں کے ہمراہ ۷ رجون ۲۰۲۱ کو بعد نماز عصر ان کے دولت خانے پر حاضر ہوا، تقریباً دو گھنٹے تک مختلف موضوعات پر گفت و شنید ہوتی رہی۔ زیادہ تر مدارس اور خانقاہوں سے متعلق تبادلہ خیال ہوا، سید سبطین حیدر میاں اور سید نظمی میاں کی زیادہ باتیں ہوئیں لہٰذا میں زیادہ تر خاموش ہی رہا اور ان دونوں حضرات کی باتیں سنتا رہا۔ ڈاکٹر شکیل اعظمی کے گفتگو کرنے کا انداز بھی نہایت عمدہ تھا، وہ بات ٹھہر ٹھہر کر بڑے آرام سے کرتے تھے اور یہی انداز ان کی تقریر کا بھی تھا۔ سننے والے کو بھی بھلا معلوم ہوتا تھا۔ وہ بڑے مہمان نواز بھی تھے، اس دن جب ہم ان کے دولت کدے پہ پہنچے تو انھوں نے فوراً مٹھائی سے تواضع کی، کچھ دیر کے بعد پکوڑی اور چائے منگادی۔ وہی میری ان سے آخری تفصیلی ملاقات تھی۔ اس کے بعد علامہ بدرالقادری علیہ الرحمہ کے جنازے میں ملاقات ہوئی، اس دن آپ بہت مصروف تھے لہٰذا مصافحہ یا بات چیت نہ ہو سکی۔ آخری مرتبہ میں نے انھیں ان کے ہم زلف حافظ ارشاد کی دختر کی شادی کے دن ۲۶ نومبر کی صبح انتظامات میں مصروف دیکھا تھا۔ اچانک ۴ ردسمبر ۲۰۲۱ کو بعد نماز عشا مجھے ان کے انتقال کی خبر موصول ہوئی۔ پوری رات بے چینی میں بسر ہوئی، دیر رات تک اپنے دوست مولانا اشرف رضا جیلانی کو فون کرتا رہا، جو اکبر پور میں پڑھاتے ہیں اور حادثے کی خبر ملتے ہی وہاں پہنچ گئے تھے۔ انھیں جو تفصیلات وہاں سے حاصل ہوئیں مجھ تک پہنچائیں۔ ۵ ردسمبر کو بعد نماز عصر ان کی

میت کو گھوسی لایا گیا۔ مغرب کی نماز کے بعد میں ان کے آخری دیدار کے لیے حاضر ہوا، دیکھ کر آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ بعد نماز عشاء ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی نے نماز جنازہ پڑھائی اور نم آنکھوں سے انھیں سپرد خاک کیا گیا۔

حواشی: (۱) ڈاکٹر شکیل اعظمی بن حکیم ابوالبرکات مرحوم رکن مجلس شوریٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور۔ گھوسی کے ایک قادر الکلام شاعر اور طبیب تھے، ان کی پیدائش ۱۲ رستمبر ۱۹۴۲ کو محلہ کریم الدین پور میں ہوئی۔ الجامعۃ الاشرفیہ سے فراغت کے بعد علم طِب کی تعلیم کے لیے یونانی میڈیکل کالج الٰہ آباد میں داخلہ لیا اور ۱۹۶۴ میں ایف۔ ایم۔ بی۔ ایس کی ڈگری حاصل کی۔ ان کا انتقال ۳۰ راپریل ۲۰۲۱ء مطابق ۱۷ رمضان ۱۴۴۲ کو گھوسی کے آبائی مکان پر ہوا۔

(۲) مولانا شکیل صاحب ڈاکٹریٹ کی سند کے بعد نام کے ساتھ ڈاکٹر لکھنے لگے تھے، اور مسلسل ان کے علمی و ادبی مضامین موقر رسالوں میں شائع ہوتے تھے، لہٰذا ابتدا میں لوگ سمجھ نہیں پاتے تھے کہ یہ کون سے ڈاکٹر شکیل ہیں، لیکن رفتہ رفتہ لوگوں کو امتیاز کا علم ہو گیا تھا، حالاں کہ دونوں کی عمر میں ۳۴ برس کا فرق تھا۔ خیر! مرضی الٰہی کو کون ٹال سکتا ہے گھوسی کے دونوں مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی صاحبان ایک ہی برس ۲۰۲۱ میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

مولانا ظفر الاسلام علیمی
ریسرچ اسکالر جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی

◆◆◆

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

مولانا ڈاکٹر ندیم اشرف برکاتی، گھوسی

۴؍دسمبر ۲۰۲۱ء بعد نماز عشاء موبائل آن کیا تو حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی کے ایکسیڈنٹ میں انتقال کی خبر نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا، یہ عظیم سانحہ آپ کے اہل خانہ کے ساتھ ساتھ اہل علم کے لیے کسی قیامت صغریٰ سے کم نہ تھا، لیکن موت ایک ایسی سچائی اور اٹل حقیقت ہے جس سے کسی ذی حیات کو مفر نہیں، مگر حادثاتی موت بڑی جاں کاہ ہوا کرتی ہے۔

شکیل اعظمی کی ذات بابرکات اہل گھوسی کے لیے کسی تعارف کی محتاج نہیں، بیک وقت بہت سی خوبیوں کے مالک تھے، آپ فصیح اللسان خطیب، عمدہ نقیب اور مایہ ناز ادیب وانشا پرداز تھے، زہد وتقویٰ کے پیکر اور حسن اخلاق کے دھنی تھے، نیز آپ انتہائی مخلص اور فیض رساں عالم دین تھے، جہاں آپ بزرگوں کا ادب و احترام کرتے تھے، وہیں اساتذہ کی تعظیم وتوقیر میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتے تھے، بڑوں کی تعظیم میں کوشاں رہتے، یہاں تک کہ ان کی خوب سراہنا کرتے، حق گو عالم دین تھے، نقیب اجلاس کی حیثیت سے آپ نے اپنی ایک الگ پہچان قائم کی، بے جا تعریف اور مبالغہ آرائی سے پرہیز کرتے، علما وشعرا کی تعریف میں حتی الوسع حقانیت کا مظاہرہ فرماتے۔

طبیعت میں بے حد متانت وسنجیدگی تھی، اتباع شریعت پر گامزن تھے، ایک سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے، اسی عشق رسول کی تڑپ نے آپ کو زیارت حرمین طیبین کی دولت لازوال عطا فرمائی، اور حدیث پاک **من زار قبری وجبت له شفاعتی** کے تناظر میں شفاعت کے حقدار ہوئے۔

ڈاکٹر موصوف کو میں دوران طالب علمی سے جانتا ہوں، جب میں جامعہ شمس العلوم کے اندر درجہ اولیٰ میں تھا، تو آپ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور چلے گئے، لیکن جب گھوسی آتے تو استاذی الکریم مورخ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی صاحب قبلہ شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم گھوسی کے پاس اکثر و بیشتر علمی تبادلہ خیال کے لیے حاضر ہوتے تھے۔

آپ کے دوران طالب علمی کے خاص دوست مولانا شمیم اختر فیضی مرحوم جو کہ ڈاکٹر موصوف کے پڑوسی تھے، جب بھی کسی جلسہ وجلوس میں شرکت کرتے تو یہی رفیق خاص ساتھ ہوا کرتے تھے، شمیم فیضی دو سال قبل فالج کے حملے میں مالک حقیقی سے جا ملے، اللہ تعالیٰ دونوں کی مغفرت فرمائے، آمین۔

طالب علمی کے زمانے میں جب ناچیز ”کہکشاں لائبریری“ کا لائبریرین تھا، میں نے مشاہدہ کیا کہ استاذ گرامی علامہ عاصم اعظمی کے بعد اگر سب سے زیادہ کوئی کتب بینی کا ذوق وشوق رکھتا تھا، تو وہ شکیل اعظمی تھے، آپ اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے، تواریخ وسیر کی اکثر کتابیں اجرا کراتے۔

جب ناچیز کو عصری تعلیم کا شوق ہوا تو استاذ گرامی حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی صاحب قبلہ شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم گھوسی نے بڑی محنت ومشقت سے BUMS کی تیاری کرائی، پھر مزید تعلیم کے لیے دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی حضرت مولانا فروغ احمد اعظمی صاحب کے پاس بھیج دیا، حضرت مولانا فروغ احمد اعظمی ایک متدین عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست ادیب اور انشا پرداز بھی ہیں، جن کے سایہ عاطفت میں ناچیز نے لیل ونہار بسر کیے، جب علیمیہ کے مطبخ سے طبیعت گھبرا جاتی تو میں بستی شہر چلا جاتا، جہاں شکیل اعظمی دار العلوم حنفیہ میں مسند صدر المدرسین پر براجمان تھے، مدرسہ پہنچنے پر بہت خوش ہوتے، میرے حالات دریافت کرتے، کافی خاطر مدارات کرتے، کھلاتے پلاتے، مدرسے کے ناظم اعلیٰ بھی آپ کے وسیع دسترخوان کا حصہ بنتے، باتوں باتوں میں تعلیمی ٹپس دیا کرتے، ہمیشہ مسکراتے رہتے، کبھی آپ کے چہرے سے مایوسی کے اثرات ظاہر نہیں ہوتے تھے، عہدہ صدارت پر متمکن ہونے کے باوجود غرور وتکبر سے کوسوں دور تھے۔

وبائی مرض کورونا کو لے کر ہر شخص کنفیوژن کا شکار تھا، علمائے کرام بھی شش وپنج میں مبتلا تھے، ایسے وقت میں مولانا شکیل اعظمی مجھ ناچیز سے احتیاطی تدابیر اور ویکسین کے متعلق اکثر وبیشتر مشورے لیا کرتے تھے، میں آپ کے تمام سوالات کا تشفی بخش جواب دیتا۔

آپ اتنی جلدی چلے جائیں گے، اس کا وہم وگمان بھی نہ تھا، مگر ”مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ“۔ اللہ تعالیٰ شکیل اعظمی کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین!

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے　　سبزۂ نورستہ اس گل کی نگہبانی کرے

حضرت مولانا ابو الوفا رضوی صاحب قابل مبارک باد ہیں، جو ڈاکٹر شکیل اعظمی کی سیرت وشخصیت سے متعلق ایک کتاب ترتیب دے رہے ہیں، یقیناً یہ کتاب نوجوان علما، شعرا، ادبا اور دانشوروں میں دینی، علمی، سیاسی، سماجی، معاشی شعور بیدار کرنے میں مدد ومعاون ثابت ہوگی، اللہ تعالیٰ مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

(مولانا ڈاکٹر) ندیم اشرف برکاتی

ریڈر: ذوالفقار حیدر یونانی میڈیکل کالج سیوان بہار

(18 جمادی الآخرہ 1443 مطابق 23 جنوری 2022 بروز اتوار)

حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی یادیں

مولانا ڈاکٹر ملیح اصغر اعظمی

سرزمین گھوسی جسے اہل علم ودانش مدینۃ العلما کہتے ہیں اور وہ اپنے قول میں حق بجانب ہیں، یہ سرزمین تقریباً ایک ہزار سال سے اسلام کے نور سے منور اور روشن ہے، اس سرزمین پر بڑے بڑے نامور علما، فضلا، مشائخ اور اہل علم ودانش نیز ماہرین فن پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے علم وفن اور عمل کے نور سے پوری دنیا کو روشن کیا، اسی سلسلۃ الذہب کی ایک روشن اور تابناک کڑی حضرت علامہ شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ کی ہے، آپ گھوسی کے مشہور ومعروف محلہ قصبہ خاص (جہاں حضرت خواجہ محمود بہرنگ بلالی رضی اللہ تعالی عنہ کا مزار مقدس مرجع خلائق ہے) میں ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے، بچپن ہی سے غیر معمولی علمی لگاؤ تھا، لکھنے پڑھنے میں مشغول رہتے تھے، جیسا کہ وصال کے بعد آپ کے والد گرامی عالی جناب الحاج امیر احمد صاحب نے روتے ہوئے پرنم آنکھوں سے فرمایا کہ بابو کو دور طالب علمی سے ہی کتابوں کے مطالعہ، تصنیف وتالیف اور شعر وشاعری سے لگاؤ اور شغف تھا اور یہ تادم آخر باقی رہا، بابو جب گھر آتے اپنے کمرے میں اوپر چلے جاتے، مطالعہ کتب اور تصنیف وتالیف میں مشغول ہو جاتے، آپ کا کمرہ، کمرہ کم لائبریری زیادہ لگتا ہے، بے شمار کتابیں ہیں اس میں۔

آپ شیریں گفتار، پاکیزہ کردار، نرم لہجہ، خلوص وسادگی کے پیکر، زبان پر انسانیت کا درس، لبوں پر اخوت و بھائی چارہ کا پیغام، دل میں ملت کا درد، ان کا تو یہ حال تھا کہ: ع

کوئی روتا ہے تو دامن میرا تر ہوتا ہے

انہوں نے نہ تو کبھی تنگ نظری کا ثبوت دیا اور نہ ہی کسی کی خوشامد اور کاسہ لیسی کی، ہاں اپنے اساتذہ اور بڑوں کا احترام اور ادب کرتے اور چھوٹوں پر شفقت ومحبت کے پھول نچھاور کرتے تھے، بزم ہو کہ رزم ہر جگہ پاک اور پاک باز رہے۔

مت سہل اسے جانو پھرتا ہے فلک برسوں　　　تب خاک کے ذروں سے انسان نکلتا ہے

علم واخلاق کسی کے لیے بھی سب سے بڑے اعزاز، ناقابل شکست اور بیش قیمت اثاثہ کی حیثیت رکھتے ہیں، اس علم اور اخلاق کا مالک ہر میدان میں کامیاب وکامران ہوتا ہے اور یہ دونوں خوبیاں جو کامیابی کی ضمانت ہیں، مولانا ممدوح میں بدرجۂ اتم موجود تھیں، یہی وجہ ہے کہ آپ نے خواص وعوام سب کے دل میں جگہ بنالی تھی، آپ کو ہر کوئی عزت واحترام کی نظر سے دیکھتا تھا، آپ سے جب بھی ملاقات ہوتی خندہ پیشانی سے ملتے، جو آپ

کا طرۂ امتیاز تھا، دوست پور میں مولانا محمد حاتم صاحب کے شہزادے کی شادی میں ملاقات کا شرف ملا، دیر تک گفتگو اور تبادلۂ خیال ہوتا رہا، دوران گفتگو والد گرامی مفتی محمد حفیظ اللہ صاحب قادری علیہ الرحمہ کے بارے میں فرمایا کہ حضرت کی سوانح حیات مرتب ہوجاتی تو بہتر ہوتا، میں بھی اپنی معلومات لکھ دوں گا، مگر افسوس کہ وہ خود ہم سے جدا ہو گئے، مولانا ممدوح درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور شعر وشاعری ہر فن میں یکساں مہارت رکھتے تھے، بہت پیاری نقابت بھی فرماتے تھے اور اپنے مخصوص انداز میں مقررانہ شان کے ساتھ تقریر بھی کرتے تھے اور یہ مشغلہ تادمِ آخر جاری وساری تھا۔

۷:۳۰ بجے شب میں اپنی کلینک بند کر کے اپنے میڈیکل ہال سٹی فارما حاجی شکر اللہ مارکیٹ امجدی روڈ گھوسی پہ بیٹھا تھا، جب وہاں سے اٹھ کر گھر آنے لگا شمس العلوم کے گیٹ کے پاس جناب فخر عالم ٹیلر ماسٹر صاحب سے ملاقات ہوئی، سلام کے بعد انہوں نے بتایا کہ مولانا شکیل احمد صاحب قصبہ والے، پرائیویٹ گاڑی سے اپنے مدرسہ جارہے تھے، اکبر پور کے قریب گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوگیا اور آپ کا انتقال ہوگیا، میں گھر آیا اور فوراً مولانا ممدوح کے بھتیجے محمد ارشد کے پاس فون کیا، لیکن ابھی ان لوگوں کو بھی پوری حقیقت معلوم نہیں تھی انہوں نے بتایا کہ مکان پہ لوگوں کی آمدورفت کا سلسلہ جاری ہے، میں ابھی کنفرم کر کے بتاتا ہوں پھر میں نے محب گرامی قدر حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی صاحب (جو اس وقت مدرسہ میں تھے) کے پاس فون کیا سلام کے جواب کے بعد روتے ہوئے نڈھال اور بھرائی آواز میں بتایا کہ مولانا شکیل احمد صاحب نہیں رہے، اللہ کو پیارے ہو گئے، یہ سنتے ہی دل غم سے چور چور اور نڈھال ہوگیا، افسوس صد افسوس! کہ ایک سچا عالم دین اور ہمدرد قوم وملت ہم سے رخصت ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کیا خبر تھی موت کا یہ حادثہ ہوجائے گا　　　یعنی آغوش زمیں میں آسمان سوجائے گا

دوسرے دن شام کو آپ کی لاش گھر لائی گئی، بعد نماز عشا دارالعلوم بدرالعلوم کے صحن میں نماز جنازہ ہوئی، نماز جنازہ استاذ گرامی مؤرخ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی صاحب مدظلہ العالی نے پڑھائی، ہزاروں سوگوار جنازے میں شریک ہوئے، آبائی قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

ہے دعائے اصغر بیکس شکیل　　　ہو مکینِ باغِ جنت تیری ذات

ملیح اصغر اعظمی

30 جنوری 2022 بروز اتوار، امجد نگر (سماری ڈیہہ) گھوسی، مئو

✦✦✦

اشک و تبسم: علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی کی یاد میں

مولانا غلام سید علی علیمی

دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، ضلع سلطان پور

۴؍دسمبر ۲۰۲۱ء کو نماز مغرب کے بعد استاذ گرامی حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مدظلہ شیخ الحدیث دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، ضلع سلطان پور کی بارگاہ میں حاضر ہوا، کچھ باتیں ہوئیں اور پھر درسی مطالعہ کے لیے اپنے روم کی طرف آ رہا تھا کہ آفس میں کچھ لوگوں کے ساتھ منیجر محمد اصغر خان صاحب موجود تھے، مجھے جاتے ہوئے دیکھ کر انھوں نے آواز دی، آفس میں گیا، انڈا منگایا گیا تھا، مجھے بھی پیش کیا گیا، جس دکان سے انڈا لایا گیا تھا، اس کی کچھ تعریف بھی ہوئی، میں نے بھی ایک آدھ ٹکڑے انڈے کے کھائے، کچھ اِدھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں، اور کچھ قہقہے بھی لگے، ہمیں کیا معلوم کہ اگلے کچھ دنوں تک ہم انڈا کیا؟ کچھ بھی کھانے پینے کے قابل نہیں رہنے والے ہیں، قہقہے کیا؟ مسکراہٹ کو بھی ترسنے والے ہیں...

آفس سے روم میں آیا اتنے میں آفس میں موجود لوگوں کو کہیں تیزی سے جاتے ہوئے دیکھا، مولانا انصار صاحب میرے پاس آئے اور انھیں جتنا بھی معلوم ہو پایا تھا مجھے بتایا اور ان کی کل معلومات یہ تھی کہ پرنسپل صاحب جس گاڑی سے مدرسہ آ رہے تھے، شاید اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ دل تیزی سے دھڑکنے لگا، تقریباً بھاگتا ہوا شیخ الحدیث صاحب کے کمرے میں گیا، حقیقت حال دریافت کیا تو پتہ چلا کہ حضرت کو اب تک اس بارے میں کچھ بھی نہیں پتہ چل پایا تھا، ہمت کر کے جو کچھ آدھی ادھوری اور مبہم معلومات میرے پاس تھی حضرت کے گوش گزار کر دیا۔

اس آدھی ادھوری جانکاری سے ہی حضرت کی حالت میں ایسی اضطرابی تبدیلی آئی، جس کو بیان کرنے کے لیے میرے پاس نہ تو الفاظ ہیں اور نہ ہی اس کا سلیقہ، منیجر صاحب موقع واردات پر پہنچ چکے تھے، حضرت نے انھیں فون کیا، بس اتنا ہی معلوم ہو پایا کہ خبر اچھی نہیں ہے، حادثے میں کچھ لوگ جاں بحق ہوئے ہیں اور باقی شدید زخمی ہیں، سب کو اکھنڈ نگر بلاک ہاسپٹل میں پہنچا دیا گیا ہے۔... کون زخمی ہیں؟ کون جاں بحق ہوئے ہیں؟ یہ اب بھی نا سلجھا معما تھا۔

ہم لوگ اکھنڈ نگر جانے کے لیے مدرسے کے گیٹ پر پہنچے، تب تک یہ خبر آ گئی کہ حادثے میں ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی قادری شہید ہو چکے ہیں، خبر کیا آئی کہ وہاں موجود اساتذہ، طلبہ اور اراکین سب کی حالت غیر ہو گئی، سب کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں، کچھ تو چیخ مار کر رونے لگے، میرے اوپر سکتہ طاری ہو گیا، نہ کچھ کہہ پا رہا تھا، نہ رو پا رہا تھا اور نہ ہی کسی رونے والے کی ڈھارس بندھانے کے لیے کوئی جملہ ادا کر پا رہا تھا، بس یہی دعا کر رہا تھا کہ اے اللہ کوئی آئے اور ایسی خبر لائے جو اس خبر کی تردید کر دے، کوئی آئے اور کہہ دے کہ ڈاکٹر شکیل صاحب زندہ ہیں۔... مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا اور مسلسل یہی خبر آتی رہی کہ ڈاکٹر صاحب اس دنیا کو خیرآباد کہہ چکے ہیں، اب اگر میں یقین نہ بھی کرتا تب بھی کچھ تبدیل ہونے والا نہیں تھا، بھلا شدنی کو کون ٹال سکتا ہے؟

اکھنڈ نگر جانے کے لیے گاڑی آ گئی، ہم لوگ سوار ہوئے اور گاڑی چل پڑی، اتنا تو یاد ہے کہ گاڑی میں موجود لوگ حادثے سے متعلق اپنی اپنی بات کہہ رہے تھے مگر وہ کیا کہہ رہے تھے؟ مجھے کچھ یاد نہیں کیوں کہ میرے ذہن میں بس ڈاکٹر صاحب کی تصویر گردش کر رہی تھی۔

✧✧✧

ڈاکٹر صاحب کی خرد نوازی: حضرت سے میری ملاقات سب سے پہلے کب ہوئی مجھے یاد نہیں، اتنا یاد ہے کہ ۲۰۱۶ء میں ڈاکٹر محمد سلیم (بستی) کے ہاسپٹل میں استاذ گرامی قدر حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مدظلہ نے پتھری کا آپریشن کرایا تھا، تیمارداری کا شرف مجھے بھی ملا تھا، حضرت کو دیکھنے کے لیے ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی بھی ایک دن بعد نماز مغرب تشریف لائے، غالباً مدرسے سے پڑھا کر نکلے تھے، میری بھی ملاقات ہوئی، بالمشافہ یہ پہلی ملاقات تھی مگر مجھے کسی سے حضرت کی شخصیت کے بارے میں معلوم نہیں کرنا پڑا، کیوں کہ دیکھتے ہی پہچان لیا۔ غالباً مذہبی اسٹیجوں پر آپ کو دلنشیں اور نپے تلے الفاظ کے ساتھ نقابت کرتے ہوئے پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔

میں اس وقت دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی کا ایک ادنیٰ مدرس تھا اور ڈاکٹر صاحب دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، ضلع سلطان پور کے صدر مدرس، مگر ہمارے ساتھ حضرت ایسے پیش آئے جیسے کہ میں ان کا ہم رتبہ و ہم پلہ تھا۔

۲۰۱۹ء میں جب دارالعلوم مدینۃ العربیہ میں استاذ کی حیثیت سے آیا تو حضرت نے انتہائی خوشی کا

اظہار کیا تھا، اپنی وقعت سب سے بہتر خود کو معلوم ہوتی ہے، مجھے بھی میری اپنی وقعت معلوم ہے، میں پورے یقین کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ حضرت ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ میرے بارے میں جتنا حسن ظن رکھتے تھے اور میری علمی حیثیت کو جتنا بیان کرتے تھے، میرے اندر اس کا آدھا بھی نہیں، یہ حضرت کی خرد نوازی اور حوصلہ افزائی ہی تھی۔

میرے رفیق محترم حضرت علامہ کمال احمد علیمی (استاذ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی) نے اپنے موضوع کے لحاظ سے منفرد اور انتہائی تحقیقی کتاب ''امام احمد رضا اور اسرائیلی روایات'' لکھی اور اس پر ایک تفصیلی مقدمہ لکھنے کا حکم مجھے دیا، کرونا وائرس کی پہلی لہر تھی جس میں سخت لاک ڈاؤن لگایا گیا تھا، لوگوں کو گھر سے باہر بھی نہیں نکلنے دیا جا رہا تھا، حتی کہ گاؤں میں جانوروں کو بھی چراتے ہوئے پا جانے پر پولیس دوڑا لیتی تھی، میں نے بھی موقع غنیمت جانا اور اسرائیلیات کے موضوع پر جتنا ہو سکا مطالعہ کیا اور تقریباً پچاس صفحے کا مقدمہ لکھ دیا۔

لاک ڈاؤن میں کچھ نرمی آئی اور انتظامی امور کے لیے مدرسے کھلے، مجھے بھی مدرسہ بلایا گیا، میں نے اسرائیلیات پر اپنے مقدمے کا پرنٹ آؤٹ حضرت ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں بغرض اصلاح پیش کیا، حضرت نے مقدمے کو بالاستیعاب پڑھا، مفید مشوروں سے نوازا اور حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا: ''مولانا صاحب! یہ آپ کا مقدمہ الگ سے کتابی شکل میں شائع ہونا چاہیے، کیوں کہ مختصراً آپ نے موضوع سے متعلق سب کچھ بیان کر دیا ہے۔''

ابھی دو دن پہلے (۱؍دسمبر ۲۰۲۱ء کی شام کو) میرے رفیق درس حضرت مولانا حکیم عبد المصطفیٰ صاحب (ہنومان گنج، بستی) مدرسے میں تشریف لائے تھے، ہمارے درمیان بڑی بے تکلفی ہے، حکیم صاحب، حضرت کے کمرے میں بیٹھے کچھ باتیں کر رہے تھے، میں بھی جا دھمکا، دیکھتے ہی حکیم صاحب نے کہا: ''کہاں رہتے ہو یار! تمھارا بھاؤ نہیں مل رہا ہے؟ میں نے جواب دیا: بھاؤ رہے تب تو ملے گا، یہ تو تحصیل لاحاصل ہوا۔ اتنے میں حضرت ڈاکٹر صاحب بول پڑے: ارے نہیں بھائی! آپ کا بھاؤ تو ہے ہی، آپ قیمتی تو ہیں ہی۔

میرا ماننا ہے کہ حضرت کی یہ تمام باتیں آپ کی خرد نوازی تھی اور مجھ جیسے نو آموز و ناتجربہ کار کی ہمت افزائی کے لیے تھیں ورنہ تو۔ من آنم کہ من دانم۔

⋄⋄⋄

ہماری گاڑی اکھنڈ نگر بلاک ہاسپٹل کی جانب رواں دواں تھی اور میں اپنی سوچوں میں گم! عالی جناب منشی رضا صاحب خازن دار العلوم مدینۃ العربیہ، نے کہا کہ کسی طرح حضرت پرنسپل صاحب کے گھر خبر دے دینی چاہیے، میں نے حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی کے برادر خرد اور اپنے رفیق محترم حضرت مولانا ریحان صاحب کے پاس فون کیا اور ان سے صرف اتنا کہہ پایا کہ حضرت ڈاکٹر شکیل صاحب کی گاڑی کے ساتھ حادثہ پیش آ گیا ہے، کئی لوگ شدید زخمی ہوئے ہیں، آپ حضرت کے گھر جا کر اطلاع دے دیں تاکہ وہ لوگ یہاں آ جائیں۔

میں نے مولانا ریحان صاحب کو یہ نہیں بتایا کہ ڈاکٹر صاحب اب اس دنیا میں نہیں رہے، اس کی دو وجہ تھی پہلی یہ کہ اتنے بڑے حادثے کی اطلاع فوراً دے دینا مناسب نہیں لگ رہا تھا، دوسری وجہ یہ تھی کہ حضرت کے انتقال کی خبر کو اگر چہ عقل نے تسلیم کر لیا تھا مگر دل اب بھی تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھا، عقل و دل کی اسی کشمکش کے ساتھ ہاسپٹل پہنچ گیا، دیکھا کہ منیجر حاجی محمد اصغر خان صاحب ہاسپٹل کے باہری گیٹ پر کھڑے ہو کر کسی کو یہ کرب ناک خبر زار و قطار رو رو کر دے رہے تھے، بعد میں پتہ چلا کہ وہ حضرت علامہ فروغ احمد صاحب کو خبر سنا رہے تھے۔

اب میرے پاس بھی کوئی چارہ نہ رہا، دوبارہ مولانا ریحان صاحب کے پاس فون کیا اور ان کو بھی بتا دیا کہ حادثے میں ڈاکٹر صاحب کے علاوہ ان کے بہنوئی کے والد فوت ہو چکے ہیں، باقی چار لوگ شدید زخمی ہیں۔

ہم لوگ بھاگتے ہوئے ہاسپٹل میں گئے اور اسٹریچر پر لیٹے ہر دل عزیز، اور اپنے قائد و رہنما کو پایا، ہمارے لیے وہ لمحہ بڑا صبر آزما تھا، کچھ لوگ تو ضبط کر لے گئے مگر زیادہ تر لوگ چیخ کر رو پڑے، دار العلوم کے زیرِ انتظام چلنے والے انگلش میڈیم اسکول کے ہیڈ ماسٹر جناب عباد اللہ صاحب تو اتنے بے چین ہوئے کہ کھڑے کھڑے گر پڑے، ان کے چہرے پر پانی کا چھینٹا مارنا پڑا۔

میں نے بھی ہمت کر کے حضرت کا دیدار کیا اور وہاں سے ہٹ گیا، کیوں کہ میری ہمت نے جواب دے دیا، دماغ میں ان کی یادیں گردش کرنے لگیں۔

⋄⋄⋄

العالی کے درمیان بڑا قریبی رشتہ تھا، ڈاکٹر صاحب حضرت علامہ فروغ احمد صاحب کے پھوپھی زاد بھائی تھے، اتنا قریبی رشتہ ہوتے ہوئے بھی ڈاکٹر صاحب حضرت کا اتنا احترام کرتے تھے، جس کی مثال پیش کرنا مشکل ہے، کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ انھیں کوئی بات کہنی ہوتی تو مجھ سے کہتے کہ آپ حضرت سے کہہ دیں، میں حیرت کرتا کہ رشتے داری کے باوجود اتنا ادب کیسے کر لے جاتے ہیں؟ ان کا ادب دیکھ کر میں سوچنے لگتا کہ کہیں میں ادب کا دائرہ پھلانگ تو نہیں جاتا! کہیں بے ادب تو نہیں ہو گیا ہوں؟ مگر پھر یہ سوچ کر دل کو سمجھا لیتا کہ حضرت کے چہرے پر ناگواری نہیں آتی اس لیے میں بے ادب نہیں، مجھے نہیں معلوم کہ میری اس دلیل میں کچھ دم ہے یا نہیں، مگر حضرت کے لیے ڈاکٹر صاحب کا احترام دیکھ کر یہی کچھ دماغ میں آتا تھا۔

رہبر راہِ طریقت وشریعت حضرت سید اویس مصطفیٰ واسطی مدظلہ النورانی کے پاس جب خبر پہنچی تو انھوں نے علامہ فروغ احمد اعظمی کے پاس تعزیت کے لیے فون کیا، انھوں نے فرمایا: ”ایک بڑا عالم دین ہونے کے باوجود ڈاکٹر صاحب جتنے مؤدب تھے، میں نے ایسا بہت کم لوگوں کو دیکھا، میں جب جاتا تو مجلس میں جہاں جگہ پا جاتے بیٹھ جاتے، زیادہ تر مجلس میں پیچھے ہی بیٹھتے، ایسا بھی ہوا ہے کہ آتے اور مصافحہ کرتے اور پھر پیچھے جا کر بیٹھ جاتے، باتوں کو بڑے غور سے سنتے، جب تک بلایا نہ جائے نہیں بولتے اور زیادہ دیر تک بیٹھتے بھی نہیں، بغیر کسی کو ڈسٹرب کیے، دھیرے سے چلے جاتے۔“

یہ تھا بزرگوں کے لیے ڈاکٹر صاحب کا ادب واحترام کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی لفظ بے ادبی کا نکل جائے۔

یہ تو ایسے واقعات ہیں جن کا مشاہدہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے کیا، ورنہ تو ڈاکٹر صاحب ہر علمی اور روحانی شخصیت کا احترام کیا کرتے تھے۔

لاک ڈاؤن کے بعد جب سے مدرسہ کھلا ہے حضرت شیخ الحدیث صاحب، حضرت ڈاکٹر شکیل احمد علیہ الرحمہ اور میں ڈاکٹر صاحب کے روم میں ایک ساتھ کھانا کھاتے تھے، دو عظیم علمی شخصیتوں کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھنا علمی لحاظ سے کتنا سودمند ہوتا ہے، اس کا اندازہ صرف وہی لگا سکتا ہے جسے ایسا شرف ملا ہو، دسترخوان پر مختلف بزرگوں کی باتیں ہوتیں کبھی صدر العلما کی، کبھی مورخ اسلام حضرت علامہ محمد عاصم صاحب کی، کبھی مفکر اسلام حضرت علامہ بدر القادری صاحب اور دیگر بزرگوں کی، میں محسوس کرتا کہ ڈاکٹر

صاحب سب کا ذکر خیر ہی کرتے اور انتہائی ادب کے ساتھ۔

محرم الحرام کا مہینہ تھا، حضرت شیخ الحدیث صاحب اس دن گھر تھے، دسترخوان پر راشد الخیری اور ان کی کتاب ”سیدہ کا لال“ کا تذکرہ ہوا، میں نے کہا کہ کربلا کے واقعے کو اس نے جتنے کرب ناک انداز میں بیان کیا ہے، کسی دوسرے کے یہاں بہت کم ملتا ہے، اسی لیے تو اسے مصوّرِ غم کہا جاتا ہے، اس پر ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں اولیٰ رثانیہ میں پڑھ رہا تھا، مولانا بدر عالم صاحب (بدر القادری علیہ الرحمہ) محرم کی تقریر کرنے والے تھے، خطاب سے پہلے انھیں یہی کتاب پڑھتے ہوئے دیکھ لیا، اب کتاب کو پڑھنے کا اتنا شوق پیدا ہوا کہ دوسرے دن پہلی فرصت میں اس کتاب کی تلاش جاری ہوئی، جیسے ہی ملی اسے پڑھ ڈالا۔

✧✧✧

بہت کچھ یاد آ رہا تھا اور رہ ہی کیا گیا تھا، صرف ان کی یاد اور اسٹریچر پر پڑا ان کا جسد بے جان، عجیب نظارہ تھا، دوست پور اور قرب وجوار کے لوگوں تک جیسے جیسے خبر پہنچی لوگ جوق در جوق اس شہید راہِ درس وتدریس کے دیدار کے لیے پہنچے، ۲ر دسمبر ۲۰۲۱ء کو پڑھا کر نکلے تھے، کادی پور کے پاس مٹھنے پور، مولانا عبدالحکیم صاحب (استاذ دارالعلوم مدینۃ العربیہ) کے گاؤں میں حضرت کی چھوٹی بہن کی شادی ہوئی تھی، انھیں کی وداعی کا پروگرام ۴ر دسمبر کو طے پایا تھا، اسی گاڑی سے مدرسہ کے لیے حضرت بھی نکل پڑے تھے، مگر مدرسہ نہیں پہنچ پائے۔

مولانا عبدالحکیم صاحب نے بیان کیا کہ اس دن میں اپنی بیٹی کے گھر ”بالم پور“ (سلطان پور) گیارہویں کے پروگرام میں شریک ہونے گیا تھا، تقریباً ۶ر بجے شام میں جناب امین الدین صاحب (حضرت ڈاکٹر صاحب کی بہن کے جیٹھ) کا فون آیا کہ کافی دیر سے گھوسی جانے والوں کا فون ریسیو نہیں ہو رہا تھا، میں مسلسل فون لگاتا رہا، ایک راہ گیر نے فون اٹھایا اور یہ دردناک خبر دی کہ گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے، دوست پور سے تقریباً ۱۰ر کلومیٹر پہلے یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ مولانا عبدالحکیم صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے فوراً منیجر صاحب کے پاس فون کر دیا۔

منیجر صاحب نے جائے حادثہ سے قریب رہنے والے کچھ لڑکوں کو حالات کا اندازہ کرنے کے لیے دوڑا دیا، اور خود بھی ماسٹر محمد قمر خان (استاذ دارالعلوم مدینۃ العربیہ) کو لے کر پہنچے تھے، ان کے پہنچنے سے

پہلے ہی پولیس والوں نے سب کو ہاسپٹل پہنچا دیا تھا، لیکن منیجر صاحب کو تمام تر حادثات کی خبر ہو چکی تھی، انھوں نے وہاں بکھرا تمام سامان اکٹھا کیا، گاڑی میں ڈالا اور اکھنڈ نگر بلاک ہاسپٹل میں چلے آئے۔

کچھ دیر بعد ہاسپٹل میں جب ہنگامہ کچھ کم ہوا، تو منیجر صاحب نے مجھے حضرت شیخ الحدیث صاحب کے پاس مدرسہ میں بھیج دیا۔

✧✧✧

حضرت ڈاکٹر صاحب کی بذلہ سنجی: مسکراہٹ وہ بھی اتنی ہلکی کہ صرف غور سے دیکھنے والا ہی جان پاتا، اسی مسکراہٹ کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کبھی کبھی مجلسِ یاراں میں اس طرح بذلہ سنجی فرماتے تھے کہ مجلس زعفران زار ہو جاتی تھی۔

میرے عزیز مولانا سفیان صاحب (دار العلوم مدینۃ العربیہ) بیان کرتے ہیں: ”ہم لوگ حضرت کے پاس ”عربی انشا“ پڑھتے تھے، میری جماعت میں ایک طالب علم تھا، جو پتہ نہیں کہاں سے کھوج کھوج کے عربی لاتا تھا، وہ بھی ایسی عربی کہ لغت بھی جواب دے دے، حضرت نے ایک دن دیکھا، دو دن دیکھا، تیسرے دن جیسے ہی اس طالب علم کو کاپی دکھانے کا نمبر آیا، حضرت نے کاپی اور قلم اٹھایا اور بڑی سنجیدگی کے ساتھ فرمانے لگے: ہاں بھائی! آپ اپنی عربی بتا دیں اور میں کاپی میں لکھ لوں، بعد میں یہ بہت کام آئیں گی، کہاں ملے گی ایسی عربی!“۔ حضرت نے اسے ایسے انداز میں کہا تھا کہ پوری جماعت اپنی ہنسی روکنے میں ناکام رہی۔

✧✧✧

اگلے دن ۵/دسمبر کو میں مدرسہ چلا آیا، بڑی بھیانک تھی وہ رات، خدا خدا کر کے کٹی، اگلا دن اتوار کا دن تھا، عام خیال یہ تھا کہ اس دن پوسٹ مارٹم ہونا بہت مشکل ہے، مگر مدرسہ انتظامیہ اور بالخصوص منیجر محمد اصغر خان اور ان کے ہم نواؤں کی محنت رنگ لائی اور دو پہر ایک بجے سے پہلے ہی پوری کارروائی مکمل ہو گئی۔

جب سے یہ حادثہ ہوا، کئی لوگوں نے مجھ سے اس بارے میں کچھ لکھ کر سوشل میڈیا پر ڈالنے کے لیے کہا اور میں بھی کچھ لکھنا چاہتا تھا مگر ذہن جیسے منجمد ہو گیا تھا، کچھ لکھ ہی نہیں پا رہا تھا، آخر کار جب یہ اطلاع آئی کہ سلطان پور میں پوسٹ مارٹم کی کارروائی مکمل ہو گئی ہے تو حضرت شیخ الحدیث صاحب نے

سوشل میڈیا کے ذریعہ نماز جنازہ کے وقت کی اطلاع دینے کے لیے مجھے حکم دیا، میں لکھنے بیٹھا اور اطلاع نامہ کے طور پر پورا ایک صفحہ لکھ ڈالا، قلب و دماغ میں اس طرح سے ہنگامہ برپا تھا کہ فرق ہی نہیں کر پایا کہ مجھے اطلاع دینی ہے، شخصیت کا خاکہ تیار نہیں کرنا ہے، پورا پیج لے کر حضرت کی بارگاہ میں گیا تو حضرت نے پورا کاٹ چھانٹ کر اسے اطلاع نامہ بنایا، جس کا مضمون درج ذیل تھا:

”ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی کی نماز جنازہ کا وقت: ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی، صدر المدرسین دار العلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور کی نماز جنازہ دوست پور میں آج 1:30 بجے دن میں اور گھوسی قصبہ خاص آستانہ خواجہ محمود بہرنگ میں بعد نماز عشاء 8:30 بجے ہوگی۔ اور یہیں تدفین ہوگی۔

فروغ احمد اعظمی

شیخ الحدیث دار العلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور“

✧✧✧

تعلیم و تعلم سے غیر معمولی شغف اور وقت کی قدر:

ڈاکٹر صاحب کا کام صرف کام کرنا تھا، اکثر اوقات خود کو مصروف رکھ کر مدرسے کا اکثر کام کر لیا کرتے تھے، میں جب یہاں آیا تو مجھے اس بات پر حیرت ہوتی کہ حضرت پرنسپل صاحب تو کلرک ورک کا بہت بڑا حصہ خود ہی نپٹائے رہتے ہیں، میں نے ایک دن ان کی محنت و مصروفیت کو دیکھتے ہوئے کہا کہ حضرت کچھ کام مجھے دے دیا کریں، تنہا پریشان رہتے ہیں، حضرت نے فرمایا تھا: نہیں بھئی! اپنا کام کرنے میں پریشانی کی کیا بات ہے، جہاں ضرورت ہوگی تو ضرور مدد لوں گا، بہر حال آپ طلبہ کی پڑھائی لکھائی کی نگرانی کر لیا کریں۔

لکھنا پڑھنا حضرت کا اوڑھنا بچھونا تھا، جب بھی گھر جاتے عام طور پر لائبریری کے لیے ایک دو کارٹون کتابیں لاتے اور جو نئی کتاب پسند آتی اس کا جستہ جستہ یا بالاستیعاب مطالعہ ضرور کرتے، زیر مطالعہ کتاب حضرت کے تکیے کے بغل میں رہتی تھی، کتاب کی ضخامت کے اعتبار سے ہفتے دو ہفتے میں کتاب بدل جاتی، یعنی رات میں سونے سے پہلے کتاب کا مطالعہ کیا کرتے تھے، آخری کتاب جو میں نے حضرت کے تکیے کے بغل میں دیکھی وہ ”علامہ محمد احمد مصباحی: احوال و افکار“ (مولفہ: مولانا توفیق احسن برکاتی) تھی۔

پڑھانے میں دلچسپی بھی قابل رشک تھی، پرنسپلی بجائے خود ایک بہت بھاری ذمہ داری ہے، مزید برآں طلبہ کا پورا ریکارڈ درست رکھنے کے ساتھ دیگر اساتذہ کے برابر خود بھی گھنٹیاں لیتے تھے... ایک مرتبہ میں گھنٹی سیٹ کر کے حضرت کے پاس لے گیا، دیگر اساتذہ کے پاس سات گھنٹیاں تھیں، اور حضرت کے پاس چھ گھنٹی تھی، حضرت نے کہا: میرے پاس صرف چھ گھنٹی ہے؟ میں نے کہا: حضرت! آفس کا لوڈ دیکھتے ہوئے آپ کے پاس صرف چار گھنٹی ہونی چاہیے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: ”نہیں، یار! یہ تو بہت کم ہو جائیں گی، چلئے چھ ہی ٹھیک ہے۔

مدرسے کی ذمہ داریوں کی وجہ سے گھر بھی بہت کم جاتے تھے اور کافی دنوں بعد اگر جاتے تھے تو عام طور پر سنیچر کو واپس آجاتے تھے، جس دن گھر جانا ہوتا تو طلبہ کو بلا کر اپنی تمام گھنٹیاں قبل از وقت پڑھا دیتے، پھر وضو کرتے اور نماز ظہر ادا کرنے کے بعد ہی اپنا چھوٹا بیگ کندھے پر لٹکائے، پیدل ہی ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف چل پڑتے۔

ہمارے عزیز مولوی ذیشان احمد (متعلم دار العلوم مدینۃ العربیہ) کے بیان کے مطابق: حضرت کا یہی معمول اس سفر میں بھی تھا جس کے بعد مدرسہ واپس نہیں آپائے تھے، حضرت نے ہماری جماعت والوں کو یہ کہتے ہوئے بلایا تھا کہ گھر جانا ہے آکر پڑھ لو، حضرت نے ہماری جماعت کو مدارک التنزیل میں سورہ کہف، آیت نمبر ۱۰۱ (الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا [ترجمہ] وہ جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا تھا اور حق بات سن نہ سکتے تھے) کا درس دیا۔۔۔یہی درس حضرت کا آخری درس ثابت ہوا اور ہم لوگ آخری شاگرد۔

✧✧✧

تقریباً 12:30 بجے، ایمبولینس کا خوفناک سائرن مدرسے میں گونجا، جنازہ سلطان پور سے مدرسہ پہنچ چکا تھا، بڑا غم ناک منظر تھا، غسل و کفن کے لیے پورا انتظام پہلے ہی سے مکمل تھا، حضرت مولانا اشتیاق احمد، مولانا محمد سفیان، مولانا شیخ تعبیر احمد، متعلم محمد ذیشان اور حافظ محمد شعیب نے غسل و کفن دیا اور ان کے ساتھ حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی، مولانا عبد الرشید برکاتی، مفتی شاہ عالم قادری اور دیگر ذمہ داروں نے بھی غسل و کفن دینے میں شرکت کی۔

پھر تقریباً 1:30 بجے نماز جنازہ کے لیے صفیں درست کی جانے لگیں، علما، طلبہ اور عوام الناس کا جمّ غفیر جمع ہو چکا تھا اور سب کے اندر ایک طوفان غم ہچکولے لے رہا تھا، آنسوؤں کا دریا بس چھلکنے کا بہانہ

ڈھونڈ رہا تھا اور اسے بہانہ مل بھی گیا، مولانا محمد سعید نورانی نے لوگوں کے سامنے حضرت کے کچھ فضائل و خصائل بیان کیے، اور بیان کرتے کرتے ان کے بھی صبر کا باندھ ٹوٹ گیا اور لوگوں کے بھی، نماز جنازہ میں شریک اکثر لوگ زار و قطار رو پڑے۔

2:00 بجے کے قریب دار العلوم مدینۃ العربیہ کے وسیع صحن میں نماز جنازہ ادا کی گئی، پھر جنازہ لے کر تیرہ گاڑیوں کا قافلہ ڈاکٹر شکیل احمد علیہ الرحمہ کے وطن مالوف گھوسی کی طرف چل پڑا۔

✧✧✧

دوست پور میں جنازے کی نماز حضرت مولانا عبد الرشید برکاتی (نائب صدر المدرسین دار العلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور) نے پڑھائی تھی، مولانا عبد الرشید صاحب کا یہ حال ہے کہ آج چار مہینہ گزر جانے کے بعد بھی اگر ڈاکٹر صاحب کا تذکرہ آجاتا ہے تو ان کی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں، آواز بھرّا جاتی ہے، دونوں میں بہت اچھی بنتی تھی، حضرت ڈاکٹر صاحب کسی کے سامنے اپنی پریشانیوں کو ظاہر نہیں کرتے تھے اور جن کے سامنے کچھ کھلتے بھی تھے، ان میں مولانا عبد الرشید برکاتی ایک تھے۔

مولانا عبد الرشید برکاتی صاحب نے ایک مجلسی گفتگو میں مجھ سے بیان کیا کہ:

”مولانا صاحب! اتفاق دیکھیے کہ ڈاکٹر شکیل احمد صاحب نے جب صدر المدرسین کی حیثیت سے پہلے پہل مدرسے میں قدم رکھا تو سب سے پہلے مجھ سے ہی ملاقات ہوئی اور ۲ دسمبر کو مدرسہ سے گھر جانے لگے تو آخری ملاقاتی میں ہی تھا۔۔۔اب تک بہتوں کو دیکھا مگر حضرت کو ہر اعتبار سے انفرادی شان کا حامل پایا، ان کے جانے کے بعد میں خود اپنی زندگی میں خلا محسوس کر رہا ہوں، اللہ انھیں جنت مکانی بنائے۔۔آمین!“

حضرت ڈاکٹر صاحب کے اس طرح چلے جانے سے ایک جہان بے چین و بے قرار تھا مگر دو لوگ سیکڑوں میل دور ممبئی میں ماہیِ بے آب کی مانند تڑپ رہے تھے، ان میں ایک ادارے کے سربراہِ اعلیٰ عالی جناب محمد علی خان تھے دوسرے ادارے کے سینئر استاذ حضرت مولانا محمد نعیم نورانی جو بغرض علاج ممبئی گئے تھے۔

سربراہِ اعلیٰ صاحب تو بذریعہ ہوائی جہاز گھوسی پہنچ گئے مگر حضرت مولانا محمد نعیم صاحب نہیں پہنچ پائے، چوں کہ وہ حادثے سے پہلے ہی ٹرین میں بیٹھ چکے تھے، اس لیے جلدی پہنچ جانے کی کوئی صورت

نہیں بن پائی۔

میں نے ان دونوں حضرات کو حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی سے فون پر بات کرتے ہوئے سنا تھا، بات کیا کر رہے تھے؟ کچھ کہہ ہی نہیں پا رہے تھے، صرف رو رہے تھے، ان کی بے چینی صاف دیکھی جا سکتی تھی۔

✧✧✧

گھوسی میں بھی سیکڑوں لوگ جنازہ میں شریک ہوئے، حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور پھر علم وفضل، تقویٰ وطہارت اور اخلاق وکردار کے اس پیکر کو خواجہ محمود بہرنگ رحمۃ اللہ علیہ کے قرب میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

✧✧✧

تین دن بعد جب مدرسہ میں پڑھائی شروع ہوئی، پہلی گھنٹی میں طلبہ آئے، کچھ دیر تک چپ چاپ بیٹھا رہا، پھر نگاہیں کتاب پر جمائے، شیخ ابراہیم ذوقؔ کے یہ مشہور اشعار پڑھے۔

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے　　اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے

دنیا نے کس کا راہِ فنا میں دیا ہے ساتھ　　تم بھی چلے چلو یوں ہی جب تک چلی چلے

"دارالعلوم مدینۃ العربیہ کا ایک عہد رخصت ہوا۔ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی کا عہد۔۔۔اللہ رب العزت ادارے کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین!"

غلام سید علی علیمی

دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، ضلع سلطان پور

۵رشعبان المعظم ۱۴۴۳ھ/ ۹رمارچ ۲۰۲۲ء

✦✦✦

کیا بھولوں! کیا یاد کروں!

(کچھ یادیں کچھ باتیں)

مولانا افتخار احمد خان علیمی نظامی

رہنے کو سدا دہر میں آتا نہیں کوئی　　تم جیسے گئے ایسے بھی جاتا نہیں کوئی

موت بجائے خود ایک حادثہ ہے، اور حادثاتی موت اس سے بھی بڑا حادثہ ہے، ۲۹ر ربیع الغوث ۱۴۴۳ھ مطابق 4 دسمبر 2021ء بروز شنبہ، شام کو میرے انتہائی شفیق ومہربان دوست حضرت مولانا محمد ابوالوفا رضوی بھیروی استاذ دارالعلوم اہلسنّت حق الاسلام لال گنج بازار، بستی کا فون آیا، آپ نے استاذ گرامی وقار، نازش علم وفن، ادیب شہیر حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی دامت برکاتہم العالیہ کا رابطہ نمبر دریافت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ کے ساتھ شاید کوئی حادثہ ہو گیا ہے، میں نے فوراً اپنے ہم عصر وعزیز دوست حضرت مولانا غلام سید علی علیمی علیگ استاذ دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سے رابطہ کیا تو حقیقت حال سے آگاہی ہوئی کہ میرے بڑے ہی دیرینہ کرم فرما محسن، حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی علیہ الرحمہ گھر سے مدرسہ جاتے ہوئے ایک دردناک سڑک حادثے کا شکار ہو کر جام شہادت نوش کر کے ہمیں داغ مفارقت دے گئے، خبر ملتے ہی کچھ دیر کے لیے ذہن ودماغ ساکت ہو گیا، اور نگاہوں کے آئینے دھندلے ہو گئے، آپ کے حسن اخلاق کی ضیا پاشیاں، دلجوئی، علم دوستی، خردہ نوازی وکرم فرمائیاں رہ رہ کے نہاں خانۂ دل پر منقش ہونے لگیں، پیکرِ اخلاص واخلاق کا مجسمہ بشری نگاہوں کے سامنے رقصاں ہو گیا، آپ کا ہنستا مسکراتا چہرہ کسی صورت نگاہوں سے اوجھل ہی نہیں ہوتا، سچ کہا ہے کسی نے:۔

تشبیہ ترے چہرے کو کیا دوں گل تر سے　　ہوتا ہے شگفتہ مگر اتنا نہیں ہوتا

عجیب اضطرابی کیفیت طاری ہو گئی، نہ کھانے کو جی چاہتا، نہ سونے کو نیند آتی، نہ یاد ماضی سکون دیتی، نہ تشکیل فردا فرحت بخش ہوتی، نہ کوئی گفتگو دل پذیر ہوتی، غرضے کہ بمشکل تمام اپنے آپ کو سمجھاتے بجھاتے کسی طرح رات گزاری:۔

شبِ فراق تو کٹتی نظر نہیں آتی

خیالِ یار میں آؤ فراز سو جائیں

حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی علیہ الرحمہ عہد جوانی میں ہی پیرانہ سالی کا تجربہ رکھتے تھے اور اپنے عظیم کارناموں کی وجہ سے بہت ہی کم عمر میں ''شخص'' کی حدوں سے اوپر اٹھ کر ''شخصیت'' کی منزل میں داخل ہو چکے تھے، بلاشبہہ آپ جماعت اہل سنّت کی ایک قدآور شخصیت تھے، بلکہ فقط شخصیت ہی نہیں شخصیت گر بھی تھے، رب کریم نے آپ کو شخصیت سازی کا عظیم ملکہ عطا کیا تھا، بے وقعت ذروں کو رشکِ آفتاب و ماہتاب بنانے کا ہنر آپ کو بخوبی آتا تھا، آپ کی نگاہِ کیمیا اثر نے نہ جانے کتنے خاک نشینوں کو ہم دوشِ ثریا کر دیا، حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ اعلیٰ انسانی اقدار کے بھی پاس دار تھے اور ارباب علم وفضل کے درمیان ایک باصلاحیت مدرس، ژرف نگاہ محقق، ذی استعداد ادیب، بلند پایہ نقیب اور قادر الکلام شاعر کی حیثیت سے اپنی مستحکم شناخت رکھتے تھے، طبیعت میں انکساری کا عنصر نمایاں تھا، آپ سے جب بھی ملاقات ہوتی یہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ مَیں چھوٹا ہوں اور آپ بڑے ہیں جب کہ رب کریم نے آپ کو خاص فضل وکمال سے نوازا تھا، چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا ادب آپ کا امتیازی وصف تھا، حلقۂ یاراں میں ''بریشم کی طرح نرم'' تھے، اور رزم گاہ حق وباطل میں آپ کی فولادی شان دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی، ذاتی مجلسوں کو اپنی نکتہ سنجی کے ذریعہ زعفران زار بنا دیتے تھے، جدید اور کلاسیکی اردو ادب پر گہری نگاہ رکھتے تھے، آپ نے نثر ونظم دونوں میں طبع آزمائی کی، آپ کی تحریریں باعتبارِ کمیت خوب اور باعتبارِ کیفیت خوب تر ہیں۔ آپ کے درجنوں مضامین مختلف رسائل وجرائد کی زینت بنے، خود میں نے اپنے مادر علمی ''دار العلوم علیمیہ'' جمدا شاہی بستی کے علمی وادبی ترجمان ماہ نامہ ''پیام حرم'' میں آپ کے متعدد مضامین دیکھے اور پڑھے ہیں، مزید براں آپ کے گراں قدر تبصرے راقم الحروف کی نظر سے گزرے ہیں، ان سب تحریروں میں جو چیز قدرِ مشترک کی حیثیت رکھتی ہے وہ ہے ڈاکٹر صاحب قبلہ کا منفرد ادبی اسلوب اور جداگانہ طرز نگارش۔ نثر کے ساتھ ساتھ آپ نے نظم کی بھی مختلف اصناف میں اپنی جولانی طبع کے جوہر دکھائے ہیں، نظم نگاری کے میدان میں آپ کی ادبیت اپنے نقطۂ عروج پر نظر آتی ہے، حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ کے کلام میں مجموعی طور پر نعت ومنقبت کے علاوہ غزل اور دیگر اصناف کا بھی معتد بہ حصہ ہے، آپ کی شاعری جذبات اور احساسات کی شاعری ہے، شاعری میں ساحری کے فن سے بخوبی واقف تھے، گرے پڑے لفظوں کے نوک و پلک سنوار کر انھیں محترم بنانے کا ہنر کوئی آپ سے سیکھے، بالکل روایتی شاعری کرنے اور ادب کے معاملے میں مکمل طور پر

لکیر کا فقیر بننے کے بجائے الفاظ کے توسط سے معانی کی تہوں میں اتر کر نئی تراکیب اور انوکھی تشبیہات وکنایات اور استعارات وتلمیحات تلاش کرنا آپ کا خاصہ تھا، آپ کے اشعار میں الفاظ کی نشست و برخاست، تراکیب کی چستی اور مضمون آفرینی لائق دید وداد ہے۔ غرضے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ کی ذات عطر مجموعہ کی طرح تھی، جس میں علم وفضل کا ایک جہان آباد تھا۔

حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ سے میری شناسائی کب اور کیسے ہوئی اس حوالے سے عرض ہے کہ کم وبیش ۲۲ رسال پہلے مَیں مدرسہ عربیہ اہلسنّت اشرف العلوم، اشرف نگر ڈیوہاری ضلع بستی میں زیر تعلیم تھا، حضرت حافظ وقاری اقبال احمد صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہٗ دینی خدمات پر مامور تھے، چند ماہ آپ کے زیر سایہ رہا، بعد میں آپ جامعہ حنفیہ، شہر بستی بغرض تدریس تشریف لے آئے اور مَیں کم وبیش ایک سال کا عرصہ وہاں (ڈیوہاری، بستی) گذار کر ''دار العلوم علیمیہ'' جمدا شاہی بستی کے اُس وقت کے ایک ہونہار اور جفاکش طالب علم مولانا محب احمد قادری علیمی صاحب قبلہ (جو کہ فی الوقت وہاں کے ایک مؤقر استاذ ہیں اور ناچیز نے بھی کچھ کتابیں آپ سے پڑھی ہیں، تصنیف وتالیف میں بھی آپ کی نمایاں خدمات ہیں، لکھنے پڑھنے سے کافی شغف رکھتے ہیں۔ **اللّٰھم زد فزد**) کے مشورے اور سرپرستی میں ''دار العلوم علیمیہ'' جمدا شاہی، بستی چلا گیا، استاذ وشاگرد کا ایک مضبوط تعلق تھا جس کی بنیاد پر حضرت حافظ وقاری اقبال احمد صاحب قبلہ **برد اللہ مضجعہ** سے بغرض ملاقات جامعہ حنفیہ شہر بستی بھی آنا جانا رہتا تھا، آپ ہی کے ذریعہ میری ملاقات، پیکر اخلاص ومحبت، محبوب العلما والعوام، حضرت مولانا ریاض احمد برکاتی صاحب قبلہ شیخ الحدیث جامعہ حنفیہ، رحمت گنج، شہر بستی سے ہوئی، اور تبھی سے آپ کی مشفقانہ روش میرے لیے مشعل راہ کا کام کرتی رہتی ہے، حضرت حافظ وقاری اقبال احمد صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہٗ کچھ دنوں بعد جامعہ حنفیہ بستی سے دار العلوم اہلسنّت برکات آل مصطفےٰ، جھیاؤں کلاں ضلع بستی اور پھر وہاں سے ''دار العلوم برکاتیہ مؤید الاسلام'' قصبہ مگہر ضلع سنت کبیر نگر بغرض تدریس تشریف لے گئے اور بعد میں کچھ نامساعد حالات کے پیش نظر دار العلوم برکاتیہ، مگہر سے مستعفی ہو کر اسے خیر باد کہہ دیا اور اپنے آبائی وطن چلے گئے، وہیں پر آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ (**انا للہ وانا الیہ راجعون**) اللہ رب العزت آپ کے فیضان سے مجھ ناکارہ کو فیضیاب فرمائے اور آپ کے صغائر وکبائر کو درگذر فرما کر آپ کو رحمتوں سے نوازے۔ آمین!

اس کے بعد سے جامعہ حنفیہ اکثر آنا جانا ہوتا رہتا، جمد اشاہی سے گھر آنے جانے میں شہر بستی ہی درمیانی پڑاؤ ہوا کرتا تھا اور اکثر حضرت شیخ الحدیث صاحب قبلہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہتا، اسی زمانے میں حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی علیہ الرحمہ بھی جامعہ حنفیہ، بستی میں تدریسی خدمات انجام دینے کے لیے مامور ہوئے تھے، اس لیے آتے جاتے ان کی شخصیت سے بھی کچھ آشنائی ہونے لگی، گاہے بہ گاہے دعا سلام بھی ہونے لگا، اور یوں دھیرے دھیرے حضرت سے بھی کچھ رسم وراہ ہوگئی۔ پھر کیا تھا مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی، حضرت کے الفاظ کیا ہوتے تھے گویا لبوں سے پھول جھڑتے تھے، جن کی خوشبو سے دل ودماغ معطر ہوتے تھے، لب ولہجہ میں ایسی حلاوت وشیرینی تھی جو کانوں کے راستے روح کی گہرائیوں میں اترتی چلی جاتی تھی۔ اس کے بعد امتداد وقت کے ساتھ میرے تعلقات حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ سے مزید استوار ہوتے چلے گئے۔

میں دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی میں ابتدائی جماعت کا طالب علم تھا، تبھی ایک بار حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ تقریری امتحان لینے کے لیے بلائے گئے، میری جماعت کی بھی ایک کتاب کا تقریری امتحان آپ نے لیا، یوں تعلقات کی ڈور مزید مضبوط ہوگئی۔ اور چوں کہ کسب معاش کے سلسلہ میں مَیں نے بستی شہر کو منتخب کرلیا بنابریں شہر میں ہونے کی وجہ سے بہت سارے لوگوں سے ملاقات ہوتی رہتی ہے، اس لیے حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ سے بھی گاہے بہ گاہے ملاقات ہوتی رہی، نجی ملاقاتوں میں اکثر مجھے نصیحت بھی کرتے، اور بہت سارے معاملات میں مشورہ بھی دیتے، کچھ عرصہ بعد حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ جامعہ حنفیہ بستی سے ”دارالعلوم اہلسنّت حق الاسلام“ لال گنج بازار ضلع بستی بحیثیت صدرالمدرسین تشریف لے گئے پھر وہاں سے دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور ضلع سلطان پور، یوپی، بھی بحیثیت صدرالمدرسین ہی تشریف لے گئے، مگر کبھی بھی رابطے میں کمزوری نہیں پیدا ہوئی، اور نہ ہی کبھی ذہن ودماغ میں کوئی کبیدگی آئی بلکہ اخیر وقت تک تعلقات بدستور استوار رہے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ سے میری ملاقات ابھی چند ماہ پیشتر دیارِ مخدوم سمناں کچھوچھہ مقدسہ میں ہوئی تھی، میرے ساتھ میرے ایک مخلص ساتھی اختر بھائی (ساکن: پچھمن پور ضلع بستی) بھی تھے، ہم لوگوں نے ایک ہوٹل پر بیٹھ کر کچھ کھا کر چائے پی اور دیر تک (تقریباً گھنٹہ بھر یا کچھ زائد) مختلف موضوعات پر تبادلۂ خیال ہوتا رہا، کچھ علمی واصلاحی باتیں بھی ہوئیں، میں نے ”حیات طیبہ“ نامی کتاب

کا ذکر کیا تو حضرت نے فرمایا کہ اب یہاں سے تو گھر جا رہا ہوں بعدۂ مدرسہ جاؤں گا آپ مجھے بعد میں یاد دلا دیں مَیں ان شاءاللہ اس کتاب کی پی۔ڈی۔ایف۔ کاپی آپ کو بھیج دوں گا۔

خیر! روز وشب گزرتے رہے، کسب معاش کی مشغولیت مانع رہی، میری حرماں نصیبی کہ میں آپ سے پھر رابطہ نہ کرسکا، مگر کیا خبر! کہ آپ سے میری یہ آخری ملاقات ہے، آپ اتنی جلدی اس دارفانی کو چھوڑ کر دار جاودانی کی طرف کوچ کر جائیں گے، فقط اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ: ؎

مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ

اب حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ ہمارے درمیان نہیں رہے، مگر آپ کی یادوں کے تابندہ نقوش ہمیشہ لوح دل پر جگمگاتے رہیں گے، آپ کی وفات حسرت آیات سے جماعتی سطح پر جو نقصان ہوا وہ تو سب پر عیاں ہے، مگر ذاتی طور پر میں اپنے ایک مخلص، ناصح اور بہترین محسن سے محروم ہوگیا۔ رب کریم حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ کی خدمات کو قبول فرمائے، اور ان کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، نیز جماعت اہل سنت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، اُن کے متعلقین ومحبین کو اُن کے حق میں دعائے خیر کی توفیق بخشے، اُن کی آل اولاد کو اُن کی علمی ودینی وراثت کو سنبھالنے اور اُسے صفحۂ ہستی پر قائم ودائم رکھنے کی قوت عطا فرمائے۔ آمین! بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

مثل انوار سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

فقط

سوگوار : افتخار احمد خان علیمی نظامی
مقیم حال: شہر بستی۔ متوطن: پگار ضلع بستی
سابق استاذ درجۂ عالیہ دارالعلوم اہلسنّت تدریس الاسلام بسڈیلہ ضلع سنت کبیر نگر، یوپی
مورخہ: ۲۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ مطابق ۳۱ر دسمبر ۲۰۲۱ء بروز جمعہ مبارکہ

◆◆◆

میرے تاثرات

مولانا محمد راشد رضا امجدی

"**موتُ العالِمِ موتُ العالَم**" ایک عالم دین کی موت پورے عالم کی موت ہے۔

دنیا میں جو بھی آیا ہے جانے کے لیے آیا ہے ان جانے والوں میں کچھ تو ایسے ہوتے ہیں جن کے جانے کا غم صرف ان کے گھر والوں اور اہل خاندان کو ہوتا ہے اور کچھ ایسے حضرات ہوتے ہیں کہ جن کے جانے کا غم پورے علاقے اور پوری بستی والوں کو ہوتا ہے، لیکن انہیں میں کچھ ایسے حضرات بھی ہوا کرتے ہیں کہ جن کے جانے کا غم صرف ان کے گھر والوں یا اہل علاقہ ہی کو نہیں بلکہ پورے ملک اور عالم اسلام کو ہوا کرتا ہے، ایسے ہی جانے والوں میں حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ کی ذات تھی کہ جن کی حادثاتی موت کا غم ملکی سطح پر نظر آیا۔

موت عالم سے بندھی ہے موت عالم بے گماں
روحِ عالم چل دیا عالم کو مردہ چھوڑ کر

حضرت علامہ کی حادثاتی موت کی خبر سنتے ہی دل دہل گیا، کلیجہ منہ کو آ گیا، دل یقین کرنے کو تیار نہ ہوا کہ ابھی تو آپ جوان تھے، آپ کے بہت سارے علمی کارنامے ادھورے تھے، جن کو ابھی پورا کرنا باقی تھا، مگر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔

جب حضرت علامہ کا جنازہ اٹھا تو ہر آنکھ اشکبار تھی، ہر دل کرب کی اذیت سے دو چار تھا، ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ حضرت اپنے سوگواروں سے فرما رہے ہیں کہ

مرے جنازے پہ رونے والو! فریب میں ہو، بغور دیکھو
مرا نہیں ہوں غم نبی میں لباس ہستی بدل گیا ہوں

حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی جماعت اہل سنت کی عظیم علمی درسگاہ دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور میں بحیثیت پرنسپل اپنی خدمات انجام دے رہے تھے، آپ بیک وقت ایک عظیم عالم دین، ماہر قلم کار اور ایک بہترین ادیب وشاعر تھے، آپ کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے اور ساتھ ہی ساتھ بڑے سے بڑے جلسوں میں نظامت کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیا کرتے تھے، آپ کی نظامت کی

بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ بہترین اشعار کے ساتھ ساتھ بہت قیمتی الفاظ کا استعمال کرتے تھے۔ اللہ رب العالمین نے آپ کو کئی علوم میں مہارت تامہ عطا فرمائی تھی، آپ بڑے سنجیدہ مزاج، نرم دل، خرد نواز اور حسن اخلاق کا پیکر تھے۔ اکثر فقیر کی ملاقات حضرت سے ہوتی، بڑی ہی محبت کے ساتھ پیش آتے اور حال واحوال دریافت فرماتے، کئی بار حضرت کی موجودگی میں مجھ فقیر کو نظامت کرنے کا موقع میسر ہوا، آپ میری نظامت سے کافی خوش ہوتے اور دعاؤں سے نوازتے۔ آہ! وہ کرم فرمائیاں اب بہت یاد آتی ہیں۔

حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ کی زندگی میں بڑی سادگی نظر آتی تھی، آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے اور آپ نے اپنی پوری زندگی خدمت دین کے لیے وقف کر دی تھی۔ جب بھی آپ دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سے اپنے آبائی وطن گھوسی تشریف لاتے تو یہاں پر بھی اپنے قیمتی اوقات کو دینی کاموں میں ہی صرف فرماتے۔

جب آپ گھوسی آتے تو میں نے دیکھا کہ اکثر کمال بک ڈپو پر بیٹھ کر گھنٹوں تک کچھ اہم کتابوں کا مطالعہ کرتے اور گھوسی کے اکابر علمائے کرام کی صحبت میں رہا کرتے اور اکتساب فیض فرماتے۔ اللہ رب العزت نے آپ کی آواز میں بڑی چاشنی عطا فرمائی تھی جب امامت کرتے تو مقتدی آپ کی خوش الحانی سے جھوم جایا کرتے تھے۔

حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ ایک بہترین عالم دین تو تھے ہی مگر ساتھ ہی ساتھ ایک بہترین خطیب بھی تھے، بڑے ہی خوبصورت انداز میں آپ خطاب فرماتے تھے، عوام کے ساتھ ساتھ علما بھی آپ کے خطاب نایاب سے محظوظ ہوا کرتے تھے۔

رب قدیر آپ کے تمام علمی ودینی کارناموں کو شرف قبولیت سے نوازے اور ان کا بہترین اجر عطا فرمائے۔

محمد راشد رضا امجدی
استاذ دار العلوم خواجہ غریب نواز (المعروف کے۔ جی۔ این علوم)
مانک پور اسنا گھوسی ضلع مئو

◆◆◆

علامہ شکیل احمد اعظمی...ایک مخلص وبامروت دوست

مولانا رضوان عالم شمسی، رتنا گیری مہاراشٹر

ہندوستان میں سرزمین گھوسی وہ مشہور ومعروف، روشن وتابناک مردم خیز خطہ ہے، جس نے بے شمار نامور افراد کو جنم دیا ہے، جس سرزمین کی کوکھ سے ایسی عبقری ہستیاں اور شخصیتیں منصہ شہود پر جلوہ گر ہوتی رہی ہیں، جو ابر باراں بن کر چار دانگ عالم کو اپنے علمی اور روحانی فیضان سے سیراب کرتی رہیں، درس وتدریس سے لے کر منبر ومحراب تک اور تصنیف وتالیف سے لے کر سیاست واقتدار تک ہر میدان میں اپنی صلاحیتوں اور لیاقتوں کا لوہا منواتی رہیں یہی وجہ ہے کہ اہل جہان اس مرکز علم وفن کو مدینۃ العلما کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔

اسی مقدس سرزمین پر صدر الشریعہ، شیخ العلما، شارح بخاری، بدر العلما اور محدث کبیر جیسی عبقری شخصیتوں نے جنم لیا ہے، جماعت اہل سنّت پر جن کے بے شمار احسانات ہیں۔

اسی گلشن علم وفن کے ایک مہکتے ہوئے پھول حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی گھوسوی سابق صدر المدرسین مدینۃ العربیہ، دوست پور، سلطان پور بھی تھے، جو آفاقی فکر ونظر کے حامل، علم وعمل کی چلتی پھرتی تصویر، عزم مصمم، سعی پیہم، اخلاص ووفا کے حسین پیکر، عمل وکردار کی جوئے رواں اور بے شمار فضائل وکمالات کے حامل تھے۔

ابھی ماضی قریب میں ہم نے مدینۃ العلما گھوسی شریف کی ایک عظیم اور قابل قدر علمی شخصیت کو کھویا ہے، جنہیں دنیا مفکر اسلام پیر طریقت علامہ بدر القادری بانی اسلامک اکیڈمی، ہالینڈ کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے جنہوں نے گھوسی کو دنیا کے مختلف ملکوں میں ایک دینی اور علمی کلچر والے خطے کے روپ میں متعارف کرایا اور اسلام وسنّیت کی بھرپور خدمت کی، ابھی ہم انہیں کی یادوں اور غموں میں گھرے ہوئے تھے کہ ایک بڑے حادثے نے ہمیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا یعنی حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی گھوسوی ایک سڑک حادثہ میں انتقال فرما گئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جماعت اہلسنّت اور خاص طور سے اہل گھوسی کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین!

اے خدا کشتیٔ امت کا نگہباں ✕ تو ہے — ہم نے جو کھو دیا اب اس کا بدل کیا ہوگا

حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی گھوسوی بے شمار خوبیوں کے حامل تھے اور خاص طور سے اخلاق ومروت جیسے عظیم وصف سے وہ سراپا لبریز تھے، آج سے تقریباً پچیس سال پہلے جب میں جامعہ شمس العلوم گھوسی میں زیر تعلیم تھا اس وقت سے میں انہیں جانتا ہوں اور فراغت کے بعد جب میں نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز مدرسہ رضویہ بدر العلوم قصبہ خاص گھوسی سے کیا تو دوستی اور قربت میں مزید اضافہ ہو گیا اس وقت مرتب کتاب مولانا محمد ابوالوفا رضوی اس مدرسہ کے صدر المدرسین تھے اور لگ بھگ آٹھ سال تک زمام صدارت سنبھالی چوں کہ ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ حضرت رضوی صاحب کے دوستوں میں سے تھے اور اسی جگہ کے رہنے والے بھی تھے اس لیے جب وہ گھر آتے تو مدرسہ رضویہ بدر العلوم بھی تشریف لاتے اور مولانا رضوی کے ساتھ سارے اساتذہ اور ذمہ داران ادارہ بڑی توقیر کے ساتھ ملاقات کرتے بعد میں اس ادارے کا ناظم تعلیمات بھی آپ کو بنا دیا گیا اس طرح میری ان کی ملاقاتیں ہوتی رہیں اور زندگی کے آخری ایام تک وہ ایک مخلص دوست کی طرح تصنیف وتالیف، مضمون نگاری اور نعتیہ شاعری ودیگر علمی ودینی معاملات میں میری مدد اور رہنمائی فرماتے رہے، میرے خیال میں علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی گھوسوی کے انتقال سے ذاتی طور پر جتنا علمی نقصان میرا ہوا شاید کسی دوسرے کا ہوا ہوگا، مجھے جب مذکورہ معاملات میں سے کسی معاملہ میں مشکل مرحلہ درپیش ہوتا تو میں فوراً ان سے رابطہ کرتا اور وہ کما حقہ میری رہنمائی ضرور فرماتے۔

میں نے اپنی پہلی کتاب 'کوزہ میں سمندر' پر کچھ لکھنے کو کہا تو انہوں نے فوراً ایک وقیع مقدمہ لکھ کر مجھے عنایت کی اور اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازا، ابھی انتقال سے غالباً آٹھ دس دن پہلے انہوں نے میری آنے والی کتاب 'عشرہ مبشرہ حیات وواقعات' کے لیے ایک بہترین تحریر بعنوان 'کتاب اور صاحب کتاب' لکھ کر میرے واٹس ایپ پر ارسال فرمایا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، مگر افسوس کہ ۲۹ر ربیع الغوث ۱۴۴۳ھ مطابق ۴ر دسمبر ۲۰۲۱ء کو جماعت اہل سنّت کا یہ عظیم اسکالر اور بہترین محقق، لاجواب اناؤنسر اور باصلاحیت مدرس ہمیں داغ مفارقت دے گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

رضوان عالم شمسی

جامعہ امام احمد رضا، رتنا گیری مہاراشٹر/ المتوطن: حسین پور گھوسی، مئو

مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

مولانا محمد عبدالمجید محامد مصباحی

جان کرمن جملۂ خاصان میخانہ تجھے　　　حشر تک رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی نوراللہ تعالیٰ مرقدہ جیسی کثیر الجہات شخصیتیں برسوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ جن کے تابندہ نقوش بعد میں آنے والوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوتے ہیں اور جو اپنے کارہائے نمایاں کی بدولت لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ زندہ و تابندہ رہتے ہیں۔

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

مولانا شکیل اعظمی مصباحی ایک باصلاحیت فاضل، جواں سال اور بالغ نظر عالم، میدان تدریس کے شہ سوار اور متدین شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی تحریروں اور مقالہ جات سے یہ اندازہ لگانا کوئی مشکل امر نہیں کہ موصوف ایک بہترین قلم کار اور زبردست تصنیفی صلاحیت کے حامل تھے۔

جہاں آپ نے سینکڑوں طالبان علوم نبویہ کو علم نبوت و رسالت کا جام پلایا، وہیں آنے والی نسلوں کی رہبری و رہنمائی کے لیے تحریرات و تصنیفات کا اچھا خاصا ذخیرہ چھوڑا۔ خدا کرے وہ سب جلد اشاعت پذیر ہو جائیں۔

حدیث پاک میں ارشاد ہوتا ہے: **اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الا من ثلثۃ صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ**۔ ترجمہ: انسان جب مرجاتا ہے تو اس کے سارے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں۔ سوائے تین کے کہ مرنے کے بعد بھی وہ جاری رہتے ہیں ختم نہیں ہوتے ۱۔ صدقہ جاریہ ۲۔ نفع بخش علم ۳۔ نیک اولاد جو مرنے والے کے حق میں دعائے خیر کرے۔

اس حدیث پاک کی روشنی میں جب ہم ممدوح مکرم کی شخصیت کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی طرح نکھر کر سامنے آتی ہے کہ حضرت اعظمی صاحب اگرچہ اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ فرما گئے ہیں، لیکن آپ کے شاگردوں کے ذریعے تعلیم و تعلم کا سلسلہ جب تک جاری و ساری رہے گا اور آپ کی تصنیفات و تالیفات سے جب تک لوگ مستفید و مستفیض ہوتے رہیں گے، آپ کے درجات بلند سے بلند تر ہوتے رہیں گے اور ہمیں یہ محسوس پیغام دیتے رہیں گے کہ:

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا　　　جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

دنیا میں آنے جانے والوں اور زندگی بسر کرنے والوں کے درجات مختلف ہیں، لیکن وہ اصحاب درجہ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں، جن کی تعریف و توصیف میں خود قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے: **والذین اوتوا العلم درجٰت** علم والوں کے درجے بہت بلند ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: **قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون**۔ اے حبیب! فرمادو کیا عالم اور جاہل برابر ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ جو اہل علم ہیں وہ اللہ عزوجل کے نزدیک مرتبہ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں اور جوان میں علمائے ربانیین ہیں، ان کی عظمت و رفعت اور شان و شوکت کا کیا کہنا۔ یہی وہ حضرات ہیں، جو صحیح معنوں میں نائبین انبیا علیہم الصلوات والتسلیمات ہیں، قوم و ملت کی کشتی کے درحقیقت کھیون ہار یہی نفوس قدسیہ ہیں، جن کی تعداد اقل قلیل ہے۔ **کثر اللہ امثالھم**۔

عالم ہونے کے باوجود آج جلن، حسد، نام و نمود، خود پسندی، سمعہ وریاکاری، غیبت و چغل خوری، اور ایذا رسانی جیسی بے شمار فطری برائیاں ہمارے اندر گھر کر چکی ہیں اور ہمیں احساس تک نہیں کہ کس روش پر ہم گامزن ہیں، جس کا نتیجہ آئے دن ہمیں ،،خود کردہ را علاجے نیست،، کی شکل میں دیکھنے کو مل رہا ہے۔ پھر بھی سبق حاصل نہیں کرتے۔ اللہ کریم ہمیں عقل سلیم کے ساتھ ساتھ دینی سمجھ عطا فرمائے اور نفسانی برائیوں سے محفوظ فرما کر صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق خیر مرحمت فرمائے۔ آمین

جواں سال عالم ربانی ڈاکٹر شکیل اعظمی مصباحی علیہ الرحمہ ایسے تاریک ماحول اور نفسا نفسی کے عالم میں ایک زبردست علمی دیا اور روشن چراغ تھے جس کی لو کافی وسعت اختیار کرتی جارہی تھی، ہمیں اس چراغ کی ایک لمبے عرصے تک ضرورت تھی جس کی ضیاباریوں میں ہم خوب نہاتے، مگر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ کے تحت یہ چراغ علمی ہم سے چھن گیا اور اس کی تابانیوں سے ہم محروم ہو گئے۔ **الاسف کل الاسف**۔

اللہ پاک حضرت موصوف کو غریق رحمت فرما کر صدیقین کے ساتھ حشر فرمائے اور ان کے چھوڑے ہوئے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے اسباب مہیا فرمائے، آمین! یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

محمد عبدالمجید محامد مصباحی
استاذ جامع رفاقت اسلام آباد، پچوائی پور ضلع مظفر پور بہار

مولانا شکیل میری نظر میں

مولانا کمال احمد شمسی (کمال بک ڈپو) گھوسی

قصبہ گھوسی باعتبار علم معروف بستیوں میں سے ایک ہے، کئی صدیوں سے یہاں پر علما، خطبا، دانشوران قوم اور مشائخ موجود ہیں، دور قدیم کے بلند پایہ عالم دین حضرت مولانا غلام نقشبندان کے والد اور جدامجد کا شمار یہاں کی نامور ہستیوں میں ہوتا ہے، حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد صاحب اعظمی (قصبہ خاص) کا تعلق بھی اسی بستی سے ہے۔

۲۰۰۳ء میں گھوسی کے ایک عظیم بزرگ جلوشاہ بابا علیہ الرحمہ کے عرس کے موقع پر میں سامعین کے درمیان بزرگانِ دین کے داعیانہ افکار کے حوالے سے تقریر کر رہا تھا اور تبلیغی امور کی انجام دہی کے تعلق سے لوگوں کی ذہن سازی کر رہا تھا، بعد تقریر ڈاکٹر مولانا شکیل صاحب اعظمی اسٹیج پر تشریف لائے، اور لوگوں سے دریافت کیا کہ ''ابھی کون صاحب تقریر کر رہے تھے'' لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا، یہ میری ان سے تعارف کے اعتبار سے پہلی ملاقات تھی۔

مولانا شکیل احمد صاحب اعظمی لکھنے پڑھنے کا ذوق رکھنے والے، بہترین خطیب اور ماہر قلم کار تھے، اکثر کتابوں کے سلسلے میں میری دکان پر تشریف لاتے، نئی کتابوں کے تعلق سے معلومات حاصل کرتے نیز مستقبل کے منصوبہ جات کے حوالے سے تبادلہ خیال فرماتے۔

جس روز یہ حادثہ پیش آیا، اس دن بھی دکان پر تشریف لائے تھے، کتابیں خریدیں، کچھ گفت وشنید ہوئی اور آخر میں یہ کہہ کر روانہ ہوئے کہ مجھے کچھ ہی دیر میں مدرسے کے لیے نکلنا ہے، لیکن کیا خبر تھی کہ ان سے یہ میری آخری ملاقات ہے، تقریباً آٹھ بجے شب یہ دردناک خبر موصول ہوئی کہ آپ کا ایک سڑک حادثے میں انتقال ہو گیا، یہ خبر سن کر دل کو یقین حاصل نہ ہوا، اس لیے اس خبر کی تصدیق کے لیے میں نے ان کے نمبر پر کال کی ادھر سے آپ کے کسی شاگرد نے فون ریسیو کیا اور اس خبر کی تصدیق کی کہ واقعی آپ کا وصال ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ جانے والے کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل بخشے اور آپ کے علمی کارناموں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

◆◆◆

یادِ رفتگاں

مولانا حافظ الحاج محمد اکمل حسین رضوی

جماعت اہل سنت کے معروف عالم دین حضرت العلام ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی علیہ الرحمہ متوطن ملک پورہ قصبہ خاص گھوسی مئو سابق صدر المدرسین دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور کی رحلت بہت افسوس ناک ہے۔ آپ کا اچانک اس دار فانی سے کوچ کر جانا وہ بھی حادثۃً یقیناً دل کو دہلا دینے والا ہے، اللہ کریم آپ کی مغفرت فرما کر آپ کے درجات بلند فرمائے۔

موت سے کس کو رستگاری ہے   کل تری آج میری باری ہے

حضرت کی ذات ستودہ صفات سے میں غائبانہ طور پر متعارف رہا ہوں، بایں طور کہ میرے محسن وکرم فرما حضرت مولانا حافظ افتخار احمد علیمی نظامی سابق استاذ دار العلوم تدریس الاسلام بسڈیلہ سے گاہے بہ گاہے آپ کی شخصیت کے بارے میں کچھ سنتا رہتا تھا۔ ایک دفعہ کسی کتاب کی مجھے جستجو تھی تو میں نے حضرت مولانا افتخار احمد علیمی صاحب سے اس بارے میں عرض کیا کہ کہیں سے آپ اس کتاب کو میرے لیے مہیا کرا دیں تو آپ نے برجستہ فرمایا کہ یہ کتاب چوں کہ شخصی ہے ایک بار چھپ گئی سو چھپ گئی پھر دوبارہ اسے کون چھپواتا ہے، میں نے عرض کیا بہر کیف! مجھے اس کتاب کی سخت ضرورت ہے، آپ کسی طرح سے یہ کتاب مہیا کرا دیں تو آپ نے فرمایا کہ حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی صاحب قبلہ سے رابطہ کرتا ہوں، ممکن ہے کہ یہ کتاب ان کے پاس ہو، کیوں کہ وہ لکھتے پڑھتے رہتے ہیں۔ خیر ہوا بھی یہی کہ آپ نے حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ سے رابطہ کیا تو آپ کے پاس وہ کتاب مل گئی اور آپ نے اس کتاب کے مطلوبہ صفحات کا اسکرین شارٹ لے کر بذریعہ وہاٹس ایپ ارسال بھی کر دیا اس طرح میری ایک اہم ضرورت پوری ہو سکی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس کے بعد سے پھر مزید حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ کی شخصیت کے بارے میں جاننا چاہا تو حضرت مولانا افتخار احمد علیمی صاحب نے مجھے ان کی ایک تحریر جو سہ ماہی ''نوری نکات'' بستی کے ''محدث بستوی نمبر'' میں چھپی تھی پیش کی جس کی شہ سرخی ''محدث بستوی تصنیفات کے آئینے میں'' تھی، جب میں نے پڑھنا شروع کیا تو پڑھتا ہی چلا گیا، آپ نے اس تحریر میں محدث بستوی یعنی حضور خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی نظام الدین نور اللہ مرقدہ کے بارے میں جو گوہر آبدار سپرد قرطاس کیے تھے وہ واقعۃً لائق دید ومطالعہ تھے۔

میں تو آپ کے طرز تحریر سے بہت لطف اندوز ہوا، بڑی سادگی اور سلاست تھی، آپ کی تحریر میں، اردو

ادب کی عکاسی بھی نمایاں طور پر محسوس ہوتی تھی، لکھنے کا انداز اتنا نرالا تھا کہ ہر قاری خواہ کم علم ہی کیوں نہ ہو آپ کی تحریر سے لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ مثال کے طور پر یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

”حضرت خطیب البراہین علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ جہاں اپنی جماعت کے ایک مسلم الثبوت مدرس وشیخ الحدیث اپنے وقت کے لاجواب اور بے مثال خطیب ہیں، وہیں ایک خوش فکر، اصلاح کن اور سنجیدہ نگار مصنف بھی ہیں، آپ کے قلم دان سے بہت سے مشک بار عنوانات پر مضامین تحریر میں آئے جو اب تک پردہ خفا میں تھے۔ نہ اخبار کی زینت بن سکے نہ رسائل کے ذریعے قارئین کی طہارت قلب کا سامان بن سکے، ایک مدت مدید سے ان کے ذخیرہ کاغذات میں دبے ہوئے تھے، مبارکباد کے مستحق ہیں۔۔۔“

تفصیل کے لیے سہ ماہی نوری نکات بستی کے محدث بستوی نمبر جلد نمبر ۱۵، شمارہ نمبر ۲، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۸ کا مطالعہ فرمائیں:

نثر کے ساتھ ساتھ نظم میں بھی آپ کا قلم سیال تھا۔ آپ نے بہت ساری نظمیں اور منقبتیں بھی لکھی ہیں، کچھ مطبوع ہیں اور کچھ غیر مطبوع، ایک مطبوع کلام باصرہ نواز ہوا جو آپ نے حضور خطیب البراہین علامہ مفتی محمد نظام الدین علیہ الرحمہ کی شان میں لکھا ہے نہایت آسان اور سلیس اردو زبان کا استعمال فرمایا ہے پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔

ارض بستی سے اٹھا کون لیے پرچم دیں — حسن خدمات سے معمور درخشندہ جبیں
آسماں کے بھی ستاروں میں ہے غوغا جس کا — علم وحکمت میں دھنی فکر کا وہ مہر مبیں

صد افسوس! کہ اب علم وادب کا یہ چراغ ہمیشہ کے لیے بجھ گیا اور ہم ایک اچھے صاحب طرز ادیب وشاعر، بہترین نقیب، تنقید نگار، مصنف اور قوم وملت کا درد رکھنے والی شخصیت سے محروم ہو گئے۔

دعا ہے کہ اللہ کریم اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے وطفیل حضرت کی مغفرت فرما کر ان کے مراتب کو بلند تر فرمائے اور آپ کے جملہ پسماندگان تلامذہ، محبین، اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین! بجاہ النبی الامین الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے — سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

شریک غم۔۔۔ محمد اکمل حسین رضوی

خادم التدریس: دار العلوم اہلسنّت تدریس الاسلام بسڈیلہ پوسٹ چانڈیکلاں ضلع سنت کبیر، یوپی

موت العالم موت العالم

مولانا نازش مدنی مرادآبادی استاذ جامعۃ المدینہ ہبلی کرناٹک

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علیٰ رسول اللہ وبعد

۲۹ ربیع الغوث ۱۴۴۳ھ/ ۴ دسمبر ۲۰۲۱ء بروز اتوار رات ساڑھے چھ بجے یہ خبر سوشل میڈیا پر اچانک گردش کرنے لگی کہ ماہر علوم اسلامیہ ادیب شہیر عالم ربانی استاذ العلما حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی قادری برکاتی مصباحی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک حادثے میں اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

یقیناً یہ خبر نہ صرف آپ کے خاندان بلکہ پورے علمی حلقے کے لیے باعث تشویش ہے۔ اس لیے کہ ابھی آپ کی عمر ہی کیا تھی زیادہ سے زیادہ پینتالیس سال اور بہ ظاہر ہر طرح سے آپ تندرست وتوانا تھے نہ کوئی بیماری نہ کوئی مرض مگر قضائے الٰہی کو کون ٹال سکتا ہے جس کا جو وقت مقرر ہے اس وقت اسے جانا ہی ہے۔

ڈاکٹر صاحب ایک بااخلاق باکردار ملنسار اور اصاغر نواز شخص تھے، جہاں آپ ایک ماہر مدرس تھے، وہیں میدان تحریر میں بھی آپ نمایاں مقام رکھتے تھے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جس وقت فقیر فیضان آن لائن اکیڈمی (باسنی ناگور راجستھان) میں تدریسی خدمات انجام دے رہا تھا، اس زمانے میں فقیر جے پور سے ناگور شریف کی طرف سفر پر تھا تو اس وقت محب گرامی مولانا محمد ابوالوفا رضوی بھیروی حفظہ اللہ تعالیٰ کی وساطت سے یہ پر مسرت خبر موصول ہوئی کہ ادیب شہیر علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ کی، شیخ طریقت حضور صدر ملت حضرت علامہ صوفی سید صدر عالم سید القادری علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر مشتمل ایک تازہ ترین تصنیف بنام تذکرہ صدر ملت شائع ہو کر تازہ تازہ منظر عام پر آئی ہے، یہ خبر سنتے ہی منہ میں پانی آ گیا کیوں کہ شخصیات پر مطالعہ کرنا میری ترجیحات کا اہم حصہ ہے، اس واسطے بالکل دیر نہ کرتے ہوئے مولانا ابوالوفا رضوی دام اقبالہ سے بذریعہ ڈاک کتاب منگوا کر بالاستیعاب اس کا مطالعہ کیا۔ پڑھتے ہوئے مصنف کی قلمی خوبیوں کا بھرپور اندازہ ہوا کتاب سلیس اور سادہ انداز میں لکھی گئی ہے، نہ کسی طرح کے گاڑھے اور پیچیدہ الفاظ وجمل کی کثرت اور نہ ہی مترادفات کی بھرمار بلکہ صاف ستھرے انداز میں صدر ملت کی شخصیت اور خدمات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اسی طرح آپ کی ایک اور کتاب رمضان اور عید کے فضائل ومسائل بھی مارکیٹ میں دستیاب ہے ،جو اپنے موضوع کی منفرد اور جامع کتاب ہے،علاوہ ازیں آپ کے درجنوں مضامین اور اہل قلم کی نگارشات پر تقاریظ وتقادیم موجود ہیں، جو آپ کی قلمی جولانیوں کا منھ بولتا ثبوت ہیں۔

ضرورت ہے کہ ان سب علمی شہ پاروں کو جمع کر کے منظر عام پر لایا جائے تا کہ افادہ عام ہو۔آپ کی شہادت نے علمی حلقوں میں ایک سوگواری کا ماحول پیدا کر دیا ہے۔

دعا ہے کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی بے حساب مغفرت فرمائے اور آپ کے تمام اہل خانہ کو صبر جمیل اور اس پر اجر جزیل مرحمت فرمائے اور موصوف کی قبر کو بقعہ نور بنائے، آمین! بجاہ سید المرسلین۔

◆◆◆

صحن چمن سے جان بہاراں چلا گیا

<u>مولانا مفتی عبدالقیوم مصباحی</u>

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے   کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

یوں تو دنیا میں جو بھی آیا ہے اسے وعدہ الٰہی کے مطابق یہاں ایک متعینہ مدت تک قیام کرنے کے بعد دار بقا کی جانب کوچ کرنا ہے۔ یہ وہ ربانی قانون ہے جس کی خاردار وادیوں کو ہر فرد انسانیت کو طے کرنا ہے،لیکن اس خاکدان گیتی پر کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کا دار بقا کی جانب کوچ کرنا صرف اہل خانہ ہی کے لیے نہیں، بلکہ ہر خاص وعام کو نہایت شاق گزرتا ہے اور ان کی جدائی پر پوری جماعت آنسو بہاتی ہے، انہیں ممتاز اور باکمال شخصیات میں سے ایک نام حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد مصباحی علیہ الرحمہ کا بھی ہے۔

مجھے ۵ر دسمبر ۲۰۲۱ء بروز یک شنبہ بعد نماز فجر بذریعہ سوشل میڈیا یہ جانکاہ خبر ملی کہ جواں فکر، جواں سال عالم دین حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد مصباحی اس دار فانی کو خیر آباد کہہ گئے۔ ذہن وفکر پر ایک سکتہ طاری ہو گیا۔ بہت دیر تک اضطراب کی سی کیفیت میں رہا کہ یہ کیا ہو گیا، تفتیش کے لیے حضرت مولانا افتخار احمد خاں علیمی نظامی بستوی کو فون کیا، تو آپ نے بتایا کہ بات صحیح ہے، حضرت ڈاکٹر صاحب ایک ایکسیڈنٹ میں شہید ہو گئے ہیں اور اب دیر تک ڈاکٹر صاحب کی سادگی، منکسر المزاجی، ملنساری، معتدل مزاجی اور کشادہ ظرفی کا ذکر کرتے ہوئے جدائی کے غم وافسوس کا اظہار کرتے رہے اب بھی اس المناک خبر پر یقین کرنے کا جی نہیں چاہ رہا تھا کہ حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی برکاتی مصباحی واقعتاً انتقال کر چکے ہیں دل یہ تسلیم کرنے کو تیار ہی نہیں ہو پا رہا تھا، مگر قرآن مقدس کی اس آیت کریمہ نے یقین کرنے پر آمادہ کر دیا **فاذا جاء اجلهم لا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون** تو جب ان کا وعدہ آئے گا نہ ایک گھڑی پیچھے ہوں گے نہ آگے بڑھیں گے) اسی کے ساتھ ہی بر وقت ذہن میں آنے والے ایک عربی شعر نے مرہم کا کام کیا۔

حوض هنالك مورود بلا كذب

لا بد من ورده يوما كما وردوا

کہ موت تو ایک حوض ہے جس پر یقینا سبھی کو آنا ہے آج انھیں تو کل ہم سب کو جانا ہے، اسی طرح تسلی کے وہ بلند ترین کلمات جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت سیدتنا زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے کی وفات پر ارشاد فرمائے: "ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ وکل شیءِ عندہ باجل مسمیٰ فلتصبر ولتحتسب" بے شک اللہ ہی کا ہے، جو اس نے لے لیا اور اسی کا ہے جو وہ عطا کرے اور اللہ کے علم میں ہر شئے کا وقت مقرر ہے تو چاہیے کہ وہ صبر کریں اور اجر وثواب کے طلب گار ہوں۔ (مسلم شریف کتاب الجنائز باب البکا علی المیت ج ۶ ص ۵۲۲ الطبقۃ المصریہ بالازہر)

جب وقت موعود آجاتا ہے تو ٹلتا نہیں، اس اٹل حقیقت کو تسلیم کرنے کے باوجود جوانی کی موت دل حسرت زدہ کے لیے کسی قیامت سے کم نہیں ہوتی، رہ رہ کر خیال آتا ہے، تھوڑی سی مہلت اور مل جاتی، کچھ دنوں اور جی لیتے، کچھ اور کر لیتے ابھی تو بہت سے کام رہ گئے ہیں۔

حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی کے حوالے سے بھی ایسے ہی خیالات مدتوں آتے رہیں گے، اعزہ اقربا کو بھی اور دنیائے علم سے وابستہ افراد کو بھی۔ ڈاکٹر صاحب کی وفات کو تقریباً ایک ماہ گزرنے کو ہے، لیکن قلوب واذہان پر ابھی تک رنج والم کی بدلیاں چھائی ہوئی ہیں، بات دراصل یہ ہے کہ جب آدمی اچانک موت سے ہم آغوش ہو جاتا ہے تو اس کی موت کا غم بہت سخت ہوتا ہے، برخلاف اس آدمی کے جو ایک مدت تک شدید مرض میں گرفتار رہ کر انتقال کرتا ہے، کیوں کہ اس صورت میں پہلے ہی سے ذہنوں میں اس کی موت کے اندیشے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا ایکسیڈنٹ اس وقت ہوا جب آپ مدرسے کی جانب مشغول سفر تھے اور جائے سانحہ پہ پہنچ کر دیکھنے والوں نے بیان کیا کہ آپ گاڑی کی اگلی سیٹ پر نماز میں رکوع کی طرح بیٹھے ہوئے تھے اور ہاتھ میں الیکٹرانک تسبیح ۹۶۲۵ کی تعداد بتا رہی تھی کہ آپ تسبیح وتہلیل میں مصروف تھے۔ جب خوشنودی الٰہی اور دینی کاموں میں مصروف رہتے ہوئے انسان اپنی جان جان آفریں کے سپرد کرتا ہے، تو رحمت پروردگار سے اسے مرتبۂ شہادت ملتا ہے، عالم ارواح میں اس کے ساتھ شہیدوں والا معاملہ کیا جاتا ہے۔

لیے پھرتی ہے بلبل چونچ میں گل
شہید ناز کی تربت کہاں ہے

گویا ڈاکٹر صاحب کی موت ان خیالات کی عملی تفسیر ہے انا للہ وانا الیہ راجعون بے شک ہم

اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف پلٹ کر جائیں گے۔ ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین بے شک میری نماز میری قربانیاں میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے، جو سارے جہان کا رب ہے، حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی صاحب ایک نہایت ہی مخلص، تقویٰ شعار اور فعال عالم دین بلند پایہ مصنف ومدرس، سماجی وملی درد رکھنے والے محسن اہل سنت تھے، آپ کی کئی تصنیفات ہیں، مستقل تصانیف کے علاوہ مختلف ناموں سے آپ کے مقالات ومضامین بھی شائع ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی علمی شخصیت گوناگوں اوصاف وکمالات کی حامل تھی۔

آپ نے ملک کی مختلف درس گاہوں میں صدر المدرسین کی حیثیت سے دین کی نمایاں خدمات انجام دیں۔ ملک کے طول وعرض میں آپ کے تلامذہ دین وسنیت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ نے زندگی بھر لکھا بھی اور اپنی تربیت گاہ سے باصلاحیت ارباب قلم پیدا بھی کیے۔ آپ رواں دواں استدلالی اسلوب میں لکھتے تھے، ہمارے عہد میں ہندوستان کے جن اہل قلم نے خاص وعام کو متاثر کیا ان میں ایک وقیع نام حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی علیہ الرحمہ کا بھی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب نبی آخر الزماں خاتم پیغمبراں صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں حضرت کے سفر دین کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور جملہ متعلقین ومحبین کو صبر جمیل اور اس پر اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین! یارب العالمین بجاہ النبی الامین الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین۔

عبدالقیوم مصباحی
استاذ ومفتی جامعہ غوثیہ غریب نواز کھجرانہ، اندور، ایم پی

✦✦✦

عاجزی وانکساری

مولانا محمد احمد مصباحی، التفات گنج، امبیڈکرنگر

قرآن مقدس کا فرمان عالی شان ہے ’**کل نفس ذائقة الموت**‘ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ذی روح کو ایک دن دار فانی سے کوچ کرنا ہے، لیکن کچھ لوگوں کا داعی اجل کو لبیک کہنا اہل زمانہ کے لیے افسوس کا باعث ہوتا ہے، وہ تنہا نہیں جاتے، بلکہ اہل زمانہ کی ساری خوشیاں اپنے ساتھ سمیٹ کر دنیا سے روپوش ہوجاتے ہیں۔

انہیں شخصیات میں ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی نوراللہ مرقدہٗ کی عبقری ذات بھی ہے، جن پر ’موت العالم موت العالَم‘ بدرجہ اتم صادق آتا ہے کہ وہ چلے گئے، لیکن ہمیں رنجیدہ کر گئے۔

ڈاکٹر صاحب قصبہ گھوسی کے محلہ ملک پورہ کے ایک ذمہ دار اور دین دار عالم تھے، فی الحال دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور ضلع سلطان پور کے صدرالمدرسین تھے، آپ کی ذات عصری اور دینی علوم کا سنگم تھی، عمر تو مختصر پائی، لیکن عمر کے تناسب سے آپ کی عظیم خدمات آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں، زندگی کا اکثر حصہ مختلف مدارس میں منصب صدارت پر فائز رہتے ہوئے گذارا، آپ بیک وقت تصنیف وتالیف، درس وتدریس اور خطابت تینوں اوصاف کے جامع تھے۔

جن اداروں میں رہے درس وتدریس کے علاوہ تبلیغی اور دعوتی سرگرمیوں میں مصروف رہے، یہی وجہ ہے کہ جہاں گئے ایک خلق خدا دعوت وارشاد سے متأثر ہوکر راہ راست پر لگ گئی، اپنے گاؤں ملک پورہ میں بھی آپ کی ذات مرجع خلائق رہی۔

اردو، عربی، انگریزی تینوں زبانوں پر یکساں دسترس حاصل تھی، لیکن تصنیف وتالیف کے حوالے سے اردو زبان کو منتخب کیا، تصوف وسلوک کی طرف میلان خوب رکھتے تھے، اس میلان کو دیکھتے ہوئے علامہ بدرالقادری نے بھی اپنی خلافت سے نوازا خصوصاً مشائخ جھونسی سے گہرا ربط تھا اور اس سلسلہ سے بھی خلافت رکھتے تھے اور بزرگوں کے اقوال پر مکمل طور پر عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

دوران سفر بار بار ملاقات ہوئی، لیکن کبھی میں نے عہدۂ صدارت کے نشہ میں نہیں پایا، بے تکلف انداز میں ملاقات ہوتی، کوئی سوال کرنا ہوتا تو بے جھجک میں کرتا کبھی کبیدہ خاطر نہ ہوتے نیز مطمئن

کر کے چھوڑتے۔

آخری ملاقات علامہ محمد احمد مصباحی اعظمی ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ کے فرزند اکبر مولانا عرفان رضا مصباحی کی اہلیہ کے جنازہ میں راقم الحروف سے بھیرہ میں ہوئی، لیکن ازدحام کے باعث تفصیلی ملاقات نہ ہوسکی، صرف سلام ومصافحہ تک یہ ملاقات محدود رہی کیا معلوم تھا کہ ایک مرد صالح سے یہ آخری ملاقات ہوگی۔

موصوف کم سخن، ملنسار، ہنس مکھ، روادار اور مہمان نواز تھے، سادگی اور پاکیزگی آپ کا وصف خاص تھا، علم دوست اور اصاغر نواز تھے، آپ کا وصال ایک عظیم سانحہ ہے، غم واندوہ کی اس گھڑی میں ہم آپ کے اہل خانہ، عزیز واقارب خصوصاً آپ کی اہلیہ اور بچوں کو تعزیت پیش کرتے ہیں اور صبر کی تلقین کرتے ہیں نیز دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سایۂ غفران میں ڈھانپ لے اور پسماندگان کو صبر جمیل دے۔ دارالسلام کو آپ کا ٹھکانہ بنائے۔

سوگوار

محمد احمد مصباحی

استاذ مدرسہ منظر اسلام، قصبہ التفات گنج ضلع امبیڈکر نگر، یوپی

◆◆◆

قصبہ لال گنج کا ''عہد زریں... خوشی اور غم''

مولانا محمد اعظم جامعی

سردموسم میں جس طرح مخلوق دھوپ کی تلاش میں رہتی ہے کہ سورج کی کرن مل جائے جس سے جسموں کو راحت ملے اور مخلوق اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے میدانوں اور اونچی جگہوں پر جا کر ٹھنڈے بدن کو راحت پہنچاتے ہیں۔ کچھ اسی طرح کی امید ہم طلبہ اور قصبہ لال گنج والوں کو اس وقت دکھائی دینے لگی تھی جب جولائی 2006 میں علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی نے بحیثیت پرنسپل مدرسہ حق الاسلام میں ذمہ داری سنبھالی، دوسال کے بعد حضرت مولانا محمد ابوالوفا رضوی بھی بحیثیت استاذ تشریف لائے، ایک خوشی کا ماحول تھا، لوگ روشن مستقبل کی طرف دیکھ رہے تھے اور ہم طلبہ یہ سوچ رہے تھے کہ اب علمی ودینی اور سماجی بیداری سے اپنے کو ہم منور کرلیں گے، یہ صرف مدرسہ والوں کے لیے اعزاز کی بات نہیں تھی بلکہ قصبہ واطراف والوں کے لیے بھی اعزاز کی بات تھی۔

کچھ دھندلی باتیں جو ذہن کے دریچے میں کہیں کہیں ہیں، ان کو کرید کر سامنے لانے کی کوشش کررہا ہوں، میں اس وقت جماعت ثانیہ کا طالب علم تھا، جماعت میں بے ترتیب کتابیں جب ڈاکٹر صاحب کو معلوم ہوئیں، تو ہلکی سی مسکان لی اور بولے اعظم صاحب فکر کی کوئی ضرورت نہیں کتابیں جماعت کے مطابق کرلی جائیں گے، جلد ہی ڈاکٹر صاحب نے اپنے متحرک اور فعال کردار سے چند دنوں میں ایک جامع نصاب، مدرسے کا اوقات نظام تیار کرلیا۔

حضرت صوم وصلوٰۃ کے پابند اور وقت کا خوب لحاظ رکھنے والے تھے، ڈاکٹر صاحب کے اندر جو داخلی فطرت کا محاسبہ میں نے کیا وہ نہایت اعلی درجے کا ہے، بہت کم لوگوں میں دیکھا اور سنا جاتا ہے، وہ دشمنی کرنے والوں سے ویسے ہی محبت سے پیش آتے تھے، جیسے اپنے محبین اور عقیدت مندوں سے پیش آتے تھے، یہ ان کے اعلیٰ ہونے کی نشانی تھی اور یہی حسن فعل ان کی مقبولیت کی ضمانت دیتا تھا، اسی لیے ڈاکٹر صاحب عوام وخواص میں یکساں مقبول ہوئے، حضرت علامہ اور مولانا نام کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر کا ٹائٹل مجھے کچھ الگ ہی شخصیت کا پتہ دیتا تھا، میں اپنے شعور کے مطابق یہ سوچتا رہتا تھا کہ کاش میں بھی مولانا اور ڈاکٹر کہلاؤں، ایک دن موقع ملتے ہی میں پوچھ بیٹھا حضرت مجھے بھی مولانا اور ڈاکٹر بننا ہے،

حضرت نے چہرے پر ہلکی سی مسکان بھری جوان کا ایک خاصہ تھا، بولے سوچ تو اچھی رکھتے ہو مگر پہلے عالم دین بن جاؤ کیونکہ تمہارے والد گرامی خود ایک حافظ قرآن اور مدرسے کے مدرس ہیں اسی لیے تم پر لازم آتا ہے کہ پہلے مولانا کی سند حاصل کرو۔ حضرت چند سال ہی قصبہ لال گنج میں رہے اس کے بعد مدینۃ العربیہ دوست پور ضلع سلطان پور میں پرنسپل کی ذمہ داری سنبھال لی، کوسوں دور ہونے کے باوجود مجھے جب بھی ضرورت محسوس ہوئی فون پر بات کرتا رہا، سلطان پور جانے کے بعد حضرت سے دو چند ملاقات رہی، میری آخری ملاقات 2017 میں مدرسہ حق الاسلام کے ایک جلسے میں حضرت تشریف لائے ہوئے تھے تب ہوئی، مجھے وہ دن یاد آرہا ہے جب میں نے حضرت کو بتایا کہ میری عالمیت تک کی تعلیم مکمل ہوگئی ہے اب میں عصری تعلیم حاصل کرنا چاہ رہا ہوں تو حضرت نے کہا بہت خوب! کسی یونیورسٹی کا انتخاب کیجئے، اس حکم کے مطابق پھر میں مسلسل کوشاں رہا اس کے بعد میں نے خواجہ معین الدین چشتی اردو، عربی، فارسی، یونیورسٹی میں بی۔اے۔ میں داخلہ لے لیا، اس کے بعد بھی حضرت سے کئی اہم مسئلے اور مشکل مرحلے میں رابطہ کیا اور رہنمائی حاصل کی، ان کے علاوہ حضرت کی بہت سی باتیں اور کارنامے جو یکے بعد دیگرے ذہن میں اجاگر ہو رہے ہیں، پھر کبھی وقت نے ساتھ دیا تو دوسرے پہلوؤں کو بھی سامنے لانے کی کوشش کروں گا۔

دسمبر کی وہ چار تاریخ جب حادثے کی اور حضرت کے انتقال کی خبر ملی تو دل بیٹھ گیا اور ایک آہ کی صدا نکلی۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون**۔ اور شورش کاشمیری کا یہ شعر بیک وقت زبان پر آیا: ؎

عجب قیامت کا حادثہ ہے کہ اشک ہے آستیں نہیں ہے
زمین کی رونق چلی گئی ہے، افق پر مہر مبیں نہیں ہے
تیری جدائی سے مرنے والے، وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے
مگر تری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے

:

محمد اعظم مومن انصار بستوی
ریسرچ اسکالر بنارس ہندو یونیورسٹی، وارانسی، اتر پردیش

◆◆◆

ابر رحمت تیرے مرقد پر گہر باری کرے

مولانا مفتی محمد عامر برکاتی

سات بجے کا وقت تھا میرے عزیز دوست حسین اختر گھوسوی کے ذریعے یہ جانکاہ خبر ملی کہ استاد گرامی ماہر علوم نقلیہ وعقلیہ حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی صاحب ایک سڑک حادثہ میں شہید ہو گئے، یہ خبر سنتے ہی کلمۂ استرجاع پڑھا، وجود کانپ اٹھا، ذہن ودماغ میں عجیب وغریب سی کیفیت پیدا ہو گئی، دل کی دھڑکن تیز ہو گئی، اس کے بعد گھوسی سے کئی دوستوں کے فون آئے، سبھوں نے اس خبرغم کی تصدیق کی، حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی ایک عرصہ دراز تک جامعہ حنفیہ رحمت گنج بستی میں درس وتدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے، بستی میں ناچیز نے حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت بابرکت سے اکتساب علوم وفنون کیا، حضرت طالبان علوم نبویہ پر بہت زیادہ شفقت فرماتے تھے، طلبہ وعلما میں آپ بہت مقبول تھے، جامعہ حنفیہ کے بعد اراکین دارالعلوم حق الاسلام لال گنج کے اصرار پر لال گنج تشریف لے گئے، عہدۂ صدرالمدرسین پر فائز ہوئے، بعدہٗ ضلع سلطان پور کی مرکزی درس گاہ مدینۃ العربیہ دوست پور تشریف لے گئے، تادم حیات وہیں پر علم وفن کے گوہر لٹاتے رہے۔

جامعہ حنفیہ بستی کے قیام کے دوران فقیر راقم الحروف پر حضرت علیہ الرحمہ کی بے پناہ شفقتیں عنایتیں برستی رہتی تھیں، فراغت کے بعد بھی جب ملتا بڑی محبت سے پیش آتے، شفقت ومحبت صرف میرے ہی ساتھ مخصوص نہ تھی، بلکہ آپ کا ہر شاگرد کے ساتھ اسی طرح کا رویہ ہوتا۔

حضرت علیہ الرحمہ کی موت سے صرف میرا ہی نقصان نہیں، بلکہ اہل سنت وجماعت کا ناقابل تلافی خسارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے درجات بلند فرمائے اور جماعت اہلسنت کو نعم البدل عطا فرمائے اور آپ کے شاگردوں اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

شریک غم: محمد عامر علی برکاتی

خادم دارالعلوم اہل سنت برکات نظمی چھپیا پوسٹ بر پر وا ضلع سنت کبیر نگر

✦✦✦

جن کے کردار سے آتی ہو صداقت کی مہک

مولانا عبدالرحیم نظامی مصباحی، سنت کبیر نگر

۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۲ء کے دوران جامعہ حنفیہ شہر بستی میں استاذ گرامی حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی سے مجھے علمی استفادہ کی سعادت نصیب ہوئی، طالب علمی کا دور وسعت وگہرائی سے خالی ہوتا ہے اس وقت یہ شعور بھی نہ تھا کہ آنے والے دنوں میں یہ شخصیت اتنی اہم ہو جائے گی، تاہم دو دہائی قبل ممدوح محترم کی کتاب زندگی کے حقائق جو اپنی آنکھوں سے دیکھے اور محسوس کیے وہ نذر قرطاس ہیں۔۔۔ عبدالرحیم نظامی مصباحی، لوکی لالہ ضلع سنت کبیر نگر یوپی

جن پر قدرت کا کرم خاص سایہ فگن ہو وہی علوم نبوی کے وارث وامین ہوتے ہیں یہ آسمانی اعزاز ہے، جو کسی کسی کے نصیبے میں آتا ہے، انھیں منتخب خوش بخت حاملین علم دین میں عالم ربانی حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ ہیں، جنہوں نے اپنی بے پناہ جدوجہد سے جہان علم وفضل میں ایک منفرد شناخت قائم کی۔

حضرت کو علوم اسلامیہ میں مہارت کے ساتھ اردو زبان وادب پر بھی عبور حاصل تھا، شعر وسخن کا ذوق ان کی گھٹی میں پڑا تھا، تصنیف وتالیف کا شوق بھی ابتدا ہی سے تھا، بہت صاف اور شگفتہ اردو لکھتے، ان کے مضامین ملک کے موقر علمی وادبی رسائل وجرائد میں شائع ہوتے رہتے، آپ کی زبان سادہ سلیس اور رواں تھی اور طرز بیان دل کش، سادہ زبان لکھنا بھی آسان نہیں ہے، یہ ایک مشکل فن ہے، جس کے لیے گہری نظر وسیع مطالعہ اور زبان وبیان پر کامل قدرت درکار ہوتی ہے۔

آپ ایک فرض شناس، خود اعتماد، خوددار اور جفاکش مدرس تھے، فن تدریس میں مثالی ملکہ حاصل تھا، طریقۂ تدریس بڑا دل چسپ تھا، اظہار مافی الضمیر پر ایسی قدرت کہ خشک بحث کو بھی دلنشیں پیرایہ بیان میں دلپذیر بنا دیتے، یہ کامیاب تدریس کی شرط اولین ہے، یہی وہ وصف خاص ہے جو آپ کو ممتاز کرتا ہے، مشکل مضمون درس کے اہم نکات طلبہ کو نوٹ کراتے، تکرار ومطالعہ کی تاکید کرتے رہتے، تمام طلبہ پر یکساں توجہ دیتے، کسی طالب علم کو یہ احساس نہ ہونے دیتے کہ اسے نظر انداز کیا جا رہا ہے، درس گاہ کے باہر بھی طلبہ کی نگرانی کرتے بلکہ امکانی حد تک طلبہ کی اخلاقی حالت کا خیال کرتے جو کہ ایک مخلص مدرس کا فرض منصبی ہے، طلبا کے بڑے ہمدرد تھے، ان کی آسائش کا خیال کرتے، میرے احباب میں کئی ایسے تھے، جن کی گاہے گاہے مالی اعانت بھی فرماتے، علمی

ترقی سے حد درجہ خوش ہوتے ،سراہتے اور دعائیں دیتے۔

آپ اخلاق عالیہ کی بہت سی خوبیوں کے جامع تھے،انسان کی اصلی عظمت وبزرگی اس کے کردار میں ہوتی ہے،آپ کا ادنیٰ شناسائی بھی آپ کے حسن اخلاق کا معترف ہے، چھوٹے بڑے ہر کسی کے ساتھ خندہ پیشانی کا مظاہرہ کرتے اور نرم لہجہ اختیار کرتے ، بڑے مہمان نواز تھے،ان کے تلامذہ بھی اگر مہمان ہوتے تو مبالغہ کی حد تک ان کی خاطر مدارات کرتے، اخلاقی بلندی کا یہ اعلیٰ ترین ثبوت ہے، بڑے عالی ظرف انسان تھے، دوسروں کی خوبیوں کا کھلے دل سے اعتراف کرتے، اختلاف رائے کے باوجود جماعت اہلسنت کے جملہ اکابر ومشایخ کا حد درجہ احترام کرتے،خوش طبعی کا وصف بھی آپ کی ذات میں بدرجۂ اتم موجود تھا،جس میں آپ کی ذہانت کی جھلکیاں نمایاں تھیں، موقع بہ موقع درس گاہ میں بھی اپنے حسن ظرافت کا مظاہرہ کرتے اور طلبہ کے دل ودماغ میں احساس فرحت بھر دیتے لیکن کبھی کسی طالب علم کو غیر مہذب الفاظ سے خطاب نہ کرتے۔

ہمارے عہد طالب علمی میں دینی جلسوں میں ایک کامیاب اور سنجیدہ مزاج نقیب کی حیثیت سے متعارف ہوئے، اپنی شیریں آواز، عمدہ طرز تکلم، شعروادب پر دسترس اور پرکشش لہجے کی بدولت خاص وعام میں بے حد مقبول ہوئے اور شہرت وعظمت کے طویل فاصلے طے کیے، مروجہ غیر معیاری طرز نقابت کے برعکس خطبا وشعرا کی تعریف بے جا سے بہت حد تک گریز کرتے، ان کے بیان وکلام پر تبصرہ اور تجزیہ کرتے، یہاں بھی ان کے ادبی ذوق کی جھلکیاں صاف دکھائی دیتیں۔ قصہ مختصر! بڑی خوبیوں کے مالک تھے،ان کی علمی اور عملی زندگی ہمارے لیے مینارۂ نور ہے، مذہب وملت اور زبان وادب کے لیے آپ کی خدمات یادرہیں گی۔

◆◆◆

ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ اور ان کی شاعری

مولانا عبدالصمد مصباحی

ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ جو بیک وقت درس نظامی کے نایاب مدرس اور عوام اہلسنت کے جلسوں کے ایک سلجھے ہوئے سنجیدگی اور متانت سے لبریز پرسکون طبیعت کے مالک دوررس اور بلند خیال نقیب تھے جی ہاں وہی ڈاکٹر شکیل اعظمی علیہ الرحمہ جو علم وآگہی کا سنگم فکروفن کا روشن مینار شعروسخن کا جوہر کمال اور علوم ومعارف کا مخزن ومنبع تھے ڈاکٹر صاحب کا تعلق ملک پورہ قصبہ گھوسی مئو سے تھا ابتدا سے عالمیت تک کی تعلیم قرب وجوار کے مدرسوں میں حاصل کی جبکہ فضیلت کی تکمیل جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی میں ہوئی، تخصص فی الادب جامعہ نظام الدین اولیاذاکرنگرنئی دہلی میں کیا، بی اے ایم اے پروانچل یونیورسٹی جون پور سے کیا جبکہ اردوزبان کے ایک اہم عنوان اردونثر کے فروغ میں فقہی لٹریچر کا حصہ پر پی ایچ ڈی کی سند پنجاب یونیورسٹی چنڈی گڑھ سے حاصل کی ابتدا سے لے کر آخر تک آپ کا تعلیمی سفر بڑا حسین رہا آپ نے اپنی علمی تشنگی وقت کے ان قدآور اور شخصیت ساز اساتذہ سے بجھائی ہے جن کی علمی گہرائی اور گیرائی کا ایک عالم معترف ہے۔

آپ کی تدریسی خدمات کا دائرہ بھی وسیع ہے آپ نے کئی مدارس میں اپنا علمی جوہر دکھایا ڈھیروں طالبان علوم نبویہ نے آپ سے اکتساب فیض وعلم کیا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ ایک بڑے شاعر بھی تھے، اعظم گڑھ کا خطہ ایک ایسا خطہ ہے جہاں کے بارے میں ہم بارہا سنا کرتے تھے کہ یہاں کی مٹی بھی شاعر ہے جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں دوران تعلیم قصبہ مبارک پور اور قرب وجوار کے راہ چلتے شاعروں اور نظم نگاروں سے بار بار سامنا ہونا بھی روشن دلیل ہے چوں کہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ بھی اس خطہ شعروسخن سے تعلق رکھنے والے ہیں اس لیے ان کی طبیعت وفطرت میں بھی ذوقِ شعروسخن کا سرایت ہونا کوئی حیرت کی بات نہیں ہاں اتنا ضرور کہوں گا کہ انہوں نے نسل نو میں اپنے انداز میں نعت گوئی اپنے طرز شاعری اور اپنی انقلاب آفریں نظموں سے حیات سرمدی کی روح پھونک دی ہے ایک تلخ بھری حقیقت یہ بھی ہے کہ ہم میں سے اکثر لوگ عوام کی چاہت کے پیمانے میں اتر کر کامیاب ہونا چاہتے ہیں جب کہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ ان لوگوں میں سے تھے جو عوام کو اپنی پسند کے پیمانے

میں اتار کر کامیابی حاصل کرتے ہیں یہ بات میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ عوام اہلسنت کا ایک بڑا طبقہ آج بھی اسی جلسے یا پروگرام کو کامیاب گردانتا ہے جس میں نقیب غیر سادہ ہو اس کے اشعار معنوی اعتبار سے انقلاب آفریں ہوں یا نہ ہوں مگر نقیب لچھے دار اور مزاحیہ ضرور ہوں عوام کے اس ناشائستہ مزاج کے باوجود ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ نے اپنے سنجیدہ لہجے کو ہرگز نہ بدلا اور ہمیشہ سادہ لباس کی طرح انداز شعر گوئی کا نرم و گداز لہجہ اپنائے رکھا ڈاکٹر صاحب کے ذوق سخن کا پتہ ان کے مجموعہ کلام بنام فانوس حجاز کے مطالعے سے چلتا ہے چنانچہ ڈاکٹر صاحب شان باری تعالیٰ میں حمدیہ اشعار یوں لکھتے ہیں:

خدا کے نام سے ہر ابتدا ہے — وہی تو مہرباں بے انتہا ہے
وہی تو لائق مدح و ثنا ہے — وہی تو مالک ارض و سما ہے
چلا ہم کو جو سیدھا راستہ ہے — شکیل احمد کی بس یہ التجا ہے

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ڈاکٹر شکیل صاحب اعظمی کا انداز خراج تحسین بھی کافی دلکش و دل آویز ہے، آپ لکھتے ہیں:

بات کچھ انقلاب کی سی ہے — ذات مرسل کتاب کی سی ہے
باغ طیبہ کی دلکشی دیکھو — پتی پتی گلاب کی سی ہے
آپ کا مرتبہ خدا جانے — ذات تو انتخاب کی سی ہے
جیتے جی ان کو گر منا نہ سکو — زندگی پھر عذاب کی سی ہے
جان ان پر شکیل کر قرباں — جن کی سیرت نصاب کی سی ہے

لیجیے اخیر میں ڈاکٹر صاحب کا لکھا ہوا کلام در شان شہید کربلا بعنوان ذکر حسین سے بھی لطف اندوز ہو لیں لکھتے ہیں:

روداد کربلا صداقت کا آئینہ — ذکر حسین خود ہے محبت کا آئینہ
تھی آرزو یزید کی ہو جائے پاش پاش — پر ضو فگن رہا ہے شرافت کا آئینہ

پھر ایک دن آسمان علم و ادب کا یہ تابندہ ستارہ ہم سے روپوش ہوا کہ ؎

میں کہ صحرائے محبت کا مسافر تھا فراز --- ایک جھونکا تھا کہ خوشبو کے سفر پر نکلا

عبدالصمد مصباحی بہار

علامہ ڈاکٹر شکیل اعظمی علیہ الرحمہ... مثالی شخصیت

مولانا محمد ابوطلحہ قادری اویسی، گھوسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی حبیبہ الکریم

مدینۃ العلما گھوسی کی سرزمین پر بہت سی نابغۂ روزگار شخصیتیں جلوہ گر ہوئیں۔ انھیں برگزیدہ علمی وعبقری شخصیتوں میں استاذی المکرم حضرت علامہ مولانا الحاج ڈاکٹر شکیل اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات ستودہ صفات بھی ہے۔

ولادت اور تعلیم: حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ کی ولادت سند (سرٹیفکٹ) کے اندراج کے مطابق یکم جنوری ۱۹۷۶ء ہے۔ مولد و وطن ملک پورہ قصبہ خاص گھوسی مئو ہے۔ آپ کے والد گرامی الحاج امیر احمد ابن محمد عظیم اللہ مرحوم ابن محمد حفیظ اللہ مرحوم نیک و دیندار انسان ہیں۔ آپ کی ابتدائی تعلیم مدرسہ رضویہ بدر العلوم قصبہ خاص گھوسی اور مدرسہ خیریہ فیض عام مداپور شمس پور گھوسی میں ہوئی، اس کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے جامعہ شمس العلوم میں داخلہ لیا۔ جامعہ شمس العلوم میں حضرت علامہ مولانا قمر الدین قمر اشرفی علیہ الرحمہ، حضرت علامہ مولانا منشی سیف الدین علیہ الرحمہ، مورخ اسلام حضرت علامہ مولانا الحاج ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی، حضرت علامہ رضوان احمد شریفی، حضرت علامہ مولانا ممتاز احمد مصباحی، حضرت علامہ فداء المصطفیٰ قادری، حضرت علامہ نثار احمد اعظمی، حضرت قاری محمد یونس صاحب وغیرہم جیسے جید علمائے کرام سے درجۂ عالمیت تک کی تعلیم حاصل کی۔

اس کے بعد برصغیر کی مشہور و معروف درس گاہ دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور میں داخلہ لیا، اس عظیم درس گاہ میں زیر تعلیم رہ کر محدث کبیر علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری، حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی، خیر الاذکیا علامہ محمد احمد مصباحی، سراج الفقہا علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی، حضرت علامہ نصیر الدین وغیرہم سے فضیلت تک کی تعلیم حاصل کی اور سند و دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

اندازِ تدریس: استاذ گرامی ایک باوقار عالم دین، لائق و فائق مدرس، ایک عظیم معلم، عمدہ مصنف، ماہر خطیب و نقیب کی حیثیت سے مشہور و معروف تھے۔ آپ کو ڈاکٹر صاحب کے نام سے بھی جانا جاتا تھا۔ آپ کا شمار نرم خو اور شفیق و مہربان اساتذہ میں ہوتا تھا، مجھ جیسے سینکڑوں افراد کے استاذ تھے، ہم نے آپ

سے عربی زبان وادب کی مشہور کتاب فیض الادب (اول، دوم) اور القراءۃ الراشدہ کا درس لیا ہے۔ آپ کا اندازِ تدریس بڑا عمدہ سلیس اور رواں دواں تھا۔ سادگی، منکسر المزاجی اور نرم خوئی آپ کا حسن اور وطیرہ تھا۔

آپ مدرسہ مدینۃ العربیہ دوست پور کے ایک ماہر استاذ اور صدر المدرسین تھے۔ آپ ہر فن میں مہارت رکھتے تھے اور ہر فن کی درسی کتابیں پڑھاتے تھے، مگر عربی ادب میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ آپ نے ہزاروں لوگوں کی علمی، دینی، ادبی پیاس بجھائی۔ آپ کی علمی شخصیت کا اندازہ وہی لگا سکتا ہے، جس نے آپ کے پاس تحصیل علم کے لیے کچھ ایام گزارے ہوں گے۔ آپ بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔ صبر وشکر وقناعت، تحمل، بردباری آپ کے مزاج کا حصہ تھی اور سادگی تو گویا آپ کے خمیر میں شامل تھی۔ لباس، نشست وبرخاست، رفتار وگفتار غرض ہر چیز سے سادگی مترشح ہوتی۔ اپنے شاگردوں کے ساتھ شفقت ومحبت آپ کا نمایاں وصف تھا۔

اندازِ خطابت: حضرت علامہ مولانا الحاج ڈاکٹر شکیل اعظمی علیہ الرحمہ اپنے وقت کے نامور عالم دین ہونے کے ساتھ فصیح اللسان خطیب ومقرر بھی تھے۔ ابتدا ہی سے تدریس وتصنیف کے ساتھ تقریر کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ آپ جہاں بھی رہے وہاں کی جامع مسجد اور مقامی وعلاقائی محافل میں خطاب فرماتے، بڑے بڑے پروگراموں میں بحیثیت نقیب آپ کی موجودگی کامیابی کی ضمانت ہوتی، اپنی تقریروں کے ذریعہ مسلمانوں کے درمیان اصلاح، ایمان وعمل کا جذبہ بیدار کرتے، بدمذہبوں کے باطل افکار ونظریات کو دلائل کی روشنی میں رد فرماتے اور لوگوں کو سچے عاشق رسول بن کر زندگی گزارنے کی تلقین فرماتے۔

اخلاق وکردار: آپ کی ذات والاصفات اعلیٰ اخلاق وکردار اور اوصاف وکمال سے متصف ہے۔ آپ ایک انتہائی مشفق ومخلص اور فیض بخش عالم دین تھے۔ آپ کے اندر بزرگوں کا فیض کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور چھوٹوں پر نہایت ہی شفیق ومہربان رہتے تھے، آپ ہر ایک سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے تھے، یہی وجہ تھی کہ آپ سے ملنے والا، آپ کی مجلس میں ایک یا دو بار بیٹھنے والا آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ آپ نہایت ہی نرم مزاج تھے، ہر ملنے والے کا احترام کرتے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر لمحہ یاد الٰہی اور قلمی، ادبی، علمی خدمات کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ آپ کی زندگی کا مقصد ہر قسم کے دنیوی مفاد اور حرص وطمع سے بالاتر ہو کر اخلاص کے ساتھ حصولِ معرفت تھا۔ آپ ہمیشہ خوش وخرم رہا کرتے تھے،

خوش کلامی سے پیش آتے تھے، چہرے پر ہمیشہ تبسم کے آثار نمایاں رہتے۔ آپ کا لہجہ نہایت ہی متین و سنجیدہ رہتا، آپ سادگی پسند اور نفیس طبیعت کے مالک تھے۔

قلمی خدمات: آپ ماہر استاذ وفصیح اللسان خطیب ونقیب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مایہ ناز ادیب اور بلند پایہ مصنف بھی تھے۔ آپ کی دو تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں اور باقی منتظر طباعت ہیں۔ آپ کا طرزِ تحریر آسان، سہل اور دل نشین ہے، جس طرح وہ اپنی تقریر میں مشکل سے مشکل ترین بات بھی مثالوں اور حوالوں سے بہت ہی سہل کر کے سامعین کے ذہن وقلب میں اتار دیتے تھے، اسی طرح تحریر میں بھی آپ نے بڑے آسان پیرایۂ زبان وبیان میں مشکل سے مشکل مسائل کی گتھیاں سلجھائی ہیں۔ آپ کو شعر وادب کا بھی کافی شوق تھا۔ ایک بلند پایہ نعت گو شاعر تھے، کلام میں خاص قسم کا احساس و درد اور ایک خاص قسم کی روشنی نظر آتی تھی، جو سماعت کرنے والوں کے دل کو بے چین کر دیتی تھی۔ آپ کے کلام میں ایک طرف پاکیزگی تھی تو دوسری طرف سادگی، ادب واحترام تھا۔ آپ کے کلام میں بے ساختگی بھی پائی جاتی تھی۔

آپ کی رحلت دنیائے سنیت کا عظیم ترین خسارہ ہے۔ ایک ایسا خلا جس کا پُر ہونا مشکل نظر آتا ہے۔ ہم اللہ رب العزت سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ اپنے حبیب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل آپ کی دینی، سماجی، علمی، فقہی، تعمیری، تعلیمی، اصلاحی، ادبی، تنظیمی، تبلیغی خدمات اور مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آپ کے درجات ومراتب کو بلند سے بلند تر فرمائے اور جملہ متعلقین ومحبین اور عوام وخواص اہل سنت کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وبارک وسلم۔

سراپا رنج وغم
محمد ابو طلحہ قادری اویسی
متعلم: الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ
ساکن: مدینۃ العلما گھوسی ضلع مئو یوپی، انڈیا

◆◆◆

چل دیے تم سوئے جنت اے شکیل اعظمی

مولانا عابد رضا مصباحی ادروی مقیم حال عزیز نگر، لکھنؤ

دے کے ہم کو داغ فرقت اے شکیل خوش خصال
چل دیے تم سوئے جنت اے شکیل خوش خصال

یوں تو مرنا ہے سبھی کو پر مقدر میں تیرے
تھا لکھا جام شہادت اے شکیل خوش خصال

حشر تک لہرائیں چشمے رحمت و انوار کے
ہو منور تیری تربت اے شکیل خوش خصال

تم کو دیں آ کر فرشتے مژدہ نوم عروس
چین سے سو، تا قیامت اے شکیل خوش خصال

ان شاء اللہ حشر کے دن کام آئے گی ضرور
قادری برکاتی نسبت اے شکیل خوش خصال

یاد رکھے گا زمانہ آنے والے دور میں
جگمگاتی تیری سیرت اے شکیل خوش خصال

ہے دعائے قلب عابد فضل مولیٰ سے تمہیں
ہو عطا جنت کی خلعت اے شکیل خوش خصال

◆◆◆

فکر ونظر کا بحر رواں ڈاکٹر شکیل

مولانا ازہر القادری، جامعہ امداد العلوم مٹہنا سدھارتھ نگر

علم و عمل کا کوہ گراں ڈاکٹر شکیل
فکر ونظر کا بحر رواں ڈاکٹر شکیل

بالغ نظر، محقق دوراں، ادب نواز
بزم ادب کا روح رواں ڈاکٹر شکیل

اوصاف مثل شمس و قمر تابناک ہیں
لفظوں میں کس طرح ہو بیاں ڈاکٹر شکیل

تعمیر علم دین میں گزرے ہیں روز وشب
ہردم رہی ہے فکر اذاں ڈاکٹر شکیل

چہرہ تھا مسکراتا ہوا جیسے کہ کنول
دندان ولب تھے نور فشاں ڈاکٹر شکیل

فرمایا نوش جام شہادت زہے نصیب
صد شکر پہنچے باغ جناں ڈاکٹر شکیل

رب سے دعا ہے گلشن وباغ و بہار پر
آئے کبھی نہ باد خزاں ڈاکٹر شکیل

ازہرؔ وہ جن پہ شان شرافت نثار تھی
ایسے تھے ایک مرد جواں ڈاکٹر شکیل

◆◆◆

علم وہنر کا گوہرِ نایاب تھے شکیل

مفتی ندیم رضا سلطان پوری

علم و ہنر کا گوہر نایاب تھے شکیل
سیراب جس سے پیاسے ہوں وہ آب تھے شکیل

روشن حیات آپ کی، اخلاق سے رہی
یعنی کتابِ خلق کا اک باب تھے شکیل

اہلِ ہوس کو تاب نہ ہو جس کے سامنے
میدانِ علم وفن کا وہ سہراب تھے شکیل

جو ذرہ اس کی ضو میں پڑا وہ چمک اٹھا
چرخِ علومِ دیں کا وہ مہتاب تھے شکیل

شاہد ہیں اس پہ آپ کی خدماتِ دینیہ
لمحات سارے آپ کے زرتاب تھے شکیل

اہلِ سنن کے واسطے نکھرا ہوا گلاب
اور نجدیوں کے واسطے گرداب تھے شکیل

جلوت بھی نوربار تھی خلوت بھی نوربار
شب زندہ دار زاہدِ کم خواب تھے شکیل

مداح ان کے اس لیے اہلِ قلم ہیں آج
پابندِ شرع و پیکرِ آداب تھے شکیل

زینت تھی جس سے علمی عمارت کی اے ندیمؔ
ایسی حسین علم کی محراب تھے شکیل

◆◆◆

یہ خسارہ نہیں ہے کسی ایک کا بلکہ ہے عالمی اے شکیل اعظمی

مولانا غلام جیلانی علیمی سحر بلرام پوری
متعلم خواجہ معین الدین چشتی لینگویج یونیورسٹی لکھنو

آپ کی ناگہاں موت سے ہوگئی ہے فضا ماتمی اے شکیل اعظمی
اوڑھ رکھی ہے سب آنکھ نے اس لیے یہ ردائے نمی اے شکیل اعظمی

سونی سونی ہوئی علم کی انجمن، اٹھ گیا ہے نوا سنج شعر و سخن
مدتوں سب کو یاد آئے گی آپ کی صحبت باہمی اے شکیل اعظمی

عالم دین کی موت نقصان ہے، اس تعلق سے آقا کا فرمان ہے
یہ خسارہ نہیں ہے کسی ایک کا بلکہ ہے عالمی اے شکیل اعظمی

کون ہوگا ہمارے مسائل کا حل، کوئی آتا نہیں ہے نظر آج کل
پوری شدت سے محسوس ہوگی ہمیں چارہ گر کی کمی اے شکیل اعظمی

موقع غم ہو یا ہو خوشی کی گھڑی، ان میں ہر ایک نعمت ہے اللہ کی
ایک انسان کی زندگی موت ہے جمع شادی غمی اے شکیل اعظمی

جتنی چاہے مشقت اٹھائے مگر، کام دے گی نہ کچھ جد و جہد سحرؔ
اب نہ جائے گا دل سے کسی بھی طرح رنج نا محرمی اے شکیل اعظمی

✦✦✦

درد بھری ہے رحلت تری

مولانا وصال احمد اعظمی گھوسی

درد بھری ہے رحلت تیری — دل تڑپائے فرقت تیری
پائی شہادت راہ سفر میں — رب ہی جانے عظمت تیری
کیوں نہ روئیں ارض و سما بھی — ایسی تھی ہی رحلت تیری
طرز تکلم حسن تبسم — سب کو بھاتی خصلت تیری
پھیلی جہاں میں چاروں طرف ہے — دینی علمی خدمت تیری
حیراں کن ہے شعر و ادب میں — جدت تیری ندرت تیری
پاکیزہ تھی ماشاءاللہ — جلوت تیری خلوت تیری
فقہ و ادب ہو علم معانی — ہر اک فن پر قدرت تیری
اہل مجلس جھومیں سن کر — ایسی اعلیٰ خطابت تیری
خردوں پر تا عمر رہی ہے — شفقت تیری رافت تیری
میں نے بھی ہے دیکھی پیارے — شوکت تیری عزت تیری
رحمت کی خوشبو سے حضرت! — مہکے ہر دم تربت تیری
آلِ پیمبر کے شیدائی — مارہرہ سے نسبت تیری

ہو گئی چشم وصاؔل احمد نم
جونہی دیکھی تربت تیری

✦✦✦

اشک ہے آنکھوں سے جاری

مولانا شمیم رضا اویسی امجدی

خادم التدریس: طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو

اشک ہے آنکھوں سے جاری اور دل ہے غمزدہ
رند ہیں مایوس تو ویراں پڑا ہے میکدہ

آہ! تھمتا ہی نہیں درد و الم کا سلسلہ
چل دیے سوئے عدم جب سے شکیلِ خوشنما

کاروانِ علم پر ہے اک اداسی کی جھلک
اب بھی سانسوں میں بسی ہے اس کی یادوں کی مہک

وہ عظیم الشان، مایہ ناز رخصت ہو گیا
ماہرِ فن ، صاحبِ اعزاز رخصت ہو گیا

بابصیرت ، وہ بلند پرواز رخصت ہو گیا
آسمانِ علم کا شہباز رخصت ہو گیا

عمر بھر ہم کو ستائے گی یہ مرگِ ناگہاں
ڈھونڈتی پھرتی ہیں نظریں وہ گیا آخر کہاں؟

پیکرِ اخلاص وہ صبر و رضا کا بانکپن
نرم لہجہ ، نرم باتیں ، تھا بہت شیریں سخن

عمر بھر جس کے رہی دل میں عبادت کی لگن
وقتِ آخر بھی رہا ذکرِ الٰہی میں مگن

کم بھلا ہو کس طرح اس کے چلے جانے کا غم
شمعِ بزمِ معرفت کے ایسے پروانے کا غم

پیکرِ علم و عمل ، ذیشان علامہ شکیل
مسندِ تدریس کی اک شان علامہ شکیل

ہر نفس تھے دین پر قربان علامہ شکیل
پاسبانِ مسلکِ نعمان علامہ شکیل

ان کی خدمت کو بھلایا جا نہیں سکتا کبھی
جو عطا کرتے رہے سب کو شعور و آگہی

وہ نرالی شان والا ، باعثِ صد افتخار
نیک سیرت، نیک طینت، باعمل تقویٰ شعار

فہم و ادراک و تدبر ، معرفت کا شاہکار
معاملہ فہمی میں ماہر، حکمتوں کی اک بہار

آزمودہ کار تھا وہ قوم کا نباض تھا
مہرباں تھا، مخلص و ہمدرد اور فیاض تھا

حضرتِ نظمی میاں کے فیض کی تاثیر تھا
بدر ملت کے حسیں خوابوں کی اک تعمیر تھا

نگہِ نجم الدین میں وہ باعثِ توقیر تھا
حضرتِ عاصم کی امیدوں کی اک تصویر تھا

وہ فروغِ اعظمی کا اب دلارا نہ رہا
بزرگانِ دین کی آنکھوں کا تارا نہ رہا

نازشِ شعر و ادب، وہ صاحبِ فکر و نظر
عمر بھر جس نے لٹائے علم و حکمت کے گہر

جس کی باتوں میں تھا جادو، جس کا لہجہ باثر
پیکرِ خلقِ حسن، ہر اک کا محبوبِ نظر

اس کی رحلت نے سبھی کے دل کو زخمی کر دیا
کاسۂ چشمِ محبت آنسوؤں سے بھر دیا

وہ سپاہی تھا قلم کا اور سخن کا قدرداں
رہنمائے قوم و ملت، دینِ حق کا پاسباں

مسلکِ احمد رضا کے وہ چمن کا باغباں
کر رہا ہے یہ دعا رب سے شمیمِ خستہ جاں

"ابرِ رحمت اس کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شانِ کریمی ناز برداری کرے"

◆◆◆

بیادِ مولانا ڈاکٹر شکیل اعظمی علیہ الرحمہ

ڈاکٹر نواز اعظمی گھوسی، مئو

ادیب و نکتہ ور و عالمِ نبیل شکیل
تُو عشقِ شاہِ مدینہ میں تھا قتیل شکیل

خدا بہشت میں تجھ کو جگہ عطا فرمائے
بجھائے پیاس تری ماءِ زنجبیل شکیل

درود لب پہ شہادت کے وقت جاری تھا
تری نجات کو کافی ہے یہ سبیل شکیل

شگفتگی ترے ہونٹوں پہ رقص کرتی تھی
ہے خوش مزاجی کی تیری یہی دلیل شکیل

تری سرشت میں تھی عجز و انکسار کی خو
عیاں تھی سب پہ تری فطرتِ جمیل شکیل

تری جدائی سے دل ڈوبنے لگے سب کے
امڈ پڑی تھی ہر اک آنکھ کی بھی جھیل شکیل

دعا نواز کی ہے قبر پر ہمیشہ تری
خدائے پاک کی رحمت رہے نزیل شکیل

★★★

خوبیاں اسلاف کی رخ سے عیاں

ڈاکٹر ملیح اصغر اعظمی

نائب شاہ رسالت تیری ذات
حامل علم شریعت تیری ذات

عامل قرآن وسنّت تیری ذات
تھی نشان اہل سنّت تیری ذات

درسگاہِ دیں کی زینت تیری ذات
جامع عرفان وحکمت تیری ذات

فن شعر وشاعری یا نثر ہو
ماہر فن رشک صنعت تیری ذات

خدمت دیں کی بدولت دہر میں
یادگار قوم وملت تیری ذات

خوبیاں اسلاف کی رخ سے عیاں
لائق تقلید وعزت تیری ذات

گفتگو کرتے تو کھلتے لب پہ پھول
پیکر حلم ومروت تیری ذات

طالبان علم وعلما کے لیے
ہے نمونہ در حقیقت تیری ذات

ہے دعائے اصغرؔ بیکس شکیل
ہو مکین باغ جنت تیری ذات

★★★

قابو میں دل نہیں مرا سوچیں بھی کس طرح!

مولانا محمد اسماعیل شاداںؔ علیمی علیگ

قابو میں دل نہیں مرا سوچیں بھی کس طرح
اشکوں کا سیل بیکراں روکیں بھی کس طرح

وہ اس طرح چلے گئے بزم حیات سے
چارہ نہیں ہے اب کوئی، ڈھونڈیں بھی کس طرح

کچھ ان کے غم نے اس طرح مغموم کر دیا
جب گنگ ہے زبان تو بولیں بھی کس طرح

ذہن و دل و دماغ معطل ہوئے تمام
ان کے حسیں خیال میں ڈوبیں بھی کس طرح

کچھ چاہ کر بھی لکھ نہیں پاتے ہیں دوستو
گرہیں ہم اپنے ذہن کی کھولیں بھی کس طرح

یہ بات سچ ہے اب وہ نہیں ہیں ہمارے بیچ
ہم ان کی یادگار کو چھوڑیں بھی کس طرح

گمنام کوئی آدمی شاداں نہیں تھے وہ
ہم ڈاکٹر شکیل کو بھولیں بھی کس طرح

:

محمد اسماعیل شاداں علیمی علیگ مئوی
استاذ مدرسہ حنفیہ اہل سنت بحر العلوم کھیری باغ مئو

◆◆◆

تھی مثل ''بدر'' فکر و بصیرت شکیل کی

حافظ تفسیر رضا امجدی گھوسی

جس دل میں بھی نہاں تھی محبت شکیل کی
اس دل کو پاش کر گئی رحلت شکیل کی

یوں ان کا اس جہان سے جانا ہوا کہ ہم
افسوس کچھ نہ کر سکے خدمت شکیل کی

علم و عمل کے آپ دھنی تھے بلا نکیر
ہر ایک کو پسند تھی سیرت شکیل کی

انجام دی ہیں آپ نے خدمات دین کی
بھولے گا کوئی کیسے یہ محنت شکیل کی

عصری و دینی آپ نے حاصل کیے علوم
بہتوں سے تھی بلند لیاقت شکیل کی

سنجیدہ گفتگو تھی بڑا پروقار تھا
کرتی اثر دلوں پہ خطابت شکیل کی

اشعار میں تھی ان کے مشائخ کی جھلکیاں
تھی مثل ،،بدر،، فکروبصیرت شکیل کی

کچھ مانگا ان سے ہم نے تو فورا عطا کیا
صدیوں رہے گی یاد عنایت شکیل کی

ان کی نوازشات کا دل سے ہے احترام
مجھ بے عمل پہ خوب تھی شفقت شکیل کی

تفسیؔر کی دعا ہے وسیلہ رسول کا
روشن بفضل حق رہے تربت شکیل کی

◆◆◆

جان سخن تھا ہو کے وہ بے جان سوگیا

الحاج مقبول احمد ادریسی مبارک پور

جان سخن تھا ہو کے وہ بے جان سوگیا
دے کر حیات فن کو وہ پہچان سوگیا

نعت نبی وہ لکھتا رہا ساری زندگی
ہر دل کو دے کے فکر کا عنوان سوگیا

عشق نبی کا آئینہ ذات شکیل تھی
دین نبی کا سچا نگہبان سوگیا

عالم تھا متقی تھا عبادت گزار تھا
وہ خود کو کر کے دین پہ قربان سوگیا

محروم کتنے ہوگئے ان کے علوم سے
جو علم بانٹتا تھا وہ ذیشان سوگیا

کر کے بسر حیات وہ عشق رسول میں
سینے میں لے کے خلد کا سامان سوگیا

مقبولؔ کی دعا ہے خدا بخش دے اسے
اوڑھے کفن جو قبر میں انسان سوگیا

◆◆◆

بڑے ہی صاحب کردار تھے حضرت شکیل احمد

الحاج مقبول احمد ادریسی مبارک پور

خلوص وخلق کے مینار تھے حضرت شکیل احمد
بڑے ہی صاحب کردار تھے حضرت شکیل احمد

شریعت کے علم بردار تھے حضرت شکیل احمد
نبی کے عشق سے سرشار تھے حضرت شکیل احمد

گزاری زندگی تدریس اور تقویٰ طہارت میں
مکمل پیکر ایثار تھے حضرت شکیل احمد

چھلکتا جام کوثر کا وہ پائیں گے سر محشر
غلام سید ابرار تھے حضرت شکیل احمد

ہر اک صنف سخن میں آپ کرتے تھے سخن سنجی
ادب کے اک بڑے فنکار تھے حضرت شکیل احمد

رہی وقت قضا تسبیح ہاتھوں میں تعالی اللہ
عمل کے قافلہ سالار تھے حضرت شکیل احمد

بسا کر الفت حسّان اپنی روح کے اندر
وہ لکھتے نعت کے اشعار تھے حضرت شکیل احمد

نظامت میں خطابت میں بہت مقبولؔ تھے حضرت
خدا شاہد کہ ذمہ دار تھے حضرت شکیل احمد

◆◆◆

پہاڑ ٹوٹ پڑا غم کا حال زار نہ پوچھ

مرتب

ہے پارہ پارہ جگر دل ہے بے قرار نہ پوچھ	پہاڑ ٹوٹ پڑا غم کا حال زار نہ پوچھ
یقین جان لو وہ تھے نمونہ اسلاف	تھا ذوقِ بندگی سجدوں سے آشکار نہ پوچھ
ادیب، شاعر و واعظ، خلیق، اہل نظر	وہ علم و فضل کا روشن تھا اک منار نہ پوچھ
کتاب حضرت علامہ بدر پر لکھی	بڑی ضخیم ہے صفحات کا شمار نہ پوچھ
غریب و بیوہ و نادار کی مسیحائی	میرے حبیب کا محبوب تھا شعار نہ پوچھ
رقم کیے ہیں مقالات درجنوں اس نے	بڑا تھا بزم سخن ور میں اعتبار نہ پوچھ
جو پہنچے مدرسہ جاتے ہوئے اکھنڈ نگر	تو حادثے کا ہوئے ناگہاں شکار نہ پوچھ
وفا، شکیل، شمیم اور بھائی محی الدین	ہیں باقی دو، گئے دو، کل تھے چار یار نہ پوچھ
رفیق بعد وصال مفکر اسلام	بغور تکتا رہا جانے کیوں مزار نہ پوچھ
فروغ عالم دوراں کا وہ چہیتا تھا	ملا مؤرخ اسلام کا بھی پیار نہ پوچھ
بوقت ذکر مچلتا تھا آپ کا سینہ	تھی کیسی سیرت و کردار مشکبار نہ پوچھ
پچیس تیس برس کی مری رفاقت میں	سفر حضر میں رہا ساتھ کتنی بار نہ پوچھ
وہ واجبات و فرائض کا تھا بڑا پابند	تھی اس کی صبح و مسا کیسی بے غبار نہ پوچھ
رکھیں گی آپ کی خدمات آپ کو زندہ	نگارشات کچھ ایسی ہیں شاندار نہ پوچھ

قریب تر وفا رضوی تھا جس قدر دل سے

چلا گیا وہ اب اتنا ہی دور یار نہ پوچھ

✦✦✦

تعزیت نامے اور رپوٹس

الجامعۃ الاشرفیہ میں تعزیتی مجلس

از: مولانا نورالہدیٰ مصباحی گورکھپوری، رکن مجلس شوریٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور
نامہ نگار: روزنامہ راشٹریہ سہارا گورکھپور ایڈیشن، میڈیا انچارج ٹیچرس ایسوسی ایشن مدارس عربیہ اتر پردیش

مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی گھوسوی صدر المدرسین دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور، جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے کامیاب اور مشہور فارغین میں سے تھے سڑک حادثے میں ان کی دردناک وفات پر پورے جامعہ میں افسوس اور غم کی کیفیت رہی۔ اور آج بروز اتوار ۵/ دسمبر ۲۰۲۱ء بعد نماز مغرب عزیز المساجد میں ایک دعائیہ محفل منعقد ہوئی جس میں قرآن کی آیات تلاوت کی گئیں درود شریف اور اوراد و وظائف پڑھے گئے اور ان سب کا ثواب مولانا شکیل اعظمی مرحوم کی روح کو ایصال کیا گیا ان کے لیے مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا کی گئی۔

جناب الحاج ارم صاحب بلیک برن یو کے کے لیے خصوصی دعا کی گئی عمر میں برکت، کاروبار میں ترقی اور رزق میں فراخی کے لیے دعائیں ہوئیں۔ ساتھ ہی بیماروں کی صحت وشفا کے لیے دعا کی گئی۔

اس مجلس تعزیت و دعا میں حضرت مفتی بدر عالم مصباحی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ حضرت مولانا عبدالحق مصباحی، مفتی محمد نسیم مصباحی، مولانا نفیس احمد مصباحی، مولانا صدر الوریٰ قادری، مولانا ناظم علی مصباحی، مولانا زاہد علی سلامی، مولانا ساجد علی مصباحی، مولانا دستگیر عالم مصباحی، مولانا عرفان عالم مصباحی کے علاوہ جامعہ کے دیگر اساتذہ کرام اور طلبہ عظام نے شرکت کی۔

✧✧✧

گزشتہ شب مدارس نیوز گروپ اور دیگر ذرائع ابلاغ سے ایک افسوسناک خبر موصول ہوئی کہ دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور کے صدر المدرسین جماعت اہل سنت کے متحرک وفعال عالم دین، اخلاق و کردار میں نمایاں حیثیت کے حامل، حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ایک بھیانک سڑک حادثہ کا شکار ہو کر اس دار فانی سے دار جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ آپ کے سانحہ

ارتحال سے نہ صرف جہان درس وتدریس سوگوار ہے بلکہ شعر وسخن اور علم وادب کی انجمنیں بھی مضمحل اور افسردہ ہیں۔

اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے وطفیل آپ کی جملہ دینی ملی ادبی تحریری تصنیفی اور تبلیغی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کے جملہ پسماندگان، اہل خانہ، تلامذہ، محبین، متعلقین کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے، آمین! یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور، ٹیچرس ایسوسی ایشن مدارس عربیہ اتر پردیش، مدرسہ عربیہ سعید العلوم یکما ڈپو لکشمی پور اور روزنامہ راشٹریہ سہارا گورکھپور ایڈیشن کے جملہ ارکان وممبران واسٹاف کی طرف سے حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ کے اہل خانہ کی خدمت میں اظہار تعزیت کرتا ہوں۔

✦✦✦

دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

علامہ ڈاکٹر انوار احمد بغدادی

صدر المدرسین دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی

گزشتہ شب یہ روح فرسا خبر موصول ہوئی کہ جماعت اہل سنت کے نامور عالم دین حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی صاحب قبلہ (صدر المدرسین دار العلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، سلطان پور) گھر سے مدرسہ جاتے ہوئے راستے میں ایک دردناک حادثے کا شکار ہو کر جاں بحق ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت خوب صورت، خوب سیرت، شریف النفس، حلیم الطبع اور صوم وصلوٰۃ کے حد درجہ پابند تھے، جماعت اہل سنت کے سربرآوردہ عالم دین، باصلاحیت مدرس، ذی استعداد ادیب، عمدہ خطیب اور بہترین نقیب کے طور پر عوام وخواص کے درمیان معروف تھے۔ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی سے بھی آپ کے گہرے روابط تھے، مختلف اوقات میں یہاں کے کئی پروگراموں میں بحیثیت خطیب ونقیب شرکت کرتے رہے، آپ کی وفات ناگہانی کی خبر سے دار العلوم علیمیہ کے ارکان، اساتذہ اور طلبہ میں غم کی لہر دوڑ گئی۔

میں دار العلوم علیمیہ کے جملہ ارکان، اساتذہ اور طلبہ کی جانب سے آپ کے اہل خانہ کو تعزیت پیش کرتے ہوئے دعا گو ہوں کہ رب کریم حضرت کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کے پس ماندگان کو صبر جمیل اور اس پر اجر جزیل بخشے، نیز جماعت اہل سنت کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین! بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔

✧✧✧

پیکر اخلاق علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ

مولانا مصباح الدین علیمی، دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

مختلف ذرائع سے یہ المناک خبر موصول ہوئی کہ علم وادب اور اخلاق وکردار کا یہ پیکر ایک حادثے کا شکار ہو کر دنیا سے سوئے جنت روانہ ہو گیا، تو پاؤں تلے زمین کھسک گئی، آنکھیں اشکبار ہو گئیں، دل مضطرب و بے قرار ہو گیا۔

بلاشبہ علم وادب، فکر وآگہی اور زبان و بیان کے ماہرین سے یہ دنیا خالی نہیں ہے، ایسی ہی عظیم شخصیات میں سے ایک عبقری شخصیت حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ کی ہے جو صرف درس وتدریس ہی نہیں بلکہ زبان و بیان اور تقریر وتحریر جیسی گوناگوں صلاحیتوں کے پیکر تھے، اور معاصرین میں اپنی مثال آپ تھے، جن کے زبان و بیان اور فکر وآگہی سے بے شمار لوگوں نے خوشہ چینی کی ہے راقم الحروف کو بھی ۲۰۰۰ء میں جامعہ حنفیہ بستی میں حضرت مولانا شاکر علی تدریسی وحضرت قاری اقبال احمد علیہ الرحمہ کے زیر نگرانی اکتساب فیض کا موقع میسر آیا۔

صلاحیت واستعداد کے علاوہ جس چیز نے مجھے بے حد متاثر کیا، وہ تھا آپ کا حسن اخلاق، زبان کی مٹھاس، صبر وضبط، قوت برداشت۔ میں نے اکثر دیکھا کہ کسے باشد عالم وغیر عالم، طالب وتاجر، ہر کس وناکس بہ وقت ملاقات آپ کے چہرے پر مسکراہٹ ضرور ہوتی، آپ ہر کسی سے خندہ پیشانی سے ملتے، گفتگو میں بے حد نرمی ہوتی اور محبت کا پہلو غالب ہوتا، لہجہ بڑا ہی شیریں اور انداز گفتگو بڑا صاف ستھرا اور آسان ہوتا، چند جملوں کے بعد ہی سامنے والا آپ کی علمی وعملی صلاحیت کا معترف ودلدادہ ہو جاتا، طلبۂ مدارس کے علاوہ کالج کے طلبہ بھی آپ سے رابطہ رکھتے، اراکین جامعہ کے علاوہ دیگر اشخاص کے دلوں میں بھی آپ کی عظمت والفت تھی۔

رب قدیر کی بارگاہ میں دعا ہے کہ میرے استاذ کریم کے تمام صغائر وکبائر کو درگذر فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کے اہل وعیال کو صبر جمیل عطا فرمائے نیز ہم سب کو آپ کے فیضان سے متمتع فرمائے۔ آمین!

محمد مصباح الدین علیمی

دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

الجامعة الاسلامیہ، روناهی، ایودهیا

قاری جلال الدین، مینیجر الجامعۃ الاسلامیہ روناہی

ملک کے ممتاز ونامور عالم دین حضرت ڈاکٹر علامہ شکیل احمد اعظمی اپنے وطن سے دوست پور ضلع سلطان پور آتے ہوئے، الم ناک حادثے کے شکار ہو گئے، جہاں ان کی موت واقع ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ ڈاکٹر شکیل احمد صاحب بہت ہوش مند، متحرک وفعال عالم دین، صاحب فکر ادیب، اچھے نقیب، بہترین خطیب، ماہر درس وتدریس اور موجودہ وقت میں دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور میں صدر المدرسین کے عہدے پر فائز تھے۔ الجامعۃ الاسلامیہ روناہی میں اس جانکاہ حادثے کی خبر سے پورا ماحول سوگوار ہو گیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے جامعہ کے ارکان، اساتذہ، طلبہ، اور عوام دعا کرتے ہیں کہ رب کریم حضرت علامہ کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے، ان کے گھر کے لوگوں اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ فقط

◆◆◆

آہ اہل سنت کا ایک عظیم درخشندہ تارا روپوش ہو گیا

مولانا محمد سلمان رضا حنفی قادری جامعی، الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد

سوشل میڈیا کے متعدد پلیٹ فارم سے یہ افسوس ناک خبر موصول ہوئی کہ دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور ضلع سلطان پور یوپی کے پرنسپل جماعت اہل سنت کے متحرک وفعال عالم دین نہایت سنجیدہ زبان وادب کے مالک اخلاق وکردار میں نمایاں حیثیت کے حامل حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی صاحب قبلہ رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سڑک حادثہ کا شکار ہو کر دار فانی سے دار جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ وکل عندہ باجل مسمی فلتصطبر ولتحتسب۔ اللھم اغفرلہ وعافہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ واغسل خطایاہ بالماء والثلج والبرد

وشفع فیه الصیام والقیام والقرآن وصالح الاعمال واجعله فی الفردوس الاعلیٰ مع النبین والصدیقین والشهداء والصالحین بفضلک ورحمتک یاارحم الراحمین۔

حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بڑی خوبیوں کے جامع تھے۔ درس وتدریس کی دنیا میں اپنی شناخت رکھنے کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی خوب نمایاں تھے، نہ صرف بلند فکر، انشاپرداز وادیب اور عالی دماغ شاعر وناقد تھے، بلکہ متواضع خلیق وملنسار ایک اچھے انسان بھی تھے۔ آپ کے سانحہ ارتحال سے نہ صرف جہان درس وتدریس سوگوار ہے، بلکہ شعر وسخن ادب ونقد کی انجمن بھی مضمحل اور افسردہ ہے۔

خدائے قدوس اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل آپ کی جملہ دینی ملی ادبی تحریری تصنیفی تبلیغی اور سماجی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے، آپ کی فروگزاشتوں کو درگزر فرما کر آپ کو جنت الفردوس میں مقام بلند عطا فرمائے۔ آمین بحرمة سید الانبیاء والمرسلین علیه وعلیهم افضل الصلوة وازکی التسلیم۔

◆◆◆

دارالعلوم بہارشاہ، شہر فیض آباد

مولانا محمد شعبان قادری، دارالعلوم بہارشاہ شہر فیض آباد

بڑے افسوس کے ساتھ یہ خبر دی جارہی ہے کہ دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور کے پرنسپل مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی اپنے آبائی وطن گھوسی سے دوست پور تشریف لا رہے تھے آج بتاریخ ۴/ دسمبر ۲۰۲۱ء بروز سنیچر مغرب کے قریب ۶/ لائن پر ایک ایکسیڈنٹ میں شہید ہوگئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں مرحوم کی مغفرت فرمائے اور مرحوم کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنائے اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین! ثم آمین!

◆◆◆

اوجھا گنج، بستی

مفتی انوار احمد قادری امجدی

(صدر المدرسین دارالعلوم اہل سنت گلشن رضا رموا پور کلاں، بستی) محمد ارشد رضا امجدی، محمد احسن رضا امجدی، امجدی منزل اوجھا گنج

نہایت بااخلاق، ملنسار، ہنس مکھ اور سنجیدہ طبیعت کے حامل ایک مشہور علمی ادبی شخصیت حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی پرنسپل دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور وسابق پرنسپل دارالعلوم حق الاسلام لال گنج بستی ایک روڈ ایکسیڈینٹ میں انتقال فرگئے۔

اللہ رب العزت ان کی مغفرت فرما کر جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور جملہ پسماندگان خصوصا اہل خانہ کو صبر جمیل کی توفیق مرحمت فرمائے آمین! بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

◆◆◆

مسقط عمان

آہ......اے شکیل!

مولانا سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی، مسقط عمان

روح کو تڑپا رہی ہے تیری رحلت اے شکیل — درد کا کوہِ گراں ہے تیری فرقت اے شکیل
جب سے آئی ہے خبر اے پیارے تیری موت کی — خوں کے آنسو رو رہی ہے چشمِ الفت اے شکیل

فاضل جلیل حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی گھوسوی، پرنسپل دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور ضلع سلطان پور کے انتقال سے ہم نے ایک اچھا انسان، ایک باکمال عالم دین، ایک تجربہ کار مدرس اور ایک دیدہ ور قلم کار کھو دیا۔

حضرت کے ساتھ گذاری ہوئی ساعتیں، ان کی نوازش وعنایات مجھے یاد آرہی ہیں، آج ان کی موت کی خبر سے قلبی رنج ہوا، اللہ عزوجل انہیں جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الاشرف الافضل النجیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

محمد سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی

مسقط عمان

۵/ دسمبر ۲۰۲۱ء بروز اتوار

◆◆◆

دارالعلوم حق الاسلام، لال گنج، بستی

مولانا محمد شکیل القادری، دارالعلوم حق الاسلام لال گنج بستی

اللہ اکبر، اناللہ وانا الیہ راجعون

اٹھ رہی ہیں سامنے سے کیسی کیسی صورتیں

موت کا انتظار باقی ہے   آپ کا انتظار تھا نہ رہا

رب کریم بطفیل رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور اہل خانہ کو اس سخت مشکل گھڑی میں صبر وہمت عطا فرمائے ادارہ حق الاسلام حضرت کی رحلت پر سراپا سوگوار ہے۔

انتقال کے دوسرے دن حضرت مولانا محمد احسان قادری نائب پرنسپل کے حکم سے مدرسے میں قرآن خوانی کی گئی جس میں اساتذہ وطلبہ شریک رہے اور خصوصاً حضرت ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ کی روح کو ایصال ثواب کیا گیا۔ (وفارضوی)

***

اظہار تعزیت

قاری محمد یوسف اشرفی

وہاٹس ایپ اور دیگر سوشل میڈیا پلیٹ فارم سے یہ خبر جانکاہ موصول ہوئی کہ استاذ محترم حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی گھر سے مدرسہ جاتے ہوئے ایک سڑک حادثے میں شہید ہوگیے اناللہ وانا الیہ راجعون۔

یہ سن کر کافی اضطرابی کیفیت سے دوچار ہوں، آہ علم وفضل کا وہ عظیم سرمایہ جن سے ہم اہل محبت ہمیشہ کے لیے محروم ہوگئے، جامعہ حنفیہ بستی میں حضرت کے زیرِ سایہ رہ کر میں نے بھی کئی سال گزارے اور آپ سے علمی استفادہ کیا، بڑے ہی مخلص اور تقویٰ شعار تھے، طلبہ کی تعلیم کے ساتھ ان کی تربیت پر بھی خاص توجہ فرماتے، دوران درس کے علاوہ خارج اوقات میں بھی بچوں کو بلا بلا کر پڑھاتے، آپ کی ایک ایک ادا آج میری نگاہ میں یاد بن کر گردش کر رہی ہے، بڑی خوبیوں کے مالک تھے درس وتدریس کے

علاوہ قلم وقرطاس کے بھی آپ دھنی تھے، درجنوں مضامین مختلف موضوعات پر آپ نے قلم بند فرمائے، جو مشہور ومعروف رسالوں کی زینت بنتے رہے۔

اِس وقت کے میرے ساتھیوں میں حافظ ریاض الدین صاحب استاد مدرسہ بہادر پور، اور حافظ نذر الحسن لوکی لالہ بھی حضرت کے وصال پر اپنے گہرے غم وافسوس کا اظہار کرتے ہوئے تعزیت پیش کرتے ہیں۔

دعا ہے کہ رب کریم ہمارے حضرت کی بال بال مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

شریک غم: محمد یوسف اشرفی

مدرس دارالعلوم اہل سنت حق الاسلام لال گنج بستی

***

ماسٹر عمران علی

اینکر چینل نیوز ۱۸، استاذ مدرسہ حق الاسلام مکتب عربیہ لال گنج بستی

अवगत कराना है कि थाना अखंडनगर क्षेत्र अंतर्गत पूर्वांचल एक्सप्रेसवे किलोमीटर ए से लौट रही बोलेरो वाहन संख्या यूपी 44पर जनपद मऊ से शादी समारोहसंख्या 173 लोग घायल हो गये मैं टक्कर हो गई बोलेरो सवार 06टी 0913व ट्रेलर यूपी 44एक्स 3402 महमूद पुत्र शेख मोहम्मद निवासी मिटनेपुर थाना कादीपुर व शकील अहमद -जिसमें से 1 -चांद बाबू पुत्र महमूद अली 2- मृत्यु हो गई तथा 1पुत्र अमीर अहमद निवासी घोसी मऊ की फोजिया बानो पत्नी सिराजुद्दीन निवासीगण मिटनेपुर थाना -टीपू पुत्र महमूद अली 2 थाना कादीपुर घायल कादीपुर व लाल मोहम्मद पुत्र इंसान अली निवासी कुम्भई हमजापुर . हो गए घायलों को उपचार हेतु हायर सेन्टर रेफर किया गया है । अन्य विधिक कार्रवाई की जा रही है। मौके पर शांति व्यवस्था की स्थिति सामान्य है

***

چل دیے تم آنکھ میں اشکوں کا دریا چھوڑ کر

مولانا حیدر علی خان برکاتی

صدرالمدرسین دارالعلوم اہل سنت گلشن طیبہ کھرہواں بستی یوپی

یہ قانون قدرت ہے کہ ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور دنیائے فانی میں چند دن کی عارضی زندگی گزارنے کے بعد توشہ آخرت کے ساتھ ابدی دنیا کی طرف رخت سفر باندھنا ہے۔ لیکن اس دنیا میں کچھ ہستیاں ایسی بھی ہوتی ہیں، جن کی زندگی قوم وملت کی امانت ہوجاتی ہے۔ ان کی رحلت سے ملی، سماجی، معاشرتی زندگی میں ایک خلا سا پیدا ہوجاتا ہے۔

ایسی ہی ایک عظیم شخصیت کے متعلق ۴؍دسمبر ۲۰۲۱ بروز شنبہ شام کو بذریعہ وہاٹس ایپ قلب وجگر کو دہلادینے کے بعد آنکھوں کو اشکبار کردینے والی دردناک خبر پڑھ کر جسم پر لرزہ طاری ہوگیا کہ ایک انتہائی معتبر اور دل پذیر شخصیت جید عالم دین استاذی المکرم حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ ایک سڑک حادثے کے شکار ہوگئے اور جام شہادت نوش فرماکر اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔

یقیناً ان کی جدائی سے ہر آشنا اداس اور ہر آنکھ اشکبار ہے۔ ایک ایسی شام الم ہم پر طاری ہوگئی ہے جس میں درد کی ہوا چلنے سے راتیں بے ثمر اور آہیں بے اثر ہوکر رہ گئی ہیں۔ چوں کہ موت العالم موت العالم ایک عالم دین کی موت ایک جہان کی موت ہے۔

زمانہ مدتوں علوم دینی ودنیوی کے اس آفتاب عالم تاب کی کمی محسوس کرتا رہے گا، جس کی ضیا پاشیوں سے پورا علاقہ بُقعۂ نور تھا، اب وہ آفتاب غروب ہوگیا۔ اپنی پرخلوص گفتگو سے سامعین کے دلوں کو مسخر کرنے والی شخصیت ،شرافت ووضع داری اور استغنا وانکساری کا عملی پیکر ہمارے درمیان اب موجود نہیں رہا۔ انسانی ہمدردی، بےلوث محبت، بےباک صداقت، خلوص ومروت اور کمال فن کی مجسم تصویر سوئے عدم رخصت ہوئی۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ خداوند متعال حضرت کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور قوم وملت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین!

◆◆◆

آہ اہل سنت وجماعت کا ایک اور ستارہ ٹوٹ گیا

مولانا محمود احمد علیمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واٹس ایپ اور دیگر سوشل میڈیا سے یہ خبر موصول ہوئی کہ علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ ایک سڑک حادثہ میں شہید ہوگئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

خبر سن کر دل بے قرار ہوگیا اور پوری جانکاری لینے کے لیے حضرت مولانا محمد ابوالوفا رضوی کے پاس فون لگایا حضرت نے بڑی گہری سانس لینے کے بعد بتایا کہ خبر صحیح ہے۔

عالم باعمل، درس وتدریس میں مہارت رکھنے والے حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ کی ذات سے کون واقف نہیں ہے جب ہم جمعرات وغیرہ کو گھر جاتے تھے تو اس وقت صدرالعلوم سسوا میں صدارت کی ذمہ داری نبھاتے ہوئے حضرت مولانا محمد ابوالوفا صاحب رضوی سے ملاقات ہوتی تھی تو کبھی کبھی علامہ موصوف بھی ان سے ملنے کے لیے ہمارے گاؤں آتے تھے، انہیں بہت قریب سے جانتا ہوں، وہ درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے میدان میں ایک نمایاں کردار ادا فرماتے تھے۔

خطابت ونظامت کے ذریعہ لوگوں کے دلوں کی دھڑکن بنے رہتے تھے، موصوف نے کافی دنوں تک جامعہ حنفیہ میں خدمات انجام دیا اس کے بعد حق الاسلام لال گنج میں پرنسپل کے عہدہ پر بھی کئی سال تک خدمت انجام دیتے رہے اس کے بعد وہیں سے ٹرانسفر ہوکر مدینۃ العربیہ دوست پور سلطانپور تشریف لے گئے، یقیناً حضرت کے دنیا سے رخصت فرمانے کے بعد ان کا بدل تلاش کرنا بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

دعا ہے مولائے کریم حضرت کے گناہ صغیرہ کبیرہ کو معاف فرماکر جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

محمود احمد علیمی

خادم مدرسہ عربیہ اہلسنت اشرف العلوم ڈیوہاری بستی

◆◆◆

بھیرہ ولید پور۔ مئو

مولانا دانش رضا مصباحی بھیروی، مدرسہ غریب نواز امدادالعلوم پرسونی بزرگ تمکوہی راج کشی نگر

حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد مصباحی گھوسوی علیہ الرحمہ کی سڑک حادثے میں دردناک شہادت دل کو بے چین کرگئی۔ ابھی مفکر اسلام حضرت علامہ بدرالقادری مصباحی علیہ الرحمہ کی وفات حسرت آیات کا غم ہم بھول نہ پائے تھے کہ ناگہاں یہ دن بھی دیکھنے کو ملا۔ قصبہ خاص گھوسی ملک پورہ کے لیے خصوصاً ان دونوں شخصیات کی رحلت سے ایسا خلا ہوگیا ہے کہ جس کو پُر نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد مصباحی علیہ الرحمہ نے پوری زندگی درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں گزاردی۔ آپ بہت ہی خوش اخلاق، ملنسار اور نیک طبیعت کے مالک تھے۔ آپ نے بہت ہی سادہ زندگی گزاری۔ میں حضرت سے بار بار ملا ہوں آپ جب بھی ملتے بڑی محبت اور شفقت فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے۔

آہ میرا مشفق ومربی چلا گیا، آپ کے چلے جانے سے دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ آپ کی رحلت سے ایک علمی قلعہ مسمار ہوگیا۔ یقیناً آپ کی رحلت موت العالم موت العالَم کی مصداق ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کا بدل عطا فرمائے اور اپنے حبیب کے صدقے حضرت کی بے حساب مغفرت فرمائے اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔

✦✦✦

ہالینڈ۔

مولانا حسنین بدر قادری

ابن علامہ بدرالقادری مصباحی علیہ الرحمہ ہالینڈ

moulana dr shakil ahmad azmi has departed from this temporary world due to a car accident.a true gem of the ahl us sunnah wal jama .after the janazah of murshid e karim of murshid ah and a great lover in ghosi sharif karim

we discussed such matters to work on.whenever i talked to him .he mentioned the great waqi,ahs with tears in about murshid e karim the picture showes his presence. at the qabre anwer of. his eye .murshid e karim

may allah elevate his rank and grant him the highest this family patience and sabr during this time of immense hardship and .difficulty

اگیا۔ سنت کبیر نگر

سرزمین گھوسی ایک اور مایہ ناز فرزند سے محروم ہوگئی

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام : للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

معتبر ذرائع سے یہ اندوہ ناک اطلاع ملی کہ محسن قوم وملت، آفتاب علم وادب، نہایت خلیق، عالی دماغ، وسیع النظر اور بافیض عالم دین، معلم وادیب، نقیب وشاعر حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد گھوسوی رب ذوالکرم کی لازوال رحمتوں کے زیر سایہ وقت موعود آجانے پر ایک زبردست ایکسیڈنٹ کے شکار ہو کر عالم ناسوت کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے آسودۂ رحمت ہوگئے۔ جیسے ہی یہ خبر غم سنی، طوفان اشک جاری ہوگیا اور بے ساختہ یہ دعائیں جاری ہوگئیں۔

رحمہ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ والبسہ لباس المغفرۃ والجنۃ وافاض علینا من برکاتہ۔

آپ کا سانحہ ارتحال نہ صرف کسی ایک گھرانے، ایک صوبہ، یا ایک دینی، تعلیمی وتربیتی ادارہ کا نقصان ہے بلکہ آپ کی وفات حسرت آیات جماعتی حادثہ ہے۔

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ خالق کائنات نے اپنے خزانہ خاص سے ڈاکٹر صاحب موصوف کو بہت سی نمایاں خصوصیات سے سرفراز فرمایا تھا، جو کہ موجودہ علما کی جماعت میں ان کو ایک نمایاں مقام کی حامل شخصیت بنانے کے لیے کافی تھیں مثلاً بڑوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت، طلبہ کی حوصلہ افزائی اور ان کے مستقبل کی رہنمائی، جذبہ تعمیر وترقی، خلوص ومحبت اور حسن اخلاق سے مزین اور حرص وطمع، نام ونمود اور شہرت وجاہ طلبی سے کوسوں دوری، یہ سب اوصاف آپ کی ذات میں بدرجۂ اتم پائے جاتے تھے۔

مذکورہ چیزیں میرے مشاہدات نہیں بلکہ میرے مسموع ہیں کیونکہ مجھے آپ کے طلعت زیبا کی زیارت کا شرف حاصل نہیں، البتہ آپ کی مذکورہ خوبیوں کو میں نے کئی معتبر اور باوقار علما کو ذکر کرتے ہوئے سنا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے اپنے لیل ونہار علم نبوت کی تدریس، دین حق کی تبلیغ میں بسر کیے، آپ کی خدمات کا دائرہ تقریباً ۲۵ رسال کے طویل عرصے کو محیط ہے۔

خداوند متعال حضرت قبلہ کو جوار محبوبین میں اعلیٰ مدارج ومنازل پر فائز کرے اور آپ کے پس ماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل سے نوازے، ان کے صاحبزادگان ودیگر جملہ اہل خانہ وخاندان کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہوئے، ان کے غم میں شرکت کا اظہار بھی ضروری سمجھتے ہیں۔

شریک غم: محمد ملک الظفر العلیمی الجائسی

مقیم حال دارالقلم آستانہ عالیہ نظامیہ اگیا چھاتا، سنت کبیر نگر (یو، پی) انڈیا

تقریب فاتحہ چہلم : بقلم مرتب

عالی جناب الحاج محی الدین بھائی ادریسی نے حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ کے وصال کے کچھ ہی دن بعد مجھے فون کر کے بتایا کہ ہم مصلیان مسجد ایصال ثواب اور کچھ تقریری پروگرام رکھنا چاہتے ہیں لیکن بہت مختصر میں اس لیے آپ مولانا شکیل القادری صاحب کو لے کر آجائیں اور باقی مقامی لوگ ہو جائیں گے، میں نے کہا ٹھیک ہے بہت اچھی بات ہے، لیکن جب تاریخ کا تعین ہوا اور لوگوں کو فاتحہ چہلم کے پروگرام کی خبر ہوئی تو بہت سے لوگ از خود پروگرام میں پہنچنے کے لیے مشتاق نظر آئے محبت اور لگاؤ میں بہت سارے لوگ تشریف بھی لائے۔

9 جمادی الآخرہ 1443ھ مطابق 13 جنوری 2022ء جمعرات کے دن جامع مسجد غریب نواز بڑی بازار قصبہ خاص گھوسی میں پروگرام تھا، سب سے پہلے اس دن بعد نماز فجر مسجد میں قرآن خوانی ہوئی بعدہٗ حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد مصباحی علیہ الرحمہ کی قبر پر چادر و گل پوشی کی رسم ادا کی گئی جس میں محلہ کے بہت سے لوگ شریک رہے، فاتحہ و قل کے بعد لوگوں میں مٹھائی تقسیم کی گئی پھر بعد نماز مغرب مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا، میں مدرسہ سے چھٹی لے کر ایک دن پہلے ہی گھر پہنچ چکا تھا، اس لیے سویرے ہی گھوسی پہنچ گیا اور عصر کی نماز جامع مسجد غریب نواز میں ادا کی۔

مغرب سے کچھ پہلے محب گرامی حضرت مولانا محمد سعید صاحب نورانی نے فون کر کے بتایا کہ دار العلوم مدینۃ العربیہ کا اسٹاف گھوسی پہنچ چکا ہے اور اس وقت ہم لوگ حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ کے گھر پر موجود ہیں، چناں چہ مہمانوں کو لینے کے لیے میں ڈاکٹر صاحب کے گھر گیا اور ان لوگوں سے ملاقات کی پھر ساتھ ہی میں چائے ناشتہ ہوا، دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور کے اسٹاف میں عالی جناب الحاج محمد اصغر علی صاحب منیجر کے علاوہ حضرت مولانا محمد سعید نورانی، حضرت مولانا عبد الرشید برکاتی، حضرت مولانا عبد الحکیم مصباحی وغیرہم نے آج ایک بار پھر ڈاکٹر صاحب کے والد اور ان کے بھائیوں کو تعزیت کی، ان کے حق میں صحت و سلامتی اور ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ کے لیے بلندیٔ درجات کی دعا کی گئی، بعدہٗ سب لوگ سلام و مصافحہ کر کے مسجد زاہدہ قادری میں نماز مغرب کے لیے چلے گئے، نماز سے فراغت کے بعد مہمانوں کو لے کر میں سیدھا محی الدین بھائی کے گھر پہنچا اور چائے ناشتہ کے بعد پھر مدرسہ رضویہ

بدر العلوم بڑی بازار لے کر آ گیا جہاں مہمانوں کے ٹھہرنے کا انتظام کیا گیا تھا، کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد ہم سب لوگ کھانے کے دستر خوان پر تھے۔

ابھی کھا کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ ادیب شہیر حضرت علامہ الحاج فروغ احمد اعظمی مدظلہ العالی نے فون کر کے مہمانوں کی بابت پوچھا کہ سب لوگ آ گئے؟ میں نے عرض کیا دوست پور سے لوگ آ گئے ہیں اور لال گنج بستی کے لوگ ابھی راستے میں ہیں، پہنچنے والے ہیں، آپ نے مزید فرمایا میں بھی حضرت ڈاکٹر محمد عاصم صاحب دامت برکاتہم القدسیہ کے ساتھ محی الدین بھائی کے گھر پر آ گیا ہوں، پھر کچھ ہی دیر میں سارے مہمان حضرات تشریف لا چکے تھے، ہر طرف چہل پہل تھی، جمعرات کا دن ہونے کی وجہ سے بازار بھی لگا ہوا تھا، جس کے سبب رونق کچھ زیادہ ہی تھی۔

عشا سے قبل تمام تر مصروفیات سے فارغ ہو کر نماز عشا ادا کی گئی بعدہٗ فوراً غریب نواز جامع مسجد میں پروگرام کا آغاز تلاوت کلام اللہ شریف سے کیا گیا، عزیزم حافظ محمد صادق رضا امجدی بھیروی استاذ مدرسہ اہلسنت فیض العلوم رسول پور اسٹیٹ ناظم اجلاس نے پروگرام کی ترتیب کا کچھ یوں اعلان کیا:

- مورخ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی دامت برکاتہ — سرپرستی
- ادیب شہیر حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مدظلہ النورانی — صدارت

....

- حضرت حافظ جمیل الرحمن صاحب استاذ احسان العلوم گھوسی — تلاوت
- حضرت حافظ محمد شکیب رضا صاحب — نعت
- حضرت مولانا افتخار احمد خان صاحب علیمی نظامی شہر بستی — تقریر
- شاعر اسلام جناب ظاہر بستوی صاحب — نعت
- حضرت مولانا افتخار ندیم صاحب جامعہ شمس العلوم گھوسی — تقریر
- حضرت قاری غیاث الدین صاحب مبارک پور — نعت و منقبت
- حضرت مولانا محمد سعید صاحب نورانی مدینۃ العربیہ دوست پور — تقریر
- حضرت مولانا الحاج محمد شکیل القادری حق الاسلام لال گنج بستی — تقریر
- مؤرخ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی دامت برکاتہ — خطبۂ سرپرستی

لہٰذا الگ بھگ اسی ترتیب سے کم وقت میں بہت ہی کامیاب پروگرام ہوا، یکے بعد دیگرے علمائے کرام نے اپنے تاثرات پیش فرمائے، حضرت مولانا افتخار احمد خان علیمی نظامی بستوی نے اپنے بیان میں فرمایا کہ مخدوم گرامی حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد مصباحی علیہ الرحمہ گوناگوں خوبیوں کے مالک تھے اس دور پرفتن میں بھی آپ کا دامن کبائر سے آلودہ ہوا ہو، ایسا نہ کبھی میں نے سنا، نہ دیکھا اور پھر اس پر آپ نے قرآنی آیات اور احادیث طیبہ بھی بیان کیں۔

حضرت مولانا افتخار ندیم صاحب جامعہ شمس العلوم گھوسی نے حضرت ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ کو قدیم صالح اور جدید نافع کا ایک حسین پیکر اور اپنے سے بڑوں کا حد درجہ احترام بجالانے والا بتایا۔

حضرت مولانا محمد سعید صاحب نورانی مدینۃ العربیہ دوست پور نے آپ کے تعلق سے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا اور اپنی دس سالہ رفاقت کے وہ نقوش وتاثرات بیان فرمائے جنہیں سن کر طبیعت جھوم اٹھی اور اہل محفل کی داد وتحسین نے ان کی حق بیانی پر مہر تصدیق ثبت کردی، آپ نے فرمایا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ عالم ظاہر بھی تھے اور عالم باطن بھی، اکابر علما ومشایخ سے آپ کو بیعت و خلافت حاصل تھی، مزید فرمایا کہ ذکر باللسان تو بہت لوگ کرتے ہیں لیکن ہمارے حضرت ذاکر بالقلب بھی تھے اور جو انہیں قریب سے جانتا تھا اور نظریں جمائے رکھتا تھا تو ذکر کے وقت ان کا سینہ ہلتا ہوا دیکھتا تھا۔

حضرت مولانا الحاج محمد شکیل القادری صاحب حق الاسلام لال گنج بازار بستی نے حضرت ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ کو اکابر کا ناز اور اصاغر کا اعتماد بتایا اور ان کی مخلصانہ دینی خدمات پر سیر حاصل خطاب فرمایا۔

محفل کے آخر میں مؤرخ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی دامت برکاتہ شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم گھوسی نے اپنے خطبہ سرپرستی میں ارشاد فرمایا کہ میں نے ضرور انہیں پڑھایا ہے، مگر ان کی عظمت کردار اور ان کا اخلاص عمل مجھ بوڑھے کے لیے بھی مشعل راہ ہے، وہ ایک عالم ربانی تھے، علم و دانش اور فکر وعمل کے ابھرتے مینار تھے، انہوں نے اپنی مختصر سی زندگی میں جو کچھ کیا ایسا لگتا تھا کہ وہ مستقبل میں اپنے تحریری کاموں کی بدولت ایک معتبر انسائیکلوپیڈیا بن کر ابھرتے، ان کے قلم کی سرعت، کردار کی عظمت اور ان کی مرنجا مرنج شخصیت کے نقوش اتنی جلد ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو

جائیں گے ہم اس کی توقع بھی نہیں کرسکتے تھے۔

پیکر ترنم جناب قاری غیاث الدین صاحب مبارک پوری نے درمیان میں نعت شریف کے علاوہ شاعر اسلام جناب الحاج مقبول ادریسی مبارکپوری کی لکھی ہوئی نظم درشان ڈاکٹر شکیل احمد علیہ الرحمہ بھی پیش کی اور بستی سے تشریف لائے شاعر اسلام جناب ظاہر بستوی صاحب نے بھی نعت ومنقبت کے اشعار پیش کیے۔

قریب 11 بجے شب میں صلوٰۃ وسلام کے بعد قل شریف ہوا حضرت مؤرخ اسلام نے مہمانوں کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ حضرت ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی اور حضرت قاری شمیم اختر فیضی علیہما الرحمہ کو خصوصاً اور بالعموم امت مرحومہ کی ارواح کو ایصال ثواب فرمایا۔ مرحومین کی مغفرت اور بلندئ درجات اور پوری امت مسلمہ کے لیے صحت وعافیت کی دعا فرمائی اور اسی پر محفل اختتام پذیر ہوگئی۔

محفل فاتحہ چہلم میں مذکورہ علما ومشائخ کے علاوہ مقامی وبیرونی علما میں حضرت مولانا محمد احسان قادری، سنت کبیر نگر، حضرت مولانا الحاج محمد اکمل حسین رضوی استاذ تدریس الاسلام بسڈیلہ سنت کبیر نگر ،حضرت مولانا مفتی عبد القیوم مصباحی ایم. پی، حضرت مولانا عبد الرشید برکاتی وحضرت مولانا عبد الحکیم صاحب مصباحی دوست پور، حضرت مولانا محمد احسان شمسی گھوسی، حضرت حافظ محمد ارشد قادری مدرسہ رضویہ بدر العلوم گھوسی وغیرہم شریک اجلاس رہے۔

اخیر میں عالی جناب محی الدین بھائی ادریسی کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انھوں نے دوستی کا حق نبھانے میں مثالی کردار ادا کیا اور عالم دوست کے فاتحہ چہلم کے پروگرام کی پہل کرتے ہوئے لوگوں کو اس کے لیے آمادہ کیا، ساتھ ہی ملتان بھائی، سبو بھائی، سیفو بھائی اور دوسرے تمام کارکن حضرات جنھوں نے اس پروگرام کے انعقاد میں کسی بھی حیثیت سے حصہ لیا، سب کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ کریم سب کو دارین کی نعمتوں سے شاد کام فرمائے۔ آمین!

:

محمد ابوالوفا رضوی غفرلہٗ

◆◆◆

آثار وتبرکات

- خودنوشت سوانح حیات — حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ
- منتخبات فانوس حجاز — حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ
- تعارف: دارالعلوم مدینۃ العربیہ — حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ

خودنوشت سوانحی مختصر خاکہ

از: حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد مصباحی علیہ الرحمہ

اسم گرامی: شکیل احمد **ولدیت و نسب:** جناب امیر احمد صاحب ابن الحاج محمد عظیم اللہ مرحوم ابن جناب محمد حفیظ اللہ مرحوم **مولد:** محلہ ملک پورہ قصبہ خاص پوسٹ جمال مرزا پور گھوسی ضلع مئو، اتر پردیش **تاریخ پیدائش:** یکم جنوری 1976ء (بمطابق سند)

نام مدارس

ابتدائی تعلیم مدرسہ رضویہ بدر العلوم قصبہ خاص
مدرسہ خیریہ فیض عام مداپور شمس پور گھوسی

عالمیت جامعہ شمس العلوم گھوسی

فضیلت الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

تخصص فی الادب جامعہ حضرت نظام الدین اولیا ذاکر نگر نئی دہلی

تاریخ فراغت: یکم جمادی الآخرہ 1416ھ مطابق 26 اکتوبر 1995ء الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے فارغ ہوا۔

مادہ تاریخ فراغت: نشاط علم وفضل (1416ھ) فیضان احمد رضا (1995ء)

حصول اسناد:

سند				سنہ	درجہ
منشی	عربی فارسی بورڈ اتر پردیش			1989ء	سکنڈ
کامل	//	//	//	1990ء	فرسٹ
عالم	//	//	//	1994ء	فرسٹ
فاضل ادب	//	//	//	1996ء	فرسٹ
فاضل طب	//	//	//	1998ء	فرسٹ
فاضل دینیات (سنی)	//	//	//	2000ء	فرسٹ
فاضل معقولات	//	//	//	2012ء	فرسٹ
ادیب ماہر	جامعہ اردو	علی گڑھ		1989ء	سکنڈ

اديب كامل	//	//	//	1990ء سکنڈ
معلم اردو	//	//	//	1992ء فرسٹ
یو.ٹی.سی.	اردو تعلیم گھر	لکھنؤ	......	فرسٹ
بی.اے.	پروانچل یونیورسٹی	جونپور		1994ء سکنڈ
ایم.اے.	//	//	//	1996ء فرسٹ
پی.ایچ.ڈی.	پنجاب یونیورسٹی چنڈی گڑھ			2005ء فرسٹ

(دوران تعلیم منشی، مولوی، عالم اور کامل، ادیب ماہر، ادیب کامل، معلم اردو اور بی.اے. کے امتحانات دیے۔)

بیعت: 1997ء میں بموقع عرس قاسمی مارہرہ مطہرہ میں سید ملت حضرت سید حسنین میاں نظمی مارہروی مدظلہ النورانی کے دست حق پرست پر بیعت حاصل کی۔

خلافت: ● مفکر اسلام شیخ طریقت حضرت علامہ بدر القادری ہالینڈ ● استاذ القرا حضرت علامہ قاری مفتی عبدالرحمن صاحب المعروف قاری علی حسن سابق شیخ التجوید دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف ● نجم الاصفیا حضرت مولانا صوفی سید نجم الدین جھونسوی مدظلہٗ نے سلسلہ سہروردیہ کی خلافت سے سرفراز فرمایا۔ ● خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی نظام الدین صاحب علیہ الرحمہ نے دلائل الخیرات شریف کی اجازت دی۔

اساتذۂ کرام: جامعہ شمس العلوم گھوسی

● رئیس الاساتذہ حضرت علامہ قمر الدین صاحب اشرفی سابق صدر المدرسین ● حضرت علامہ الحاج شفیق احمد صاحب عزیزی ● حضرت علامہ مفتی عبدالرشید صاحب ● حضرت علامہ مولانا رضوان احمد صاحب نوری شریفی ● حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی صاحب ● حضرت علامہ ممتاز عالم صاحب مصباحی ● حضرت مولانا نثار احمد صاحب اعظمی ● حضرت مولانا سیف الدین صاحب شمسی ● حضرت مولانا فداء المصطفیٰ صاحب قادری ● حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب نوری ● قاری محمد یونس صاحب ● ماسٹر محمد یونس صاحب ● ماسٹر اعجاز احمد خان صاحب مرحوم ● ماسٹر شکیل اختر صاحب ● ماسٹر شکیل اعظم صاحب ● ماسٹر محمد سلیم صاحب

الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

● محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری ● حضرت علامہ عبدالشکور صاحب گیاوی ● حضرت علامہ اسرار احمد صاحب ● حضرت علامہ محمد احمد صاحب مصباحی ● حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب رضوی ● ماسٹر آفتاب احمد خان صاحب ● ماسٹر قیصر جاوید صاحب

جامعہ حضرت نظام الدین اولیائی دہلی

● رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب علیہ الرحمہ ● حضرت مولانا محمد حسین خان صاحب اشرفی ● حضرت مولانا غلام زرقانی صاحب مقیم حال امریکہ ● ماسٹر برکت علی صاحب
● تعطیل کلاس میں عربی ادب کی کچھ کتابیں حضرت علامہ فروغ احمد صاحب اعظمی سے بھی پڑھی ہیں۔

رشتۂ ازدواج: جناب حافظ عبداللہ صاحب ساکن پرائمری اسکول امجدی روڈ بڑا گاؤں گھوسی کی دختر نیک اختر عالمہ سنبل فاطمہ سے 15 مئی 2007ء کو عقد ہوا۔

خدمات تدریس: فراغت کے بعد جامعہ حنفیہ شہر بستی 1997ء میں مدرس 2001ء سے صدر المدرسین، 2006ء سے دار العلوم اہلسنت حق الاسلام لال گنج بازار بستی صدر المدرسین، [یکم جولائی 2010ء سے دار العلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، بہ حیثیت صدر المدرسین]

تصنیف وتالیف: ● اردو نثر کے فروغ میں فقہی لٹریچر کا حصہ (مقالہ برائے پی.ایچ.ڈی.)
● تذکرہ علمائے اہل سنت گھوسی ● تجلیات شیخ العلما ● چند نعت گو علما ● فرہنگ اصطلاحات ● پیکر ایمان ● ہالینڈ میں فروغ نعت اور علامہ بدر القادری کی خدمات ● بزم نظامت ● متاع شکیل (شعری مجموعہ) مذکورہ تمام کتابیں غیر مطبوعہ ہیں۔

حلقۂ وعظ ونقریر: ● قصبہ خاص گھوسی ● شہر بستی اور بستی ضلع کے مضافاتی علاقے

نمایاں دینی خدمات: جامعہ حنفیہ کا تعلیمی فروغ ● فیضان برکات لائبریری حنفیہ بستی کا قیام ● رہنما لائبریری قصبہ خاص گھوسی ● دار العلوم حق الاسلام لال گنج کا تعلیمی ارتقا

ناچیز کی ولادت یکم جنوری 1976ء کو محلہ ملک پورہ قصبہ خاص گھوسی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ رضویہ بدر العلوم اور مدرسہ خیریہ فیض عام میں حاصل کی، عربی فارسی کی تعلیم جامعہ شمس العلوم گھوسی اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں حاصل کی، مؤخر الذکر ادارہ سے 1995ء میں فراغت ہوئی، ایک سال

جامعہ حضرت نظام الدین اولیا دہلی میں عربی اور انگریزی کی تعلیم حاصل کی۔

شاعری: اپنے ذوق کی تسکین کے لیے کبھی کبھی تک بندی کر لیتا ہوں، نعت، منقبت، غزل، نظم اور سہرا ان اصناف سخن پر طبع آزمائی کی ہے۔

● اپنے کلام پر حضرت مضطر اعظمی سے اصلاح لیتا تھا اُن کے انتقال کے بعد حضرت مولانا فروغ احمد اعظمی کو اپنا کلام دکھاتا ہوں ''فانوس حجاز'' کے نام سے نعت کا مجموعہ تیار ہے مگر تشنۂ اشاعت ہے۔

✦✦✦

منتخبات فانوس حجاز (حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ)

حمد باری

خدا کے نام سے ہر ابتدا ہے
وہی تو مہرباں بے انتہا ہے
وہی تو لائق مدح وثنا ہے
وہی تو مالک ارض وسما ہے
وہی لاریب مشکل کاٹتا ہے
وہی آرام وراحت بخشتا ہے
وہی تو مالک روزجزا ہے
ہمیں تو بس اسی کا آسرا ہے
عبادت بس اسی کی ہی بجا ہے
عنایت جس کی ہم سب پر سدا ہے
ملا انعام والے صالحیں سے
بچا گمراہ جیسے طالحیں سے
چلا ہم کو جو سیدھا راستہ ہے
شکیلؔ احمد کی بس یہ التجا ہے

✪✪✪

جام رحمت

ملے گا سکوں دل کو جا کر مدینہ
صبا ہم کو لے چل اڑا کر مدینہ
ہمیں بھی بسا لو مدینے میں اپنے
تڑپتے ہیں دل میں بسا کر مدینہ
چلیں سب کے سب عاشقان شہ دیں
ادب سے سروں کو جھکا کر مدینہ
برستی ہے رحمت ہمیشہ خدا کی
پیو جام رحمت بھی جا کر مدینہ
خیالوں میں طیبہ تو رہتا ہے اکثر
کسی دن دکھا دو بلا کر مدینہ
یہی ہے میری التجا بس یہی ہے
عطا کر الٰہی عطا کر مدینہ
تمنّا شکیلؔ اعظمی کی ہو پوری
کرم جو کریں وہ دکھا کر مدینہ

✪✪✪

امام المرسلین

رسول کے سوا خیال غیر دل میں آئے کیوں
بغیر یاد مصطفٰے یہ دل قرار پائے کیوں
نبی سے دور رہ کے ٹھوکریں جہاں کی کھائیں کیوں
غلام مصطفٰے مدینے کی گلی سے جائے کیوں
وہ جو سراپا نور ہیں امام مرسلیں بھی ہیں
بشر کوئی بھی مثل خود انھیں بھلا بتائے کیوں
بسی رہے دلوں میں ان کی یاد اے میرے خدا
جو میرے دل میں ہے لگی اسے کوئی بجھائے کیوں
در نبی سے واپسی یہ کہہ رہے تھے سب یہی
رسول محترم کے سنگ در کو آپ چھوڑ آئے کیوں
کریں گے ہم مجاہدہ سبھی کریں مشاہدہ
مزا عقیدتوں کا بس شکیلؔ ہی اٹھائے کیوں

✪✪✪

یا نبی

آمد مصطفیٰ سے خوشی آگئی
دور ظلمت ہوئی روشنی آگئی

جب سے پڑھنے لگا یا نبی یا نبی
مردہ دل میں میرے زندگی آگئی

سرور دو جہاں کا تصدق ہے یہ
دیکھیے مجھ کو بھی شاعری آگئی

کربلا والوں کے بارے میں سوچ کر
خشک آنکھوں میں میری نمی آگئی

نام کیا آگیا میرے سرکار کا
فکر و فن میں میرے تازگی آگئی

نعت ہی کی بدولت شکیلؔ اعظمی
تیرے اشعار میں پختگی آگئی

✪✪✪

ان کی الفت

بات کچھ انقلاب کی سی ہے
ذات مرسل کتاب کی سی ہے

باغ طیبہ کی دلکشی دیکھو
پتی پتی گلاب کی سی ہے

دل کو خالی نہ کیجیے اس سے
ان کی الفت ثواب کی سی ہے

آپ کا مرتبہ خدا جانے
ذات تو انتخاب کی سی ہے

جیتے جی ان کو گر منا نہ سکوں
زندگی پھر عذاب کی سی ہے

حسن اخلاص ہے اگر دل میں
بندگی کامیاب کی سی ہے

اک نظر چارہ ساز خستہ دلاں
زندگی اضطراب کی سی ہے

اک ادا ہو تو اس کی بات کروں
ہر ادا لاجواب کی سی ہے

جان ان پر شکیلؔ کر قرباں
جن کی سیرت نصاب کی سی ہے

✪✪✪

شہ بحر و بر

مال و دولت نہ لعل و گہر چاہیے
خاکِ پائے شہ بحر و بر چاہیے

میری قسمت میں لکھ دے درِ مصطفیٰ
دوسرا کوئی یارب نہ در چاہیے

مصطفیٰ کو وسیلہ بنا لیجیے
گر دعاؤں میں اپنی اثر چاہیے

ہوگا دنیا کے ڈر سے تو بالکل نڈر
بس خدا کا تیرے دل میں ڈر چاہیے

صرف دنیا نہ ہو اپنے پیشِ نظر
آخرت پہ بھی اپنی نظر چاہیے

یا خدا میرے ماں باپ ہوں ہم سفر
ایسا طیبہ کا مجھ کو سفر چاہیے

وردِ صلِ علیٰ کرتے رہیے شکیلؔ
آخرت کی بھلائی اگر چاہیے

✪✪✪

ذکرِ حسین

روداد کربلا ہے صداقت کا آئینہ
ذکرِ حسین خود ہے محبت کا آئینہ

باغِ نبی کے گل کی چمک اور دمک نہ پوچھ
ٹکڑا ہے نور کا ہے لطافت کا آئینہ

خود کو مٹا کے دیں کو بچایا ہے آپ نے
سیرت حسین کی ہے صداقت کا آئینہ

توصیف میں حسین کی کیسے کروں شکیلؔ
جن کی ہر اک ادا ہے امامت کا آئینہ

✪✪✪

تعارف

دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور، ضلع سلطان پور

تحریر: علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ

ترمیم واضافہ: غلام سید علی علیمی، دار العلوم مدینۃ العربیہ

اسلامی تہذیب وتمدن کی بنیاد علوم دینیہ پر ہے، دین ہی کی تعلیم ہے، جو زندگی کو سنوارتی ہے، اور ضمیر میں پاکیزگی اور روح میں بالیدگی پیدا کرتی ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب میں سب سے زیادہ اسلام نے حصول علم پر زور دیا ہے۔

بغیر علم کے اسلامی احکام کو عملی شکل دینا ممکن ہی نہیں، چنانچہ پیغمبر اسلام، معلم کائنات ﷺ نے ہر مسلمان مرد وزن پر علم سیکھنا ضروری قرار دیا ہے، قرون اولیٰ ہی میں تعلیمی نظام کی داغ بیل پڑ چکی تھی، آج کی طرح منظم شکل میں نہ سہی مگر انفرادی اور شخصی تعلیم کے ساتھ تدریسی حلقوں کا بھی رواج ہو چکا تھا۔ صفّہ اس کی خشت اول ہے صفّہ کے نمونے پر عرصۂ دراز تک مساجد میں اجتماعی تعلیم کے لیے درس گاہیں لگتی رہیں، پھر موجودہ شکل کے مکاتب ومدارس عالم وجود میں آئے۔

دار العلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، سلطان پور اسی سلسلۂ مدارس کی ایک زرّیں کڑی ہے۔

دوست پور میں ایمان وعقیدے کی حفاظت، دینی ومذہبی احساس کی بیداری کے لیے ایک پاک باز شخصیت عالی وقار حضرت سید اختر حسین اشرفی علیہ الرحمہ نے پورے جوش ایمانی اور جذبۂ اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ ۱۹۶۲ء میں اس ادارہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ یہاں کے غریب، پس ماندہ، سادہ لوح، اور جفاکش سنی مسلمانوں کی مخلصانہ جدوجہد آپ کے دوش بدوش رہیں ؎

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

شاہی جامع مسجد میں تعلیم کا آغاز ہوا۔ پھر ایک چھپر کے نیچے ناظرۂ قرآن، دینیات اور اردو وغیرہ کی تعلیم ہونے لگی۔ غربت وافلاس، غیروں کی طاغوتی طاقتیں اور وسائل کی قلت آڑے آتی رہیں، پھر بھی خدا کے فضل وکرم سے عوام الناس کے قلوب اس کی طرف مائل ہونے لگے۔ بڑی تگ ودو کے

بعد ایک چھوٹی سی پختہ عمارت بھی تیار کر لی گئی۔ رفتہ رفتہ تین پختہ عمارتیں تعمیر ہو گئیں۔ اور باضابطہ شعبۂ پرائمری کے ساتھ عربی، فارسی اور حفظ کی تعلیم کا آغاز کر دیا گیا۔ ادارہ نے تعلیمی میدان میں اتنی پیش رفت کی کہ ۱۹۸۱ء سے باضابطہ حفظ کی دستار ہونے لگی اور ۱۹۹۰ء سے عالمیت اور ۱۹۹۲ء سے فضیلت و قرأت کے فارغین نکلنے لگے۔

۱۹۹۷ء میں مدرسہ سے متصل ۲۶ بسوہ زمین خریدی گئی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس میں سینٹرل بلڈنگ کے ۲۰×۲۵ کے دس کمرے اور طویل برآمدہ جدید طرز تعمیر سے مرصع تیار ہو گیا۔ ۲۰۱۰ء میں دوسری منزل پر جانب مشرق ۲۰×۲۵ کے ۵ کمرے تیار ہو گئے۔ ۲۰۱۶/۱۷ء میں پوری عمارت ۲ منزلہ ہو گئی۔ ۲۰۱۹ء میں ۲۰×۵۰ کا ہال دار الحفظ کے نام سے اور اس کے اوپر ۲۰×۵۰ کا ہال لائبریری کے لیے تیار ہو گیا۔

اس پر شکوہ اور جاذب قلب ونظر عمارت میں قال اللہ وقال الرسول ﷺ کے سرمدی نغمات گونج رہے ہیں۔ اور سچی وحدانیت کا درس دیا جا رہا ہے۔ جس کا مظہر یہ شعر ہے ؎

شامل ہے نام کلمۂ توحید میں ترا
تیرے بغیر لطف کہاں لا الٰہ میں

جہاں سے تحفظ ناموس رسالت کے پاسبان، بزرگان دین کے محبت وعقیدت کے امین اور مسلک امام احمد رضا کے علمبردار پیدا کیے جا رہے ہیں۔

خوش قسمتی سے اس ادارہ کو عالی جناب الحاج محمد رضی خاں مرحوم جیسا جاں باز، محنتی اور جفاکش ناظم اعلیٰ مل گیا۔ اس مرد آہن نے ۲۲ سال تک بڑی لگن، تن دہی اور جذبۂ اخلاص سے اس ادارہ کو بام عروج تک پہونچانے میں مثالی کارنامہ انجام دیا۔ (اللہ رب العزت ان کی خدمات کا بہترین صلہ عطا فرمائے)

اراکین ادارہ نے ان کے فرزندوں کی بے لوث خدمات کو دیکھتے ہوئے بڑے فرزند الحاج محمد علی خان کو سربراہ اعلیٰ اور منجھلے فرزند الحاج محمد اصغر خان کو منیجر/سکریٹری کے منصب پر فائز کیا۔ اور یہ دونوں برادران اراکین کے باہمی اشتراک سے دار العلوم کے کارواں کو آگے بڑھانے میں لگے ہوئے ہیں۔

شعبہ جات: (۱) شعبۂ درس نظامی۔ اعدادیہ سے ثامنہ تک معیاری اور منظم نصاب کے ساتھ تعلیم دی جاتی ہے۔ سادسہ پاس طلبہ کو سند عالمیت اور ثامنہ پاس طلبہ کو سند فضیلت دی جاتی ہے۔ (۲) شعبۂ

تجوید وقرأت: عربی فارسی کے درجات میں اعدادیہ سے رابعہ تک قرأت لازم ہے۔ رابعہ کے طلبہ کو اور حفظ کے طلبہ کو اس ۲ سالہ کورس کی تکمیل پر قرأت عاصم بروایت حفص کی سند دی جاتی ہے۔ (۳) شعبۂ عالیہ (مدرسہ تعلیمی بورڈ لکھنؤ): سکنڈری [عربی رفارسی] ،سینئر سکنڈری [عربی رفارسی] ، کامل (عربی رفارسی)۔ (۴) سنٹر جامعہ اردو علی گڑھ: ازادیب تا ادیب کامل

شاہی جامع مسجد: دارالعلوم مدینۃ العربیہ سے متعلق ایک عالی شان جامع مسجد ہے۔ جس میں آٹھ صفیں لگتی ہیں۔ اور اس کے وسیع وعریض صحن میں بھی آٹھ صفوں کی گنجائش ہے۔ ہر صف میں ۴۵ سے ۵۰ لوگ سما سکتے ہیں۔

رضا لائبریری: اسلامی دانش گاہ کے لیے لائبریری بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ دارالعلوم مدینۃ العربیہ میں رضا لائبریری کے نام سے ایک وقیع دارالمطالعہ اور کتب خانہ ہے۔ جس میں قرآنیات، تفسیر و اصول تفسیر، حدیث واصول حدیث، فقہ وفتاویٰ واصول فقہ، سیرت وسوانح، اسلامیات، تصوف و عملیات، کلام وعقائد، ردومناظرہ، تاریخ اسلام، تاریخ عالم، تاریخ ہند، تاریخ علوم وفنون، رضویات ،اقبالیات، غالبیات، نحو وصرف، عروض وبلاغت، اردو نثر، اردو نظم، تحقیق، تنقید وتذکرہ، تاریخ ادب اردو وقواعد، معقولات، طب وحکمت، عربی ادب وتاریخ، فارسی ادب وتاریخ، معلومات عامہ، اخلاق و عادات، خطبات ومواعظ، لسانیات، لغات، شروح وتراجم، اور فنون لطیفہ وغیرہ موضوعات پر دس ہزار سے زائد کتابیں ہیں۔ لائبریری مطالعۂ عام کے لیے بعد نماز ظہر سے عصر تک کھلی رہتی ہے۔

دارالافتاء: مذہبی معاملات ومسائل کے حل کے لیے ایک باضابطہ دارالافتاء کام کر رہا ہے جس سے تحقیقی وتفصیلی فتاوے جاری کیے جاتے ہیں۔

شیخ الحدیث کی آمد: عرصۂ دراز سے اس ادارہ کو ایک باصلاحیت، مخلص، اور بزرگ صفت، شیخ الحدیث کی تلاش تھی۔ استاذ العلما، رئیس الاساتذہ، ادیب شہیر حضرت علامہ الحاج فروغ احمد صاحب اعظمی مدظلہ النورانی نے یکم جولائی ۲۰۱۸ء کو دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کی خدمات سے سبکدوشی حاصل کرلی۔ ہندوستان کے کئی نمایاں مدارس کے ارباب اقتدار نے موصوف کی خدمات حاصل کرنے لیے پیش رفت کی۔ مگر دارالعلوم مدینۃ العربیہ کے حوصلہ مند اراکین بالخصوص عالی جناب الحاج محمد علی خان سربراہ اعلیٰ ادارہ کی پرخلوص دعوت کی بنیاد پر آپ نے اس ادارہ کو ترجیح دی۔ اور

۱۸؍ اگست ۲۰۱۸ء کو دارالعلوم میں آپ کی تشریف آوری ہوئی۔ آتے ہی اپنے فرائض منصبی میں لگ گئے۔ آپ کی آمد سے دارالعلوم کا تعلیمی معیار منظم اور مضبوط ہو رہا ہے۔

واسطی فاؤنڈیشن: حضرت شیخ الحدیث صاحب کی تجویز پر تصنیف وتالیف اور نشر واشاعت کے لیے واسطی فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں آیا۔ اس سے اب تک پانچ کتابیں شائع ہو چکی ہیں (۱) نفیر حرم (مجموعۂ نعت: علامہ فروغ احمد اعظمی) (۲) تذکرہ صدر ملت: از ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی (۳) عرفانِ شمس وہشام: از مولانا محمد سعید نورانی (۴) تاریخ جون پور اور مدرسہ حنفیہ: از علامہ فروغ احمد اعظمی (۵) ڈاکٹر شکیل احمد گھوسوی رحمہ اللہ الشکور، تالیف مولانا ابوالوفا رضوی۔

انگلش میڈیم اسکول: بچوں میں دینی اور عصری تعلیم کا حسین امتزاج پیدا کرنے کے لیے ۲۰۱۵ء میں انگلش میڈیم اسکول کا افتتاح ہوا۔ جس میں ایل۔کے۔جی سے درجہ ہشتم تک اسلامی روح کے ساتھ تعلیم ہوتی رہی۔ اب انٹرمیڈیٹ تک تعلیم کا بندوبست ہو چکا ہے۔ ۲۰؍ کمروں پر مشتمل اس کی ایک جداگانہ عمارت دعوت نظارہ دے رہی ہے۔

کمپیوٹر کورس: درس نظامی میں جماعت سابعہ اور ثامنہ میں اور انگلش میڈیم اسکول میں درجہ سوم سے ہشتم تک کمپیوٹر کے مختلف کورس کی تعلیم کا بندوبست ہے۔

عزائم: (۱) غیر مکمل عمارتوں کی تکمیل (۲) لائبریری/ دارالمطالعہ کی الگ عمارت (۳) مہمان خانہ (۴) مدرسۃ البنات (۵) دارالحدیث (۶) دارالتفسیر (۷) دارالافتا (۸) پانی کی ٹنکی وحوض (۹) دارالاقامہ (ہاسٹل) (۱۰) شاندار گیٹ (۱۱) فیملی کوارٹرس۔

ان منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کے لیے دارالعلوم مدینۃ العربیہ کا دل کھول کر تعاون کریں اور اپنے حلقۂ اثر میں اس کا تعارف کرا کر لوگوں کی توجہات اس کی طرف مبذول کرائیں۔ رمضان المبارک کے موسم خیر اور عیدالاضحیٰ کے موقع پر اس ادارے کو یاد رکھیں۔

الحاج محمد علی خان
سربراہِ اعلیٰ
9323377659
9867323334

الحاج محمد اصغر خان بن الحاج محمد رضی خان
منیجر وسکریٹری
9892288690
9044972034

معاونین اشاعت

- مؤرخ اسلام علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی مدظلہ
- مولانا حافظ سراج احمد مصباحی صاحب
- اساتذۂ دارالعلوم مدینۃ العربیہ
- مولانا صوفی عزیز الرحمٰن برکاتی صاحب
- مولانا شکیل القادری صاحب، لال گنج بستی
- مولانا افتخار احمد علیمی نظامی صاحب، بستی
- مولانا سعید اشرف ابن حاجی شمیم، گھوسی
- مولانا جان محمد صاحب، بستی
- مولانا مصباح الدین علیمی صاحب، جمد اشاہی
- مولانا غیاث الدین صاحب، بستی
- مولانا اختر حسین صاحب، بستی
- مولانا وجہ القمر صاحب، بستی
- مولانا رحمت اللہ صاحب، سنت کبیر نگر
- ادیب شہیر علامہ فروغ احمد اعظمی مدظلہ
- مولانا ریاض احمد برکاتی صاحب، بستی
- مولانا محمد سعید نورانی صاحب
- مولانا افتخار ندیم صاحب، گھوسی
- مولانا محمد یٰسین نظامی صاحب لال گنج بستی
- مولانا اشتیاق احمد صاحب، گھوسی
- مولانا مفتی محمد عامر برکاتی صاحب، سنت کبیر نگر
- مولانا نثار احمد صاحب، بستی
- مولانا اختر رضا نظامی صاحب، سنت کبیر نگر
- مولانا محمد احمد صاحب، بستی
- مولانا عبدالرحیم نظامی، سنت کبیر نگر
- مولانا غلام مصطفیٰ علیمی صاحب، بستی
- مرتب

✦✦✦

عکس تحریر

①

علمائے گھوسی کی لغت نگاری

از ۔ شکیل احمد اعظمی   دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوستپور سلطانپور

شیراز ہند جون پور کے ملحقات میں اعظم گڑھ صدیوں
سے علم و فضل اور حکمت و تدبر کے آسمان پر شمس و قمر کی طرح درخشاں
رہا ہے۔ اعظم گڑھ کی ضلعی حیثیت انگریزی دور اقتدار میں متعین ہوئی
اور پھول پور، سگڑی، وغیرہ کی طرح گھوسی اس کی تحصیل قرار پائی
۱۹۸۹ء میں ضلع اعظم گڑھ دو حصوں میں منقسم ہوگیا۔ اور گھوسی ضلع مئو میں
آگیا۔

قصبہ گھوسی عرصۂ دراز سے علماء، مشائخ، شعراء، ادبا، ارباب سیاست
اور صنعت کاروں کا مولد و مسکن رہا ہے۔ جس کی مٹی سے سیکڑوں
اصحاب فضل و کمال اور ارباب شعر و سخن اور دانشوران قوم ملت پیدا
ہوئے جو علم و فن کے افق پر کہکشاں بن کر چمکے۔

قصبہ گھوسی کی آبادی بہت قدیم ہے۔ راجہ نہوش کی کوٹ کا
ملبہ اب بھی آثار قدیمہ کی یادگار کی حیثیت رکھتا ہے۔

قصبہ گھوسی اسلامی علوم و فنون میں نہایت سرخرو اور سربلند
رہا ہے۔ آج بھی علماء، مشائخ، شعراء، ادبا، مدرسین و مصنفین کی ایک بڑی
تعداد یہاں موجود ہے اس سرزمین سے سیکڑوں کتابیں لکھی گئیں جو
دائمی شہرت کی حامل ہیں۔ علم دین کا خوب شہرہ ہے۔ جامعہ شمس العلوم
جامعہ امجدیہ رضویہ۔ مدرسہ خیریہ فیض عام۔ مدرسہ رضویہ نورالعلوم کے علاوہ
ہر محلہ میں دینی مدارس قائم ہیں۔ جہاں مقامی اور غیر مقامی طلبہ علم دین
کے سرچشمے سے سیراب ہو رہے ہیں۔ متعدد عصری درسگاہیں ہیں جہاں
ایم اے اور ایم ایس سی تک کی تعلیم کا بندوبست ہے۔ بڑے پیمانے پر
دو نسواں کالج ہیں۔ جن میں سیکڑوں بچیاں زیور علم سے آراستہ ہو رہی
ہیں۔ یہاں علم و ادب کے چرچے صرف دانشگاہوں تک محدود نہیں
بلکہ یہاں کے عام مسلمان باشندے بھی فقہی، دینی، تاریخی اور سیاسی
عنوانات پر عام قہوہ خانوں میں بحث و مباحثہ کی مجلسیں گرم کئے رہتے
ہیں۔ شعر و ادب سے بھی اچھا شغف ہے۔ دینی تبلیغی اجلاس، اسلامی
تقریبات کی مجالس کے علاوہ مشاعرہ، مقاصدہ اور اسلاف کی یادگار
جلسوں مثلاً عید میلاد النبی، گیارہویں شریف، مجالس محرم اور اعراس میں
علم و ادب اور شعر و سخن کے مظاہرے ہوتے ہیں۔ نوع بہ نوع عنوانات پر
تقاریر، مقالے اور نظمیں پڑھی جاتی ہیں مثلاً

حضرت پیر ہیزن شاہ حضرت سید احمد بادپا حضرت
خواجہ محمود بہرنگ حضرت مولانا غلام نقشبند گھوسوی ثم لکھنوی۔ حضرت مولانا
سلامت اللہ گھوسوی ثم رام پوری۔ مولانا خیرالدین۔ مولانا نذیر احمد برکاتی